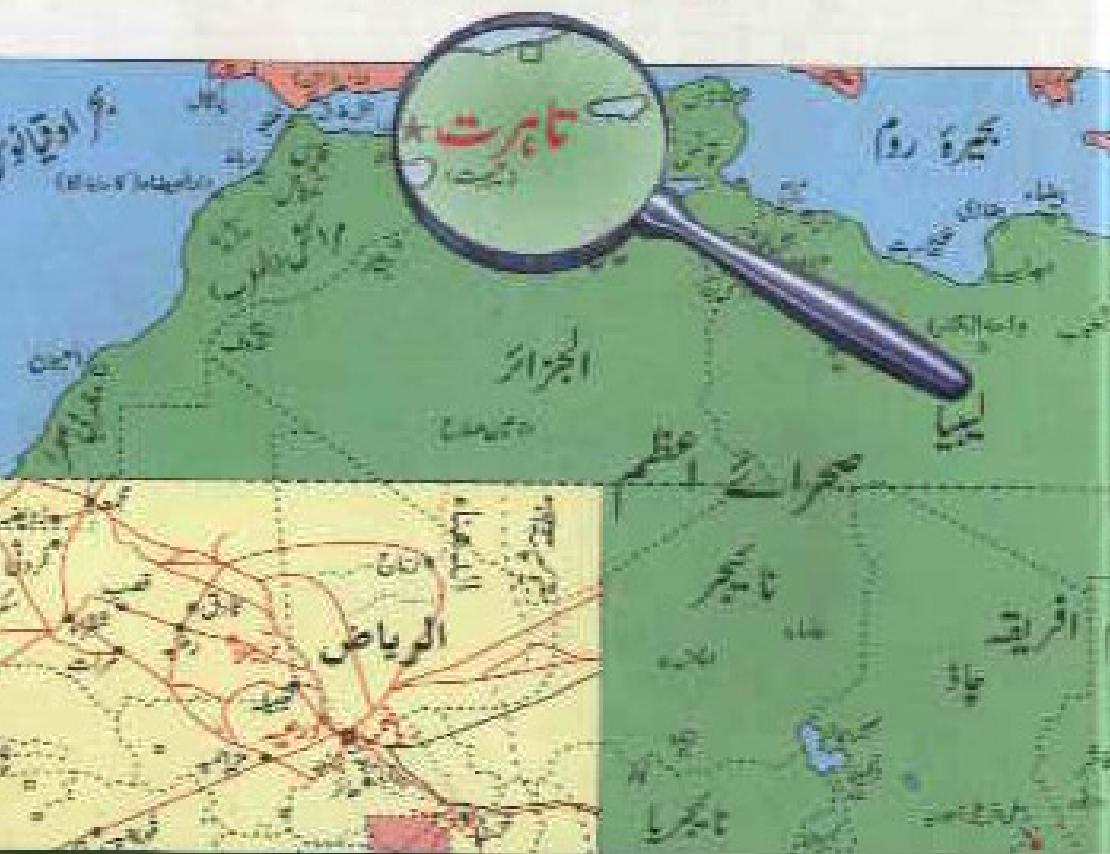


تاریخ و ہدایت

حراق کے آئندے میں



میرزا فاکر سعید بن محمد الشعیر



تاریخ و ہدایت

حکاک کے آئینے میں

© مكتبة دار السلام، ١٤٢٨ هـ

فهرسة مكتبة الملك فهد الوطنية أثناء النشر
الشاعر، محمد سعد

تاريخ دعوة الشيخ محمد بن عبدالوهاب باللغة الاردية، / محمد سعد الشاعر - الرياض، ١٤٢٨ هـ
ص: ٢٠٠ مقاس: ٢١x١٤ سم
ردمك: ٩٩٣٠-٥-٩٩٦٠

١- محمد بن عبدالوهاب بن سليمان، ت ١٢٠٦ هـ - ٢- الدعوة السلفية - السعودية أ. العنوان
دبوى ٢١٧، ٢ ١٤٢٨/٢٢٨٦
ردمك: ٩٩٣٠-٥-٩٩٦٠

رقم الإيداع: ١٤٢٨/٣٢٨٦

ردمك: ٩٩٣٠-٥-١

جُلُّ حقوقِ اشاعتَتْ بِكَ دارُ السَّلَامِ محفوظٌ بِهِنْ

دارُ السَّلَامِ
كتابٌ وثُنْثٌ كَيْ اشاعتَتْ كَا عَانِي إِذَا رَأَيْتَ



مَسْوِيَّ عَكْبَ (مِنْ قَصَائِدِ)

٤٠٢١٦٥٩: فُون: ١١٤١٦: سُورِيَ عَربٌ فُون: ٠٠٩٦٦ ١ ٤٠٤٣٤٣٢-٤٠٣٣٩٦٢ فِيكس:

E-mail: darussalam@awalnet.net.sa - riyadh@dar-us-salam.com

Website: www.darussalam.com

• مَنْزِلَةٌ الْمُنْتَهِيَّ الْأَرْبَيْش فُون: ٠٠٩٦٦ ١ ٤٦١٤٤٨٣ فِيكس: ٤٦٤٤٩٤٩
• المَنْزِلَةُ الْأَرْبَيْش فُون: ٠٠٩٦٦ ١ ٤٧٣٥٢٢٠ فِيكس: ٤٧٣٥٢٢١

• سُولِيمَان فُون: ٠٠٩٦٦ ١ ٢٨٦٠٤٢٢ فِيكس: ٦٣٣٦٢٧٥٤

• بَدْيَةٌ مُنْوَرَةٌ مُوْبَاكٌ: ٠٠٩٦٦ ٢ ٦٨٧٩٢٥٤ فِيكس: ٥٠٣٤١٧١٥٥

• بَدْيَةٌ مُنْوَرَةٌ مُوْبَاكٌ: ٠٠٩٦٦ ٧ ٢٢٠٧٥٥٥ فِيكس: ٨١٥١١٢١ فُون: ٠٥٥٠٧١٠٣٢٨

• الْأَبْرَقُ فُون: ٠٠٩٦٦ ٣ ٨٦٩٢٩٠٠ فِيكس: ٨٦٩١٥٥١

• فُون: ٠٠٩٧١ ٦ ٥٦٣٢٦٢٣ فِيكس: ٠٠١ ٧١٣ ٧٢٢٠٤١٩

• فُون: ٠٠٤٤ ٢٠٨ ٥٣٩ ٤٨٨٥ فِيكس: ٠٠١ ٧١٨ ٦٢٥٥٩٢٥

مَسْوِيَّ عَكْبَ (مِنْ قَصَائِدِ)

١- لَزِيَالٌ، كَيْ كَرِيَتْ شَابٌ، لَاهُور١

فُون: ٠٠٩٢ ٤٢ ٧٢٤٠٠٢٤-٧٢٣٤٠٠٧-٧١١٠٢٣-٧١١٠٠٨١ فِيكس: ٧٣٥٤٠٧٢
Website: www.darussalampk.com E-mail: info@darussalampk.com

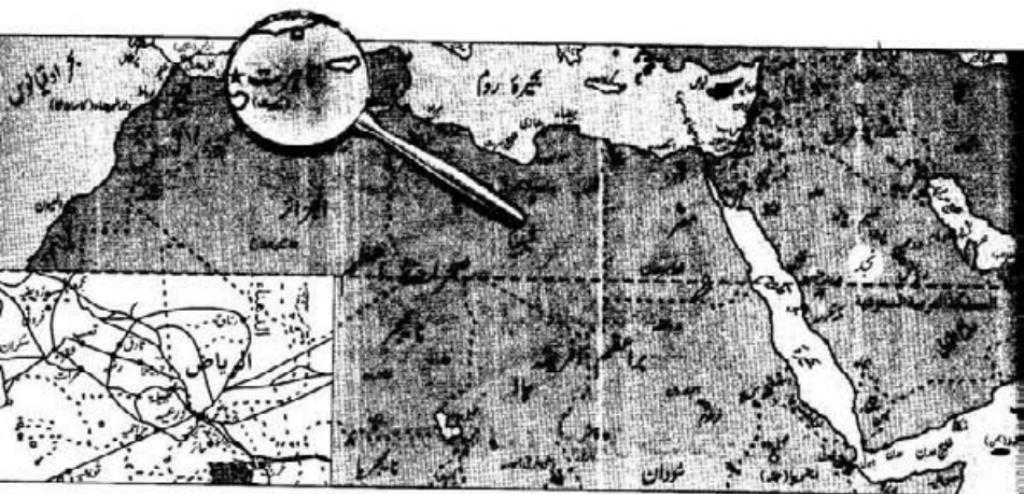
• فَلَلِيَ شَرِيقٌ، لَهُوَ لِلَّاهُرُ فُون: ٧٣٢٠٧٠٣ فِيكس: ٧١٢٠٥٤٥
• فَلَلِيَ شَرِيقٌ، لَهُوَ لِلَّاهُرُ فُون: ٧٨٤٦٧١٤ فِيكس: ٧١٢٠٥٤٥

(D.C.H.S) Z-111, 111 مَنْ لَارِق، رَدِّ كَابِي

فُون: ٠٠٩٢-٢١-٤٣٩٣٩٣٦ فِيكس: ٤٣٩٣٩٣٧ Email: darussalamkhi@darussalampk.com

F-8 ٥٥١-٢٥٠٢٣٧ فُون: ٥٥١-٢٥٠٢٣٧

تاریخ و مہا بیت حائلت کے آئینے میں



فضیلین ڈاکٹر محمد بن سعد الشعیر

دارالسلام

کتاب و نشرت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

روپریاں • جدید • شارجہ • لاہور • کراچی
اسلامیہ انڈیا • لندن • ہیومنسٹر • ہیو سارٹ





جملہ حقوقی اشاعت برائے دارالسلام پبلیشورز اینڈ سٹری بیوڑز محفوظ ہیں۔
یہ کتاب یا اس کا کوئی حصہ کسی بھی محل میں ادارے کی پیشگی اور تحریری اجازت کے بغیر شائع نہیں کیا جاسکتا۔ نیز اس کتاب سے مدد لے کر سماں و بصری کیمیشن اور سی ڈی و غیرہ کی تیاری بھی غیر قانونی ہوگی۔

نام کتاب: تاریخ وہابیت خاقان کے آئینے میں

تألیف / فیضی بن ڈاکٹر حسن بن عبدالشافع

منتظم اعلیٰ : عبد المالک مجاحد

مدرسۃ القاظمیہ: حافظ عبد العظیم اسد (شہر دارالسلام لاہور) مفتخر طارق شاحد
مجلس مشاہدوں، حافظ صلاح الدین یعنی ڈاکٹر حسن افتخار حکمر پروفیسر حسینی مولانا حسن عبدالجبار
کریم اللہ انگ اینڈ السٹریٹشن: زادہ سعید پروردھی (آرٹ ڈائریکٹر)
خطاطی: اکرم الحسن

اشاعت اول: 2007

اللَّهُ أَكْبَرُ

// اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان، بہت حم کرنے والا ہے //

مضاہین

8	عرض ناشر..... *	*
15	عرض مؤلف..... *	*
19	سبب تالیف..... *	*
51	حرف آغاز..... *	*
61	دونجہ دی مورخ..... *	*
75	"وہابیت" یا "وہبیت" سے کون لوگ مراد ہیں؟..... *	*
82	سامراج اور دعوت سے اس کا مقابلہ..... *	*
96	خلافت عثمانیہ اور سلفی دعوت حق..... *	*
106	مخالفین کے شکوہ اور اعتراضات..... *	*
112	شہبات کا اعادہ..... *	*
116	دعوت کے اندر ورنی مخالفین..... *	*
125	وہابی نام رکھنے کی اصل غرض و غایت..... *	*
134	نزاع کے بعض نتائج..... *	*

146	تحقیق شرط لازم ہے.....*
150	ضمیم.....*
151	شیخ راشد کا اہل قصیم کے نام خط.....*
173	شاہ عبدالعزیز راشد کا اصلاحی کردار.....*
179	پس نوشت.....*
187	کچھ فاضل مؤلف کے بارے میں.....*
188	مؤلف کے جواہر پارے.....*
190	مصادر و مراجع.....*



عرض ناشر

تمنائے سروری بڑی بات نہیں۔ بڑا آدمی بننے کی آرزو سمجھی کو ہوتی ہے لیکن بڑائی کا صحیح معیار کیا ہے؟ اور بڑا آدمی کیسا ہوتا ہے؟ اس بارے میں لوگوں کی رائے مختلف ہے۔ بعض لوگ جا گیرداروں کو بڑا آدمی سمجھتے ہیں۔ کوئی کارخانوں، کوئی بنگلوں اور چمکتی ہوئی کاروں کے مالکوں کو بڑا گردانتا ہے۔ اور کوئی اعلیٰ مناصب پر فائز لوگوں کو بڑا آدمی قرار دیتا ہے۔ بڑائی کے یہ سارے معیار غلط اور ناقابل اعتبار ہیں۔

جزیرہ نماۓ عرب کے ایک قریبے جمال "عینہ" میں 1115ھ میں ایک عالم دین عبدالوهاب کے ہاں ایک بچہ پیدا ہوا۔ اس کا نام محمد رکھا گیا۔ اس نے اپنے نام کی لاج رکھی اور اسی جزیرہ نماۓ عرب میں جلوہ آرا ہونے والے اللہ کے آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ کی ایسی بچی پروردی کی کہ سب کی نیکاں اسی کی طرف اٹھ گئیں اور دور و نزدیک کے لوگ اسے شیخ الاسلام محمد بن عبدالوهاب کے نام نامی سے پکارنے لگے۔ اس طرح انہوں نے بتادیا کہ عظمت کا اصل معیار کیا ہے اور بڑا آدمی کے کہتے ہیں۔

شیخ الاسلام محمد بن عبدالوهاب اپنے عهد کی نہایت ممتاز انتقامی شخصیت تھے۔ وہ بحر علوم کے غواص تھے۔ انہوں نے دس برس کی تخفیتی عمر میں قرآن کریم حفظ کیا، پھر عنقاں شباب ہی میں جبکہ عام لوگ عشرت شباب کی سرمستیوں کا آغاز کرتے ہیں، انہوں نے قرآن و سنت کے علوم پر ماہرانہ دسترس حاصل کر لی۔ وہ فاضل اجل جو اپنی تصانیف کتاب التوحید، سیرت الرسول ﷺ، الاصول المثلثة، تہذیب زاد المعاد، کشف الشبهات اور اپنے خطوط کے آئینے

میں بولتا اور موتی روٹا نظر آتا ہے، اس کے آثار فضیلت بے پایاں تھے۔ ان کا اپنے رب سے خاص تعلق تھا۔ وہ اپنی تحریروں میں اللہ رب العزت کی لازوال قوت و جلالت سے اس قدر متاثر دکھائی دیتے ہیں جیسے وہ خود کو ہر وقت حضور حق میں موجود پاتے تھے اور اس احساس سے سرشار رہتے تھے کہ وہ لوگوں کے فکر و عمل کو اللہ تعالیٰ کی توحید و یکتاں سے منور کرنے پر مامور ہیں۔ یہی احساس ذمہ داری تھا جس کے زیر اثر ان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ دین حق کی تبلیغ میں بسرا ہوا۔

ان کی روشن سیرت میں جو چیز سب سے زیادہ درخشاں نظر آتی ہے، وہ یہ ہے کہ شیخ موصوف بچپن ہی سے کفر، شرک اور بدعت کی نجاستوں سے شدید نفرت کرتے تھے۔ اس باب میں ان کی حمیت کا یہ عالم تھا کہ وہ اپنے اساتذہ کرام میں بھی شان توحید کے خلاف کوئی بات پاتے تھے تو انہیں بھی ادب سے ٹوک دیتے تھے۔

حصول علم کے بعد انہوں نے آس پاس نگاہ ڈالی تو مسلمانوں کو کشتنی طوفان میں پایا۔ ان کی نگاہ دور دوڑتک جاتی تھی اور مسلمانوں کی زبوبی حالی، بے دینی اور گمراہی پر مفطر ہو کر لوٹ آتی تھی۔ ستم بالائے ستم یہ کہ لوگ اپنی مصیبتوں اور پریشانیوں میں بھی اللہ رب العزت کو یاد نہیں کرتے تھے۔ وہ بدلی اور بے ہمتی کا شکار تھے۔ حکام کے آگے سرجھکاتے تھے۔ نجومیوں سے قسمت کا حال پوچھتے تھے۔ طوطوں سے فال نکلاتے تھے۔ غیر اللہ کو پکارتے تھے۔ قبروں پر سجدے کرتے تھے۔ چڑھاوے چڑھاتے تھے۔ کونڈے کھاتے تھے۔ ڈھول بجا تے تھے۔ جادوگروں کے مطیع تھے۔ رسم و رواج کے پچاری تھے اور غیر اللہ کے نام پر جانوروں کی قربانیاں دیتے تھے۔ شیخ علیہ الرحم نے یہ حالت زار دیکھی تو ان کی رگوں میں غیرت و حیثت کی بجلیاں کونڈے لگیں۔ انہوں نے معاں صورتِ حال کو بدلتے اور مسلمانوں کے عقیدہ و عمل کی اصلاح کے لیے ایک انقلابی تحریک چلانے کا فیصلہ کر لیا۔

سنتے آئے ہیں، بدلتا ہے زمانہ سب کو
مرد وہ ہیں جو زمانے کو بدل دیتے ہیں

اللہ تعالیٰ نے بڑا کرم فرمایا۔ وہ اپنے عزم صمیم میں کامیاب ہوئے۔ انہوں نے دینی اور اصلاحی کتابیں لکھیں جن کی روشنی میں دین قیم کی اصل تعلیمات اجاگر ہو کر سامنے آئیں اور شرک و بدعت کے غباروں سے ہوا نکلتی چلی گئی۔ انہوں نے بھولی ہوئی سچائیاں یاد دلانیں، علم کی لگن پیدا کی، ذوق تحقیق بیدار کیا، وسعت نظر عطا کی اور جہاد کی اہمیت اجاگر کی۔ جابر سلطانوں کے سامنے کلمہ حق کہنے کی جرأت بخشی، ہر جگہ، ہر آن قادر مطلق کی بڑائی اور کبریائی کے اعلان و اظہار کا ولولہ موجزان کیا اور اللہ رب العزت کی بندگی اور رسالت ماب ﷺ کی پیروی کی دعوت اتنی شدت اور تواتر سے دی کہ بے خبر عوام کی آنکھوں سے غفلت کے پردے اٹھ گئے اور بے شمار پیشانیاں تو حیدر کی چوکھت پر جھک گئیں۔ ان کا اسلوب تبلیغ بڑا آسان اور دل نشین تھا۔ طلبہ کو نرمی اور نوازش سے حکیمانہ با تمیں سمجھاتے تھے۔ دشمنوں، کذابوں اور گھناوٹیں اچھانے والوں کے ساتھ حکمت اور حکل سے پیش آتے تھے۔ آسان مثالیں دیتے تھے۔ قرآن و سنت کے دلائل دے کر بدعتات و خرافات کا پرده چاک کرتے تھے اور حقیقی دینی تعلیمات نمایاں کرتے چلے جاتے تھے۔ حق کے شیدائیوں اور شکوک و شبہات پیش کرنے والوں کے خطوط کا جواب فوراً مرحمت فرماتے تھے۔ دینی معارف سمجھا کر انہوں نے مسلمانوں کے تین مردوں میں زندگی کی نئی روح پھوک دی۔ وہ دین قیم کے لیے جیے اور اسی کی تبلیغ پر مرے۔ 1206 ہجری میں جب وہ اللہ کو پیارے ہوئے تو اپنے پیچھے اللہ کے ایسے مخلص بندے چھوڑ گئے جو نسل در نسل آج بھی کفر، شرک اور بدعت کی آندھیوں سے برسر پیکار ہیں اور اپنے خون کی بوندوں سے تو حیدر اور اتابع سنت کے چراغ روشن کر رہے ہیں۔ جب تک ابوالہب کی ذریات کے شرارے چکیں گے، محمد رسول اللہ ﷺ کے فدائی ان کا مقابلہ

کرتے رہیں گے۔ اللہ اللہ! فاسد عقیدوں اور بدعملی کی چنانیں توڑ کر شیخ کتنا عظیم الشان کام کر گئے۔ حق تو یہ ہے کہ یورپ میں تحریکِ احیائے علوم (Renaissance) کے لیے یورپی سکالروں اور دانشوروں کی اجتماعی دلنش نے جتنا کام کیا ہے، اس سے کہیں زیادہ وقیع اور ارفع کام تن تہبا شیخ محمد بن عبدالوہاب رضی اللہ عنہ نے احیائے دین کے لیے کر دکھایا۔

جہانے را دگرگوں کردیک مردے خود آگاہ ہے!

زیر نظر بلند پایہ کتاب جو ”تاریخ وہابیت حقائق کے آئینے میں“ کے زیر عنوان جلوہ گر ہو رہی ہے، درحقیقت شیخ موصوف کی عالی ہمتی اور پڑجوش تبلیغِ حق کی دستاویزی گواہی ہے۔ یہ کتاب مفتی اعظم سعودی عرب کے مشیرِ اکٹر محمد بن سعد شویر کے رشحاتِ قلم کا نتیجہ ہے۔ اردو میں اس کا ترجمہ مولانا محمد اسماعیل عبدالحکیم مدفنی نے کیا ہے۔ اس کتاب میں ۔

کچھ حقائق، کچھ معارف، کچھ لطائف کچھ نکات

اس طرح بکھرے پڑے ہیں جیسے تاروں کی برات

فضل مصنف نے شیخ رضی اللہ عنہ کی سلفی تحریک پر تھوپے گئے تمام اذیمات اور تہتوں کا حوالہ دیا ہے اور انھیں اپنے مسکتِ دلائل کی سلسلہ سے دھواں بنانا کر اڑا دیا ہے۔ موصوف نے بتایا ہے کہ جونبی شیخ کی سلفی دعوت کی حقیقت نمایاں ہوئی، مسلمان اس کی قدرتی سادگی اور دلکشی پر فدا ہو گئے اور شرک و بدعت سے توبہ کرنے لگے۔ یہ صورت حال دیکھ کر بہت سے حلقة چونک پڑے۔ انھیں اپنے مفاداتِ خطرے میں نظر آئے۔ سب سے پہلے ان پیروں فقیروں اور علمائے سوء نے سنگ ملامت اٹھایا جو مختلف آستانوں اور درباروں میں کاروبار شرک و بدعت چکائے بیٹھے تھے۔ اس دعوت کی گونج سن کر حکام وقت بھی ستائے میں آگئے اور یورپ کی سامراجی طاقتیں بھی خوفزدہ ہو گئیں۔ انھیں یہ خدشہ لاحق ہو گیا کہ سلفی دعوت کی بدولت امت مسلمہ بیدار ہو گئی تو ان کے مذموم ارادے اور مسلمانوں کے قیمتی وسائلِ لوٹنے کے

سارے منصوبے خاک میں مل جائیں گے۔ مطلب یہ کہ سیم وزر کے پھاریوں، اقتدار کے بھوکوں، جاہ و حشم کے متوالوں، بیرون فقیروں، علمائے سوء، حکامِ وقت اور یورپی سامرائی، ان سب کو شیخ علیہ الرحمہ کی دعوت کی کامیابی میں اپنی موت نظر آئی، چنانچہ ان سب نے شیخ کی مخالفت پر کمر باندھ لی۔

وائے بر صید کہ یک باشد و صیادے چند!

یہ لوگ عام مسلمانوں کو سلفی دعوت سے تنفس کرنے کے لیے چاند پر ہونکنے لگے اور دعوت حق کے اجلے چہرے پر غلیظ تھتوں کے نقاب منڈھنے لگے۔ انہوں نے سوچا کہ شیخ محمد بن عبدالوهاب کی سلفی دعوت کا کوئی ایسا نام رکھ دیا جائے جس سے عام مسلمان بدک جائیں اور سلفی دعوت کے قریب نہ پہنچیں۔ بہت سوچ بچار اور تاریخی کتب و جرائد کی چھان میں کے بعد انھیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے برس پیکار رہنے والے خارجیوں کے باضی فرقے کی ایک تحریک کا سراغ ملا جو دوسری صدی ہجری میں شمالی افریقیہ میں اٹھی تھی۔ اس تحریک کا بانی خارجی فرقہ کا ایک شخص عبدالوهاب بن عبد الرحمن بن رستم تھا۔ اس شخص کے نام کی مناسبت سے اس کی تحریک کا نام ”وہابیت“ پڑ گیا چونکہ شمالی افریقیہ کے مسلمان اس تحریک سے نفرت کرتے تھے، اس لیے شیخ محمد کے مخالفین کو اس کا علم ہوا تو انھیں ایک سنہرہ موقع ہاتھ آگیا۔ انہوں نے آؤ دیکھانہ تاؤ، سلفی دعوت کا نام ”وہابیت“ رکھ دیا۔

شوم فدائے دروغے کہ راست ماندا است!

شیخ محمد بن عبدالوهاب کی سلفی دعوت کے مخالفین نے اللہ کا خوف بالائے طاق رکھا اور دروغ گوئی کی حد کر دی۔ اگر ان لوگوں میں سچائی کی ایک رمق بھی ہوتی تو یہ شیخ محمد کی سلفی دعوت کو ”محمدیت“ کے نام سے موسوم کرتے۔ مگر وہ ایسا کیوں کرتے؟ ان کا تو مقصد ہی یہ تھا کہ شیخ کی دعوت و تحریک سے مسلمانوں کو بیزار اور تنفس کیا جائے۔ اگر وہ شیخ محمد کی سلفی تحریک کو شیخ

محمد ہاشم ہی سے منسوب کرتے ہوئے اس کا نام ”تحریک محمدیت“ رکھتے تو یہ آن واحد میں قبول عامہ کا سب سے اوپرچا درجہ حاصل کر لیتی اور یہ بات ان کے مقصد کے منافی ہوتی، چنانچہ انہوں نے بارہویں صدی ہجری کی سلفی تحریک کے انتساب کا سہرا شیخ محمد ہاشم کے بجائے آن کے والد جناب عبدالوہاب کے سرباندھا اور اس کے ڈانڈے دوسری صدی ہجری کی ”رسنی وہابیت“ سے جامائے، پھر نہایت زور و شور سے یہ پروپیگنڈا شروع کر دیا کہ شیخ محمد ہاشم کی تحریک دراصل خارجیوں کی ”اباضی تحریک وہابیت“ کی صدائے بازگشت ہے۔ اس کتاب میں یہ ساری تفصیلات جزئیات سیاست بہ تمام و کمال آگئی ہیں۔ کتاب کا ہر صفحہ نت نے اکشاف کا مرقع ہے، خاص طور پر شیخ محمد بن عبدالوہاب کا وہ مکتوب خاصے کی چیز ہے جو موصوف نے بندگان درہم و دینار کے جھوٹے پروپیگنڈے اور بے نیاد الزامات کے جواب میں تحریر فرمایا تھا۔ اس مکتوب کے ایک ایک حرفاً سے سلفی دعوت کی حقانیت، شیخ کی للہیت اور عظمت کا انور چھلک رہا ہے۔

کتاب کے آخر میں سعودی حکومت کے اویس فرمانروا شاہ عبدالعزیز ہاشم کی دونہایت اہم تقریریں بھی شامل ہیں جو یہ بتانے کے لیے کافی ہیں کہ شیخ محمد بن عبدالوہاب اہل سنت میں سے تھے۔ ان کی ساری طلب اور ترذیپ یہ تھی کہ پوری امت مسلمہ قرآن و سنت کی اصل کی طرف لوٹ آئے۔ آن کی سلفی دعوت صرف اللہ تعالیٰ کی بندگی اور رسالت مآب مکانی کی مخلصانہ پیروی سے عبارت ہے اور یہ عظیم دعوت شروع ہی سے ملت اسلامیہ کو زندگی کے اصل مقصد سے روشناس کراتی چلی آ رہی ہے۔ جو لوگ اسے ”وہابیت“ کے نام سے موسوم کرتے ہیں، وہ حقائق سے بے خبر ہیں۔ بصورت دیگر وہ جانے بوجھے ایسی بات کہتے ہیں جو سفید جھوٹ ہے۔

اس کتاب کا مطالعہ کیجیے۔ نا مردی و مردی قد مے فاصلہ دارو..... اگر آپ بڑے

آدمی بننا چاہتے ہیں تو آگے بڑھیے، شَّرِّيْحَ مُحَمَّد عَلَيْهِ الرَّحْمَنُ کی روشن کی ہوئی مشعل تحام یجھے۔
وَشَّمْنُوں کی یورشوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیجئے اور ربِ ذوالجلال کی رضا کے لیے دینِ حق کی تبلیغ
میں لگ جائیے۔ جدو جہد کا بازار کھلا ہوا ہے، محنت کا میدان وسیع ہے اور مستقبل آپ کی راہ
دیکھ رہا ہے۔

اس کتاب کی تصحیح و ترجمہ اور حسن طباعت کے لیے عزیزی حافظ عبد العظیم اسد اور ان
کے رفقائے کار حافظ محمد ندیم، مولانا توزیر احمد، مولانا محمد مشتاق، قاری عبدالرشید، جناب احمد
کامران نے بڑی محنت کی ہے۔ ڈیزائنگ سیکشن کے زاہد سلیم چودھری اور عامر رضوان نے
اپنے ہنر سے اسے زینت بخشی ہے اور کپوزنگ سیکشن کے جناب ابو مصعب اور ان کے
سامنہوں نے کپوزنگ کا فرض خوش اسلوبی سے انجام دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب عزیزوں کو
ہمیشہ شاداب رکھے۔

خادم کتاب و مفت

عبدالمالك مجاهد

مدیر: دارالسلام الرياض، لاہور

مسی 2007ء

عرض مؤلف

الحمد لله رب العالمين، والصلوة والسلام على أشرف المرسلين،
سیدنا محمد وآلہ وصحبہ أجمعین، أما بعد:

اللہ کا شکر ہے کہ میں نے یہ مقالہ شیخ محمد بن عبد الوہاب رضی اللہ عنہ کی دعوت کے سلسلے میں ایک تاریخی فاطمہ کے ازالے کے لیے لکھا ہے اور اس میں بتایا ہے کہ ”رسنی وہابیت“ کا اس سلفی دعوت سے کوئی تعلق نہیں جس کی شیخ محمد بن عبد الوہاب رضی اللہ عنہ نے تجدید کی تھی۔

یہ مقالہ چند سال قبل شائع ہوا اور اس کا بڑا اچھا نتیجہ تکلا۔ مرکاش کی یونیورسٹی کے ایک پروفیسر نے اس موضوع پر تفصیل سے روشنی ڈالنے کی خواہش ظاہر کی تھی۔ یہ رسالہ انھی کی فرمائش کا نتیجہ ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مرکاش کے علماء اور اصحاب دانش اپنے دلوں میں دین کی نصرت و حمایت کا جذبہ رکھتے ہیں اور اپنے افکار و روحانیات کے لیے ہمیشہ اصل حقائق کے متلبائی رہتے ہیں۔

میں نے پوری کوشش کی ہے کہ اس مقالے میں جونقطہ نظر پیش کیا جائے، وہ ایسے مستند مراجع سے مأخوذه ہو جو حالات اور واقعات کی صحیح اور سچی تصور کر سکتے ہیں۔

الحمد للہ اس کتاب کے پہلے ایڈیشن کی نمایاں پذیرائی ہوئی اور وہ حقیقت واضح ہو گئی جسے میں نے پیش کرنے کی کوشش کی تھی جو ایک علمی خدمت اور ادائے امانت کی ایک مخلصانہ سمعی تھی۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ اسلام کے اس قائلے کے تمام اركان کے دلوں کو جوڑا جائے جسے سیدنا محمد بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے چودہ صد یوں پیشتر شروع کیا تھا اور حدیث کے الفاظ

کے مطابق..... جب امت ایک ایسے واضح راستے پر بھی گئی جہاں کی رات بھی دن کی طرح روشن تھی اور جس سے کوئی تباہ ہونے والا ہی بھلک سکتا ہے تو آپ ﷺ اس دنیا سے رحلت فرمائے گئے۔

اس کتاب کا تیسرا ایڈیشن چامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کی طرف سے شائع ہوا۔ اس کے شروع میں اس کتاب کا ایک تعارفی مقدمہ بھی تھا جس میں اس یونیورسٹی کے چانسلر ڈاکٹر صالح بن عبداللہ العجو دفرماتے ہیں:

یہ کتاب اپنے نام سے پوری مناسبت رکھتی ہے۔ اس میں ایک ایسی تاریخی غلطی کی وضاحت کی گئی ہے جس کی وجہ سے شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب اور ان کی اس دعوت تو حیدر پر الزام لگا۔ یہ دعوت بندوں پر اللہ کا حق ہے اور جو اول نبی سے لے کر آخری نبی محمد بن عبداللہ ؓ تک سارے پیغمبروں کی دعوت ہے۔ الزام کی بنا پر ایسی غلطی ہی پیدا ہوئی جس سے اسلام اور مسلم شہنشو نے مسلمانوں میں تفرقی ڈالی اور ان کا اتحاد پاک پاک کرنے کی ناروا کوشش کی۔ توقع ہے کہ یہ معیاری کتاب استباہ دور کرنے، غلط خیالات کی اصلاح کرنے اور فاسد عزائم پر قدغن لگانے میں موثر کردار ادا کرے گی۔

الحمد للہ! دنیا کی مختلف زبانوں میں اس کتاب کے ترجمے شائع ہوئے جن میں انگریزی، فرانسیسی، ہوسا اور سواحلی زبانیں شامل ہیں۔ اردو، فارسی، پشتو، بنگالی اور روی زبانوں میں بھی اس کے ترجمے زیر طبع ہیں۔

اسی کتاب کا یہ پیش نظر ایڈیشن سعودی عرب کے ادارہ تحقیقات علمیہ و افتاء کے ہیڈ آفس کی طرف سے شائع ہو رہا ہے جس کی طرف انتساب کی سعادت مجھے بھی حاصل ہے، جہاں مجھے سابق مفتی عام سماحت اشیخ عبدالعزیز بن باز ۃ اللہ اور موجودہ مفتی عام سماحت اشیخ عبدالعزیز بن

عبداللہ آل الشیخ کے مشیر کی حیثیت سے خدمت کا شرف حاصل ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کتاب سے مسلمانوں کو بھرپور فائدہ پہنچے اور بعض لوگوں کے ذہن میں جو غلط فہمیاں پیدا ہو گئی تھیں جن کے بہانے و شمنان اسلام خود اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرنے کی کوشش کرتے ہیں، وہ دور ہو جائیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حق کی ہدایت فرمائے، اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے، ہماری نگاہوں پر باطل کے فتنے عیاں کر دے اور ان سے بچنے کی توفیق بخشنے۔ بعض لوگوں کے ذہنوں میں جو غلط عقائد راحنخ ہو گئے ہیں اور علمائے اسلام اور وطن قیم کی دعوت کے علمبرداروں کے بارے میں جو غلط فہمیاں پیدا ہو گئی ہیں، اللہ کرے وہ دور ہو جائیں۔

بیان میں نکالتہ توحید آ تو سکتا ہے
ترے دماغ میں بت خانہ ہو تو کیا کہیے
إِنَّهُ عَلَى ذَلِكَ قَدِيرٌ وَبِالْإِجَابَةِ جَدِيرٌ
وَآخِرُ دُعَوانَا أَنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مملکت سعودی عرب

ہدید آفس برائے اکینڈ کم ریسرچ و افقاء

وفتر مفتی عام

اجازت طبع و ترجمہ

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على نبينا محمد الصادق الأمين وبعد:
أخبار "رياض" شماره نمبر 10763، جلد: 34 بروز جمعه 12 شعبان 1418ھ، بمطابق
12 دسمبر 1997ء میں مفتی عام مملکہ سماحت الشیخ عبدالعزیز بن عبد اللہ بن باز رحمۃ اللہ کا فتویٰ شائع ہوا
جس میں انہوں نے ایسی کتاب کی عدم اشاعت کو، جس کی افادیت کے بارے میں مؤلف کو اطمینان
ہو، کہ تابع علم قرار دیا ہے۔ اس فتوے کے پیش نظر میں جامعہ اسلامیہ اور اس کے علاوہ نشر و اشاعت
کے دیگر اداروں کو اپنی کتاب "تاریخ وہابیت حقائق کے آئینے میں" بلا معاوضہ صرف اللہ سبحان سے
اجرو ثواب کی امید پر چھاپنے، نیز جامعہ اسلامیہ کی نگرانی میں دیگر زبانوں میں ترجمہ کرنے کی اجازت
دیتا ہوں۔

اگر بطور ہدیہ چند نسخے اطلاع کے لیے مجھے عطا کر دیے جائیں تو میں ان کے لیے دعا گور ہوں گا
اور نسخے سمجھنے والے اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان شاء اللہ اجر و ثواب کے مستحق ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ اس
کتاب کے علمی فوائد قائم و دائم رکھ۔ وہی اچھے کام کی توفیق دینے والا ہے۔

والسلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

ڈاکٹر محمد بن سعد شویلر

مشیر: وفتر مفتی عام، سعودی عرب

چیف ایڈیٹر: اسلامک ریسرچ میگزین

گر سب تالیف

کچھ عرصہ قبل میں نے ”وہابیت کے بارے میں ایک تاریخی غلط تہنی کی صحیح“ کے نام سے تقریباً ایک سو دس صفحات پر مشتمل ایک چھوٹی سی کتاب لکھی تھی جو پہلی دفعہ 1407ھ میں مراکش کے شہر طوان سے شائع ہوئی، پھر 1413ھ میں دارالمعارف ریاض نے اس کا دوسرا ایڈیشن شائع کیا۔

میں نے اس کتاب میں اس بات کی وضاحت کی تھی کہ شیخ محمد بن عبدالوہاب رضی اللہ عنہ کی دعوت کے مخالفین اور اللہ کے دین کے دشمن دنیا پرست لوگ ہیں۔ یہ لوگ اللہ کا نور بجھانے کے خواہش مند ہیں، یہ ہمیشہ ان لوگوں سے بر سر پیکار رہتے ہیں جو توحید باری تعالیٰ کی نشر و اشاعت اور تطیق کے لیے کوشش ہیں جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور ازاول تا آخر تمام انبیاء و رسول اسی مقصد و حید کی طرف دعوت دینے کے لیے بھیجے گئے۔

انھیں شمالی افریقہ میں خوارج کے اباضی فرقے کی ایک تحریک کا پیغام چلا جو دوسری صدی ہجری میں ”وہابیت“ کے نام سے آئی تھی اور خارجی فرقے کے ایک شخص عبدالوہاب بن عبد الرحمن بن رستم کی طرف منسوب تھی۔ اس تحریک کے بارے میں اس زمانے یا اس کے بعد آنے والے مغرب اقصیٰ اور اندرلیں کے بعض علماء کے فتوے بھی ان کے ہاتھ لگ گئے۔ پھر ان لوگوں نے آؤ دیکھانا شروع کیا اور چاہا کہ انھیں موجودہ اسلامی دعوت کو جو ”وہابیت“ کے نام سے مشہور کروی گئی تھی، خاموش کرنے کے لیے استعمال کیا جائے تاکہ اس کا حلقة اثر و سیع نہ ہو سکے کیونکہ پہلی سعودی حکومت شیخ محمد بن عبدالوہاب رضی اللہ عنہ کی اس دعوت حق

کی پشت پناہی کر رہی تھی اور 1157ھ میں امام محمد بن سعود اور امام محمد بن عبد الوہاب رض دونوں نے باہم ہاتھ ملا کر اللہ کے دین کی مدد اور تبلیغ دین کا فرض ادا کرنے کے لیے اس دعوت کو پھیلانے کا عہد کیا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنی توفیق سے نوازا۔ اس دعوت کو بڑی مقبولیت اور تائید حاصل ہوئی اور یہ دعوت تمام عالم اسلام میں پھیلنے لگی۔ حج کے لیے آنے والے علماء اسی سے متاثر ہوئے اور اپنے ملکوں میں اس کی نشر و اشاعت کرنے لگے۔ دنیاداروں کو اس سے خطرہ محسوس ہوا، انھوں نے اسے اپنے مفادات پر ضرب کاری سمجھا اور جب تاریخ میں مدفن رستی وہابیت کی خبریں ان کے ہاتھ لگیں تو انھوں نے اسے غیرممت سمجھا اور اس کے متعلق علماء کے فتووں کی کھود کر یہ شروع کی اور انھیں اس نئی دعوت پر منطبق کرنا شروع کر دیا۔ ان مفادوں پر ستون نے حقائق مسخر کرنے اور اس صحیح دعوت کا چہرہ بگاڑنے کی بڑی جدوجہد کی۔ نتیجتاً بعض لوگ ان افواہوں سے متاثر ہونے لگے کیونکہ لوگ عام طور پر یہ پر کی جھوٹی یا توں اور افواہوں کو بہت جلد لے اڑتے ہیں اور اصل حقائق تک پہنچنے کی جستجو گوارانہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ حقائق کا چہرہ بگاڑنے اور لوگوں کے افکار و اذہان غلط رخ پر ڈالنے میں افواہوں نے ہمیشہ اپنی کارستانی دکھائی ہے۔ مزید برآں اس میں لوگوں کی سادہ لوچی اور کم فہمی کا بھی بڑا اول ہوتا ہے۔

1407ھ کے لگ بھگ شیخ محمد بن عبد الوہاب رض کی دعوت کے بارے میں مرکاش کے ایک عالم سے میری ایک علمی گفتگو ہوئی جس کا خاطر خواہ نتیجہ نکلا اور ایک مشہور تاریخی غلط فہمی کا ازالہ ہو گیا۔ اسی کے نتیجے میں یہ کتاب ظہور میں آئی۔

جب میں نے اپنے بعض عزیزوں اور دوستوں سے اس کتاب کے سبب تالیف کا تذکرہ کیا تو انھوں نے خواہش ظاہر کی کہ اسے بھی دائرہ تحریر میں لے آیا جائے کیونکہ اس طرح اور لوگوں کو بھی اس کا علم ہو سکے گا اور اس سے زیادہ لوگ مطلع ہو جائیں گے۔ یوں بھی تحریری

چیز دیر پا ہوتی ہے اور متلاشیوں کے لیے برقرار رہتی ہے۔ میں احباب کی اس خواہش کی تکمیل کرتے ہوئے یہ تحریر پیش خدمت کر رہا ہوں۔

مناسب بھی یہی ہے کہ خود قارئین کرام بھی اس سبب سے آگاہ رہیں جس کی بنا پر یہ کتاب معرض تحریر میں آئی۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا ایک سبب پیدا کرو دیتا ہے اور اس کتاب کے پس منظر میں بھی ایک سبب ہی کا فرماتا ہا جس کی وجہ سے یہ موثر نتیجہ خیز سنجیدہ علمی گفتگو ہوئی جو اس کتاب کی صورت میں پیش خدمت ہے۔

1407ھ میں مجھے ایک ضروری کام کے لیے موریتانیا کا سفر کرنا پڑا اور وہاں سے سینیگال جانا ہوا۔ ہوائی پروازوں کا نام نیبل کچھ ایسا تھا کہ مجھے پانچ چھ دن مرکاش میں بھی قیام کرنا پڑا۔ وہاں ایک دن میں مقامی یونیورسٹی کے ایک پروفیسر صاحب کے ہاں مدعو تھا۔ موصوف کا تذکرہ میں یہاں ڈاکٹر عبداللہ کے فرضی نام سے کروں گا۔ ان کے کتب خانے میں ایک مجلہ ہوئی اور مختلف موضوعات زیر گفتگو آئے۔ انھیں مملکت سعودی عرب سے بہت محبت تھی اور وہاں وہ کئی کانفرنزوں میں بھی شرکت کر چکے تھے۔ اس وقت حاضرین کی تعداد تقریباً بارہ تھی۔ وہ سب کے سب اسی ملک کے اکابر علماء میں سے تھے۔ سعودی عرب سے اپنی محبت کا تذکرہ کرتے ہوئے میرے میز بان نے کہا:

ہمیں سعودی عرب سے بہت محبت ہے۔ میں ہی کیا تمام مسلمانوں کے دل اس کی طرف کچھ رہتے ہیں۔ ہماری حکومتوں میں بھی بہت ہم آہنگی اور قریبی تعلقات ہیں۔ اسلام اور مسلمانوں کی خاطر سعودی حکومت اور وہاں کے علماء کی مخلصانہ کوششیں بہت پسندیدہ نگاہوں سے دیکھی جاتی ہیں، لیکن کاش! تم لوگ وہاںی مدد و ہب ترک کر دیتے جس کی وجہ سے مسلمانوں میں اختلاف پیدا ہو گیا ہے۔

میں نے جواباً عرض کیا کہ شاید آپ لوگوں کے ذہن میں کچھ ایسی غلط معلومات بیٹھ گئی ہیں

جونا قابل اعتماد و رائع کی پیداوار ہیں۔ کیا اچھا ہو کہ ہم اس مسئلے میں اصل حقیقت کی جتوں میں ایک متفقہ رائے تک پہنچ جائیں، اس لیے بہتر ہے کہ احباب کی اسی مجلس میں اس موضوع پر دلائل کی روشنی میں علمی اور تحقیقی گفتگو کی جائے۔

میں نے مزید کہا کہ یہ ایک معروف حقیقت ہے کہ ہر شخص اپنے ملک کے علماء کی تحریروں پر زیادہ اعتماد کرتا ہے اور ان کا دل انھی سے زیادہ مطمئن ہوتا ہے، اس لیے میں اس گفتگو میں اس کتب خانے میں موجود کتابوں کے دائرے سے باہر نہیں جاؤں گا۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ میرے پاس کوئی کتاب نہیں ہے۔ مجھے تو گمان بھی نہ تھا کہ یہاں اس طرح کا کوئی موضوع زیر بحث آئے گا لیکن گفتگو شروع کرنے سے پہلے میری ایک گزارش سن لیجیے کہ دوران گفتگو ہم تعصباً اور جذبات سے دور رہیں اور قابل اعتماد دلیل کے علاوہ کوئی رائے پیش نہ کریں، اس لیے کہ ہمارا مقصد صرف یہ ہے کہ ہم حقیقت تک پہنچ سکیں، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کی پابندی اور اس کے دین کی تائید و حمایت ہی ہمارا ہدف اور مجھ نظر ہے۔ میرے میزبان نے کہا کہ مجھے منظور ہے اور یہ علمائے کرام ہمارے درمیان حکم ہیں۔ میں نے کہا میں بھی آپ سے متفق ہوں۔ اب اللہ پر بھروسہ کر کے گفتگو کا آغاز کیجیے۔

انھوں نے کہا: مثال کے طور پر وشریسی کی کتاب ”المعیار“ کی گیارہویں جلد لے لیجیے، انھوں نے لکھا ہے کہ شیخ الحنفی سے پوچھا گیا کہ ایک بستی ہے جس میں وہاں نے مسجد بنائی ہے، اس میں نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟^۱

”المعیار“ نامی یہ کتاب مالکی مذهب کے فتوؤں کا مجموعہ ہے جسے احمد بن محمد وشریسی نے مرتب کیا ہے۔ مرکاش کی حکومت نے اسے 13 جلدیں میں شائع کیا ہے اور وہاں سے یہ بطور ہدیہ تقسیم ہوتی ہے۔

^۱ دیکھیے المعیار المعرف فی فتاویٰ أهل المغرب: 11/168. جہاں اس مسئلے کا مزید تفصیل سے ذکر ہے۔

سوال پیش کرنے کے بعد کتاب مذکور کی گیا رہوں جلد لائی گئی۔ اسے دیکھنے کے بعد میں نے جواب دیا کہ اس سوال کے جواب میں شیخ نجمی نے جو فتویٰ دیا ہے، وہ بالکل صحیح ہے اور میں اس سے متفق ہوں۔

انہوں نے کہا کہ پھر تو ہم اس بات پر متفق ہو گئے کہ یہ فرقہ غلط ہے اور اس کا طریقہ کار صحیح نہیں ہے، خاص طور پر جبکہ مفتی نے جواب میں کہا ہے کہ یہ فرقہ خارجی گمراہ اور کافر ہے۔ اللہ تعالیٰ روئے زمین سے اس کا قلع قع کرے، ان کی مسجد کرانا اور انھیں مسلمانوں کے علاقوں سے نکال دینا واجب ہے۔

میں نے عرض کیا: ابھی ہم متفق نہیں ہوئے، ابھی تو گفتگو کی ابتداء ہے۔ غالباً آپ کو معلوم ہے کہ نجمی سے پہلے اور ان کے بعد کے دیگر علمائے کرام کے بھی اسی طرح کے فتوے اندرس اور شامی افریقیہ کے علماء و فقہاء کے پاس موجود ہیں جو خوارج کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کے احکام سے مستدبوں ہیں جن سے حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ نہروان کے مقام پر جنگ کی تھی۔

ہم اپنی اس گفتگو میں ان شاء اللہ اس بات کی وضاحت کر سکیں گے کہ جس فرقہ ”وہابیہ“ کا تذکرہ علمائے اندرس و شامی افریقیہ کے فتاویٰ میں آیا ہے اس سے کون لوگ مراد ہیں اور اس میں اور شیخ محمد بن عبد الوہاب رضی اللہ عنہ کی اصلاحی وعوت میں کیا فرق ہے جسے بدnam کرنے کے لیے اسے ”وہابیت“ کے غلط نام سے موسم کر دیا گیا ہے؟ اس طرح ہم ایک تاریخی غلط فہمی کی صحیح کر سکیں گے مگر یہ صحیح آپ لوگوں کے لیے اُسی وقت قابلِ اطمینان ہو گی جب اسے آپ لوگوں کے نزدیک معتبر اور تسلی بخش دلائل و براہین سے ثابت کیا جائے چونکہ ہم سب لوگ حقیقت کے متأثر ہیں، اس لیے تسلی بخش اور سنجیدہ رائے ہی سے غلط فہمیوں کا پردہ چاک ہو گا اور صحیح اور حقیقی مفہوم اُجاگر کیے جا سکیں گے۔

انہوں نے کہا: جی ہاں! ہم بھی لوگ حقیقت کے متأثر ہیں۔ اب اس موقف کے بعد آپ

اپنا نقطہ نظر پیش کریں، ہم لوگ اسے سننے کے لیے سراپا گوش ہیں۔ یہ علمائے کرام ہمارے درمیان فیصلہ کریں گے اور صحیح اور غلط کی وضاحت کریں گے۔

میں نے عرض کیا: ان شاء اللہ ابھی آپ لوگوں کے سامنے حقائق تک رسائی کا راستہ روشن ہو جائے گا اور درپیش معاطلے کی پوری طرح وضاحت ہو جائے گی۔ اس کے لیے ہم سب سے پہلے کتاب ”المعیار“ کے موجودہ اجزاء ہی سے ابتدا کرتے ہیں۔ ذرا آپ اس کتاب کا کچھ حصہ پڑھیں تاکہ یہاں موجودہ احباب سن سکیں۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ میں یہ فتویٰ پڑھ کر سناؤں یا کتاب کے نائل پر مندرج معلومات پڑھوں۔

میں نے کہا: نائل سے پڑھیں یا اندر سے پڑھیں، ایک ہی بات ہے۔

انہوں نے پڑھنا شروع کیا: المعيار المعرab فی فتاویٰ أهل المغرب، تالیف، احمد بن محمد الونشیری سی المتوفی عام 914ھ، فاس، المغرب۔ اس محقق میں بیٹھے معمتر تین عالم جو بہت ہی پروقار اور سنجیدہ مزاج تھے، ان کا نام احمد تھا۔ میں نے انھیں مخاطب کر کے کہا: شیخ احمد! ذرا مولف کتاب احمد الونشیری کی تاریخ وفات نوٹ کر لیں، انہوں نے نوٹ کر لیا، ”914ھ۔“

پھر میں نے دریافت کیا: کیا شیخ نجمی کی سوانح حیات مل سکتی ہے؟

میرے میزبان نے کہا: ہاں! پھر وہ کتب خانے سے سیر و سوانح کی ایک کتاب کی ایک جلد لے کر آئے جس میں علی بن محمد نجمی مفتی اندرس و شمالی افریقہ کے سوانح حیات خاصے تفصیل سے درج تھے اور ان کے علم و فضل کی تعریف کی گئی تھی۔

میں نے عرض کیا کہ اس وقت سب سے اہم بات جو اس سوانح کے آخر میں ہو گی، یہ ہے کہ ان کی وفات کب ہوئی؟ پڑھنے والے نے کہا کہ ان کی وفات 478ھ میں ہوئی۔^۱

^۱ الحلول السنديسيۃ، ص: 142، والأعلام للزرکلی: 5/148، الحلول السنديسيۃ میں یہ بھی درج ہے کہ ان کی وفات صفا قص شہر میں ہوئی۔

میں نے شیخ احمد سے پھر کہا کہ ذرا آپ ان کی بھی تاریخ وفات نوٹ کر لیں، انہوں نے لکھ لیا، ”478ھ“، ڈاکٹر عبداللہ نے کہا کہ کیا آپ کو ہمارے علماء اور ان کے فتاویٰ میں کچھ شک ہے؟

میں نے پوچھا: آپ نے کس بنا پر محسوس کیا کہ مجھے اس میں شک ہے؟ پھر میں نے حاضرین کو مخاطب کر کے دریافت کیا کہ کیا مجھ سے کوئی ایسی بات صادر ہوئی ہے جس سے یہ سمجھا جاسکے کہ مجھے اس میں شک ہے؟ سب نے بالاتفاق کہا: ”نہیں۔“ میں نے عرض کیا کہ میں اپنی طرف سے اور اپنے ملک کے علماء کی جانب سے اس شک و شبہ کی لفظ کرنے کے لیے یہ عرض کرتا ہوں کہ ہم سب ان کا احترام کرتے ہیں، انھیں عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور انہوں نے جو بھی فتاویٰ قرآن و سنت کے دلائل کی روشنی میں دیے ہیں، ہم انھیں صحیح سمجھتے ہیں۔ لیکن ہم نے جس موضوع پر گفتگو شروع کی ہے، اس پر دلائل کی روشنی میں کسی تسلی بخش نتیجہ تک پہنچنے کے لیے ہمیں کچھ صبر و تحمل سے کام لینے کی ضرورت ہے۔ اگر آپ کو عجلت ہے تو میں آپ لوگوں سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں۔ یہ فرمائیے کہ کیا علمائے کرام کے لیے امکانات کی دنیا اتنی وسیع ہے کہ وہ کسی ایسے عقیدے کے بارے میں فتویٰ صادر فرمائیں جن کے قاتلین کا بھی کوئی وجود ہی نہ ہو؟ یا کسی ایسے مسلک پر کوئی حکم لگایا جاسکتا ہے جو ابھی ظہور ہی میں نہ آیا ہو؟

سب نے کہا کہ نہیں! ہمیں ایسی کسی مثال کا علم نہیں ہے، الا یہ کہ رسول اللہ ﷺ کی حدیثوں میں کوئی ایسی بات وارد ہو تو یہ آپ ﷺ کے مجزات میں سے ہو گا لیکن حدیثوں میں بھی بالعموم اوصاف کا تذکرہ ہوتا ہے نہ کہ اسماء کا۔

میں نے اپنے مخاطب سے پوچھا: کیا یہ صحیح نہیں ہے کہ آپ حضرات اور آپ کے علاوہ دوسرے لوگ بھی یہی سمجھتے ہیں کہ ”وہابیت“ کی داعی بن سب سے پہلے محمد بن عبد الوہاب

نے نجد میں ڈالی تھی؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں، میں نے کہا کہ تھی اور انہیں وشائی افریقہ کے دوسرے علمائے مالکیہ نے جس وقت فتویٰ صادر کیا تھا، اس وقت محمد بن عبدالوہاب تو کیا ان کے بائیکیسویں جداً مجدد بھی پیدا نہیں ہوئے تھے۔ اس لیے کہ ایک صدی میں تقریباً تین پشتیں ہوتی ہیں۔ اس حساب سے عبدالوہاب بن رستم کی وفات شیخ محمد بن عبدالوہاب کی وفات سے تقریباً اکتیس پشتیں پہلے ہوئی تھی۔ ظاہر ہے کہ آپ کے علماء اور تمام مسلمانوں کے علماء کوئی غیب و ان تو نہیں تھے نہ جادوگری کرتے تھے اور نہ بغیر علم و آگہی فتاویٰ صادر کر سکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿فُلَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبُ إِلَّا اللَّهُ وَمَا يَعْلَمُونَ إِنَّمَا يُعْلَمُ بِمَا يُعْلَمُونَ﴾

”آپ کہہ دیجیے کہ آسمانوں اور زمین میں اللہ کے علاوہ کوئی غیب نہیں جانتا اور وہ یہ بھی نہیں جانتے کہ وہ کب اٹھائے جائیں گے۔^۱

انہوں نے کہا: کچھ مزید وضاحت کیجیے۔ میں نے عرض کیا:

شیخ محمد بن عبدالوہاب 1115ھ میں پیدا ہوئے اور 1206ھ میں وفات پا گئے۔ جبکہ اس کتاب ”المعیار“ کے مؤلف احمد و نشری سی جنہوں نے تھی کا فتویٰ نقل کیا ہے، شیخ محمد بن عبدالوہاب کی وفات سے 292 برس پہلے وفات پا چکے تھے اور صاحب فتویٰ شیخ تھی شیخ محمد بن عبدالوہاب کی وفات سے 728 برس پہلے وفات پا چکے تھے جیسا کہ شیخ احمد نے ابھی نوٹ کیا تھا۔ کچھ اسی طرح ان دیگر انہیں وشائی افریقہ کے علماء کا بھی حال ہے جنہوں نے اس ”وبایت“ کے بارے میں فتاویٰ صادر کیے ہیں۔

انہوں نے پوچھا: آپ کا مطلب کیا ہے؟ تسلی بخش دلائل کے ساتھ کچھ مزید وضاحت کیجیے۔

میں نے کہا کہ شمالی افریقہ اور اندرس کے علماء نے وہابی فرقہ کی طرف توجہ دلائی تھی اور مسلمانوں کو اس سے منتبہ کیا تھا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے زمانے میں ان کے علاقوں میں یہ فرقہ موجود تھا جب کہ دوسرے علاقوں میں اس کا کوئی وجود نہیں تھا، اسی لیے شہرتانی نے اپنی کتاب ”الممل والنحل“ اور ابن حزم نے اپنی کتاب ”الفصل في الملل والأهواء والنحل“ میں کسی ایسے فرقے کا ذکر نہیں کیا۔ اور جہاں تک ہمارے زیر بحث موضوع کا تعلق ہے تو کیا آپ کے پاس الفردیل کی کتاب ”شمالی افریقہ کے مسلمان فرقے“ موجود ہے؟ جس کا عبدالرحمن بدودی نے عربی میں ترجمہ کیا ہے۔

انھوں نے کہا: جی ہاں، بالکل موجود ہے۔ یہ لیجیئے۔ موصوف اُنھے اور وہ کتاب لے آئے۔ میں نے کہا کہ اس کے آخر میں ”حرف داؤ“ کا باب پڑھا جائے۔ حاضرین میں سے ایک آدمی نے پڑھا ”وهبیۃ“ یا ”وهاۃیۃ“ ایک خارجی اباضی فرقہ ہے جسے عبدالواہب بن عبدالرحمن بن رستم نے ایجاد کیا تھا۔ اسی کے نام پر اسے ”وہابیت“ کہا گیا۔ اس نے اسلامی احکام معطل کر دیے تھے، حج منسوخ کر دیا تھا، اس کے اور اس کے مخالفین کے درمیان جنگیں ہوئیں اور آخر میں بتایا کہ اس کی وفات 197ھ میں شمالی افریقہ کے شہرتاہر میں ہوئی۔

اس مصنف نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس کا یہ مستقل نام اس لیے پڑا کہ اس نے اپنے مذهب میں طرح طرح کی تجدیدیاں کر دی تھیں اور نئے نئے عقائد شامل کیے تھے۔ یہ لوگ شیعوں سے بھی اتنی ہی نفرت کرتے تھے جتنی اہل سنت سے ^۴ الفردیل نے اپنی اس کتاب میں عربوں کی فتوحات سے لے کر اپنے زمانے تک شمالی افریقہ میں پائے جانے والے تقریباً تمام فرقوں کا ذکر کیا ہے۔ عبدالواہب بن رستم کی وفات کے بارے میں اس کے تذکرہ نگاروں میں اختلاف ہے۔ زرکلی نے اپنی کتاب ”الاعلام“ میں اس کا سن وفات 190ھ بتایا ہے۔^۵

^۴ ملاحظہ ہو، ص: 140-154۔ ^۵ الأعلام: 5/ 198، طبعة دار العلم للملاتين.

یہاں پہنچ کر میں نے اپنے میزبان اور دیگر حاضرین علماء سے کہا کہ یہی وہ وہابیت ہے جس نے مسلمانوں میں اختلاف پیدا کیا تھا اور اسی کے بارے میں اندرس اور شامی افریقیہ کے علماء نے وہ فتوے صادر کیے تھے جنہیں آپ لوگ اپنے ہاں عقائد کی کتابوں میں پڑھتے ہیں اور وہ لوگ ان فتووں میں حق بجانب تھے۔ لیکن شیخ محمد بن عبد الوہاب رضی اللہ عنہ کی علمی اصلاحی دعوت جس کی امام محمد بن سعود نے تائید کی، وہ خوارج اور ان کے اعمال کی بالکل مخالف تھی، اس لیے کہ اس دعوت کی بنیاد تو کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کی اطاعت اور اس کے مخالف امور سے اجتناب و ابعاد پڑھی۔ یہ لوگ اہل سنت والجماعت میں سے تھے لیکن اس دعوت کے بارے میں جو شکوک و شبہات پھیلائے گئے اور جن کی اسلام اور مسلمانوں کی دشمن سامراجی طاقتلوں اور ان کے لے پا لک دوسرا لوگوں نے خوب ترویج و اشاعت کی تاکہ مسلمانوں میں انتشار و افتراق پیدا کیا جائے۔ اس کا سبب یہ تھا کہ اس وقت سامراجی طاقتیں عالم اسلام کے اکثر علاقوں پر قابض تھیں اور وہی ان کی قوت اور غلبے کا اصل وقت تھا۔ صلیبی جنگوں سے انھیں یہ تجربہ ہو چکا تھا کہ ان کے مقاصد کی تکمیل میں سب سے بڑا روزا یہی خالص اسلام ہے جو ملادوں سے یکسر پاک صاف ہے اور جس کی نمائندگی علمی تحریک کر رہی ہے۔ ان دشمنان اسلام کو رسمی وہابیت کا بنا بنا یا فتح میں گیا جسے انھوں نے شیخ محمد بن عبد الوہاب کی دعوت حق پر فتح کرو یا تاکہ لوگوں کو اس سے تنفس کر کے مسلمانوں میں اختلاف پیدا کیا جاسکے کیونکہ ان کا تواصل ہی یہ ہے کہ ”لڑاؤ اور حکومت کرو۔“

چونکہ سلطان صلاح الدین الیوبی رضی اللہ عنہ صلیبیوں کو اسی وقت ملک شام سے نکالنے میں کامیاب ہو سکے جبکہ انھوں نے مصر میں عبیدی فاطمیوں کی باطنی حکومت کا قلع قع کیا اور شام سے علمائے اہل سنت کو بلا کر انھیں مصر کے تمام علاقوں میں پھیلا دیا، اس طرح مصر سے باطنی تشویج کا خاتمه ہوا اور لوگ عقائد و اعمال میں اہل سنت کے مدل اور واضح مسلک پر واپس آئے۔

سامراجی طاقتوں نے جب دیکھا کہ امام محمد بن عبدالوہاب اور محمد بن سعود رض کی قائم کردہ اس توحیدی سُنّتی حکومت کا دائرہ وسیع ہوا ہے اور لوگ تیزی سے اس دعوت کا استقبال کر رہے ہیں تو انہیں یہ خطرہ محسوس ہوا کہ اس طرح سلطان صلاح الدین ایوبی کی تاریخ انپر آپ کو از سر نو دہرانے لگے گی۔ اور اس حقیقت سے تو آپ سب باخبر ہیں کہ سامراج جس ملک میں داخل ہوتا ہے، سب سے پہلے اہل سنت دُور ہٹانے اور اہل بدعت قریب لانے کی کوشش کرتا ہے، اس لیے کہ یہ اہل بدعت ہی ہیں جو مسلمان ملکوں میں سامراجی طاقتوں کے مقاصد کی تبحیل کے لیے آلہ کار بنتے ہیں۔

میرا اندازہ تھا کہ یہ جواب سب کے لیے تسلی بخش ہو گا اور وہ مطمئن ہو جائیں گے لیکن حاضرین میں سے ایک شخص نے یہ سوال کیا کہ کیا ایسا ممکن نہیں کہ محمد بن عبدالوہاب نے انہی پر ان لوگوں کا منجع لے لیا ہوا اور از سر تو اس کا احیاء کیا ہو؟ میں نے جواب دیا کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ دونوں علاقوں کے مابین بڑا طویل فاصلہ تھا جس کے باعث معلومات ایک دوسرے تک نہیں پہنچ پاتی تھیں، نہ جزیرہ نماۓ عرب کی تاریخ میں عبدالوہاب بن عبد الرحمن بن رستم کا کوئی تذکرہ ملتا ہے حتیٰ کہ الملل والنحل کا مطالعہ کرنے والوں اور اس کے مصنفوں، مثلاً: شہرستانی اور ابن حزم کے ہاں بھی اس کا کوئی تذکرہ نہیں ہے، نہ ابن تیمیہ کے دور میں اس کا کوئی ذکر ہے، حالانکہ ابن رستم ان لوگوں سے بہت پہلے گزر چکا تھا۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ عبدالوہاب بن رستم کے فرقہ و بابیت کا تذکرہ شمالی افریقہ اور انڈس سے باہر ہی نہ نکل سکا۔ دوسری بات یہ ہے کہ شیخ محمد بن عبدالوہاب کی دعوت ان تمام فرقوں کے خلاف ہے جنہوں نے کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کی مخالفت کی ہے، اس لیے کہ یہ دعوت صرف سلف صالحین کے ملک کی تجدید ہے اور اس کے خلاف اس میں کوئی بات نہیں ہے۔

تمیری بات یہ ہے کہ شیخ محمد بن عبدالوہاب رض کی دعوت کو ان کی طرف نسبت دے

کروہابیت کے نام سے موسوم کرنا معنوی اعتبار سے بھی غلط ہے۔ اس لیے کہ یہ دعوت ان کے والد نے شروع نہیں کی تھی ورنہ اس نسبت میں ان کے والد اور ان کی دوسری اولاد بھی شریک ہوتی اور یہ سب کی مشترک نسبت ہوتی جب کہ شیخ محمد قوان کی اولاد میں سے ایک ہیں۔

چوتھی بات یہ ہے کہ شیخ محمد بن عبدالواہب رض کی دعوت روز اول ہی سے اباضی خوارج اور دوسرے تمام مذموم فرقوں سے مکسر مختلف ہے اور یہ چیز اس دعوت کے قائدین و علماء کے رسولوں اور کتابوں سے بالکل واضح ہے۔

پانچویں بات یہ ہے کہ ان کی طرف جو غلط باتیں منسوب کردی گئی ہیں، میں ان کی کتابوں اور ان کے تلامذہ کی کتابوں سے یہ ثابت کر دوں گا کہ وہ سب لوگ ان غلط باتوں اور جھوٹے الزامات سے اپنی براءت کا اعلان کرتے ہیں اور کہتے ہیں: سب حانک یا رب! هذا بهتان عظیم جب حقیقت حال یہ ہے تو پھر یہ کہاں تک درست ہے کہ انسان جس امر سے اپنی براءت کا متواتر اعلان کر رہا ہے، اس کی طرف اُسی نوعیت کی غلط اور بے اصل باتیں منسوب کی جاتی رہیں؟

لیکن پہلے ہم اپنی گفتگو مکمل کریں گے۔ اسی کتب خانے میں ان شاء اللہ ایسے مراجع مل جائیں گے جن سے ذہن میں بیٹھے ہوئے غلط شبہات کا ازالہ ہو سکے گا۔ مومن ہمیشہ حکمت و دانائی کی حلاش میں رہتا ہے۔

پھر میں نے عرض کیا کہ شاید آپ کے ہاں آپ ہی کے علاقے کے بارے میں ایک فرانسیسی مؤلف، چارلس آندرے، کی کتاب "شمائل افریقہ کی تاریخ" مل جائے جسے تیونس کے سابق وزیر اعظم محمد مزاہی اور بیشہ زن سلامہ نے عربی کا جامہ پہنایا ہے۔

ڈاکٹر عبداللہ نے کہا: جی ہاں! یہ کتاب موجود ہے، پھر وہ کتاب لائے۔ یہ کتاب تین اجزاء پر مشتمل ہے۔ فہرستوں پر نظر ڈالی۔ دوسری جلد میں خوارج کی حکومتوں کے تذکرے کے ضمن

میں "ملکت تاہرت" کا نام نظر آیا۔ یہیں وہ رسمی حکومت تھی۔ مؤلف نے تفصیل کے ساتھ ان کے عقائد، ان کی سلطنت کے رقبے اور تہذیبی مظاہر کا تذکرہ کیا ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ وہابیت کا نام عبدالوہاب بن عبد الرحمن بن رستم کی طرف منسوب ہے جو اپنے ہم مدہب لوگوں کا مخالف تھا، مؤلف نے بتایا ہے کہ یہ رسمی وہابیت اہل سنت کے عقائد کے یکسر خلاف تھی۔^{۴۰} پھر میں نے کہا کہ شاید آپ کے کتب خانے میں ڈاکٹر عبدالعزیز سالم کی کتاب "المغرب الکبیر، الحصر العجاسی" موجود ہوگی۔ انہوں نے کہا: جی ہاں! موجود ہے، پھر وہ یہ کتاب لے آئے۔

ہم لوگوں نے دیکھا تو دوسری ہی جلد میں مغرب کے شہر "تاہرт" کی رسمی حکومت کا تذکرہ ملا۔ اس میں مصنف نے بتایا تھا کہ عبد الرحمن بن رستم فارسی الاصل تھا۔ ۱۷۱ھ میں اسے اپنی موت کے قرب کا احساس ہوا تو اس نے اپنی رسمی حکومت کے سات بڑے آدمیوں کے حق میں وصیت کر دی، انھی میں اس کا لڑکا عبدالوہاب اور یزید بن فندیک بھی شامل تھے۔ اس کے بعد عبدالوہاب سے حکومت کی بیعت ہوئی، اس کے نتیجے میں اس کے اور ابن فندیک کے مابین اختلاف اٹھ کھڑا ہوا۔ اس طرح ابن رستم کے دین اباضیت میں، جسے وہ مشرق سے مغرب میں لایا تھا، دو دھڑے بن گئے۔ ایک فرقہ تھا "وہابیہ" جو عبدالوہاب بن رستم کے ساتھ تھا اور دوسرا فرقہ "النکاریہ" کے نام سے مشہور ہوا۔ دونوں فرقوں میں متعدد جنگیں ہوئیں جن میں "النکاریہ" کو شکست ہوئی اور ان کا لیڈر ابن قندیرہ مارا گیا۔ نکاریہ کی اس کمزوری کے دور میں معتزلہ کا فرقہ "واصلیہ" بھی ان سے مل گیا تھا۔

پھر مؤلف نے یہ بھی بتایا کہ آخری عمر میں اسی عبدالوہاب نے حج کا بھی ارادہ کیا تھا لیکن اس کے پیروکاروں نے عباسیوں کے خوف سے اسے "نقوس" شہر ہی میں رہنے کا

^{۴۰} شمالی افریقہ کی تاریخ: 40-50 اور دیگر مقامات۔

⁴
مشورہ دیا۔

پھر میں نے کہا کہ اگر ہم الفرڈیل کی کتاب ”شامی افریقہ کے مسلم فرقے“ فتحِ اسلامی سے لے کر آج تک، کو دوبارہ دیکھیں تو ایک اور جگہ اس نے لکھا ہے کہ خوارج کا فرقہ وہیہ جو عبد اللہ بن وہب الراہب کی طرف منسوب ہے جس سے حضرت علی بن ابو طالب رض نے ”نہروان“ کے مقام پر جنگ کی تھی، یہ لوگ بھی اباضی خوارج کے مذهب پر تھے، ان کے دھڑوں کے بارے میں لکھا ہے کہ مغرب میں تاہرت کے اباضیہ بھی انھی لوگوں میں سے ہیں جن کی رسمی حکومت شامی افریقہ کے علاقوں میں قائم ہوئی تھی۔ یہ ان میں سب سے زیادہ متعدد فرقہ تھا۔ یہ لوگ عبدالوہاب بن رستم کے پیروکار تھے اور اسی کی طرف نسبت دے کر اس فرقے کو ”وہابیہ“ کہا گیا، اس لیے کہ اس نے مذهب میں بہت سی تبدیلیاں کی تھیں اور بہت سے نئے معتقدات کا اضافہ کیا تھا۔

مؤلف نے تقریباً بارہ صفحات میں اس فرقے کا تذکرہ کیا ہے اور بتایا ہے کہ یہ لوگ اہل سنت سے کراہت رکھتے تھے۔⁵

اس کے بعد میں نے عرض کیا کہ شامی افریقہ کے بارے میں عقادم و سیر کی ان کتابوں کے مطالعے کے بعد حقیقت کے طلب گارکے لیے جوبات کھل کر سامنے آئی ہے، وہ یہ ہے کہ جب سے دوسری صدی ہجری میں رسمی اباضی خوارج کی شاخ اور عبدالوہاب بن عبد الرحمن بن رستم کی طرف منسوب اس ”وہابیہ“ فرقے کا ظہور ہوا، تمام مؤلفین نے اس کے عقادم کی تردید کی ہے اور تقریباً سبھی مصادر میں اس پر زور دیا گیا ہے۔

⁴ المغرب الكبير، العصر العباسي: 2/ 551-557 طبع دار النهضة العربية بيروت۔ اس کتاب میں بھی عبدالوہاب بن رستم اور اس کی حکومت کے بارے میں مفصل معلومات درج ہیں اور اس کی وفات 211ھ میں بتائی گئی ہے۔

⁵ دیکھیے الفرق الإسلامية في شمال الأفريقية، ص: 150.

جبکہ ادھر شیخ محمد بن عبد الوہاب رضی اللہ عنہ کا معاملہ کیسروں مختلف ہے۔ انہوں نے اپنی دعوت و تحریک ہی اس لیے شروع کی تھی کہ اسلام میں داخل ہو جانے والی ان آمیزشوں کا قلع قلع کیا جائے جو اسلام کے روشن چہرے کو داغ دار کر رہی تھیں۔ شیخ موصوف مسلمانوں کے عقائد کی تصحیح کر کے انھیں شرک و بدعت کی آلودگیوں سے پاک کرنا چاہتے تھے جیسا کہ آپ سے پہلے عراق میں امام احمد بن حبیل، شام میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ، مصر میں عزال الدین بن عبد السلام، مغرب و اندر اس میں علامہ شاطیبی، یمن میں امیر صناعی اور ان کے علاوہ دوسرے داعیانِ حق نے کیا تھا۔ یہ سب لوگ اور ان کے علاوہ دوسرے ائمہ اصلاح و تجدید سب کے سب خوارج کے فرقوں اور ان کے غلط عقائد، اعتراضات و بدعت کی دعوتوں اور اہل سنت و اجماعت کے مخالف تمام باطل عقیدوں کے سخت و شمن تھے، یہ سب کچھ الملل والاهوا والنحل کی کتابوں میں مدون ہے۔

الحمد للہ! میری اس گفتگو سے سب لوگ مطمئن ہو گئے۔ خاص طور پر جب انہوں نے دیکھا کہ ان کی تاریخی اور عقائد کی کتابوں میں بار بار اسی "وہابیہ" فرقے کا ذکر آیا ہے اور ان کے عقائد و افکار کی مثالیں درج کی گئی ہیں تو اس امر سے انھیں حقیقتِ حال جانے میں بڑی مدد ملی۔ لیکن میں نے بہتر سمجھا کہ یہ مفہوم اتنا پختہ کر دیا جائے کہ ان لوگوں کے دل میں اس بارے میں شک و شبہ کی کوئی ادنیٰ سی بھی گنجائش باقی نہ رہے۔ اور بعد ازاں آنے والے جو لوگ اس گفتگو کی رواداد پر ہیں، وہ بھی مستفید ہو سکیں۔

علمائے بلاغت کا قول ہے کہ الفاظ کی بہتان و تکرار مفہوم میں پچھلی پیدا کردیتی ہے۔ اس لیے میں نے عرض کیا کہ کیا آپ حضرات پسند فرمائیں گے کہ ہم کچھ اور کتابوں کی طرف رجوع کریں تاکہ ہمارے سامنے مزید تاریخی حقائق آشکارا ہو سکیں اور یہ ثابت ہو جائے کہ جب آل سعود نے شیخ محمد بن عبد الوہاب رضی اللہ عنہ کی دعوت کی نشر و اشاعت کا اہتمام کیا اور اللہ تعالیٰ کے قول:

﴿وَإِنَّهُ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمَكَ وَسَوْفَ يُشَكُُونَ﴾^۱

”اور بلاشبہ یہ یقیناً تیرے لیے اور تیری قوم کے لیے ایک نصیحت ہے اور عنقریب تم سے پوچھا جائے گا۔“^۲

کی روشنی میں اسلاف کرام کی اقتدا میں دعوت و تبلیغ کا فرض ادا کرنے کے لیے دیگر عرب ممالک کے حکام سے خط کتابت کی تو اس وقت آپ کے ملک کے علماء و حکام نے اس سے گہری دلچسپی کا اظہار کیا اور اس سلسلے میں مزید مذاکرات اور تحقیق حال کے بعد اس دعوت کی صحت، اہمیت، ضرورت اور افادیت پر انھیں مکمل اطمینان ہو گیا۔

ان لوگوں نے کہا: ہاں ہم سب لوگ مزید مدلل، تلی بخش اور مفید معلومات کے آرزومند ہیں۔

میں نے کہا: ان شاء اللہ تعالیٰ ایسا ہی ہو گا۔ شاید آپ لوگوں کو معلوم ہو کہ امام سعود بن عبد العزیز پہلی سعودی حکومت کے تیسرے امام تھے۔ وہ ۱۹۱۲ھ میں مکہ مکرمہ آئے تو انھوں نے شمالی افریقہ، تیونس اور سرماش وغیرہ کے حکام کے نام ایک خط بھیجا جس میں توحید اور دین قیم کے ان بنیادی عقائد کی حقیقت بیان کی گئی تھی جو جناب رسول اللہ ﷺ نے اجاتر فرمائے تھے اور لوگوں کو سچائی اور امانت کے ساتھ اس کی دعوت دی تھی لیکن شوئی قسم بعد ازاں حالات کی رفتار کے ساتھ ساتھ اس صاف شفاف دین قیم میں طرح طرح کی نتیجی با توں کی ملاوٹ ہوتی چلی گئی۔ یہ تین صفات کا خط تھا جسے جرمی سے شائع ہونے والے میگزین، اسلامیکا (Islamika) نے ایک مستشرق کے قلم سے اپنے تبصرے کے ساتھ شائع کیا تھا اور اس میں دعوت کی حقیقت اجاتر کی تھی۔^۳

اس خط کی عبارت کے عربی متن اور معانی سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس میں امام سعود اور ان کے والد محترم کے ان کارناموں کا ذکر کیا گیا تھا جو انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کے حکام

^۱ الزخرف ۴:۴۳.

^۲ ملاحظہ ہواں میگزین کی جلد نمبر ۷: ۱۹۳۵ء۔

کے نفاذ اور دعوتِ دین کے لیے کیے تھے تاکہ لوگوں کے ذہنوں سے ان جھوٹی افواہوں کا ازالہ کیا جاسکے جو اس تحریک کی طرف منسوب کر دی گئی تھیں۔ خود شیخ محمد بن عبد الوہاب رضی اللہ عنہ (1115-1206ھ) نے اپنی وفات سے پہلے اپنے جوابی خطوط میں ان کی پر زور تردید فرمائی۔ آپ نے اپنے ایک حریف عبداللہ بن حکیم کے نام اپنے مکتوب میں لکھا:

”سبحانک هدا بہتان عظیم!“ ہم سے پہلے خود جناب رسول اللہ ﷺ کی طرف بھی طرح طرح کی جھوٹی باتیں منسوب کی گئی تھیں۔“ اسی طرح آپ نے بقداد کے ایک عالم شیخ عبدالرحمن السویدی رضی اللہ عنہ کے نام ایک خط میں اپنے عقیدے اور اپنی دعوت کی وضاحت کی اور بتایا کہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دیتا ہوں اور لوگوں میں پھیلی ہوئی مشرکانہ عادتوں اور اللہ کو چھوڑ کر مردوں کو پکارنے اور ان سے مدد طلب کرنے سے منع کرتا ہوں، اسی وجہ سے بعض لوگوں نے ہماری مخالفت شروع کر دی اور ہم پر جھوٹے الزامات لگائے۔ شیخ موصوف نے یہاں تک فرمایا: میں نے اپنے ماتحت لوگوں کے لیے یہ بات شرط لازم قرار دی ہے کہ وہ نماز قائم کریں، زکاۃ ادا کریں، اللہ تعالیٰ کے دیگر فرائض کی پابندی کریں اور سود، شراب خوری اور دیگر منکرات سے دور بھاگیں۔ میرے مخالف سرداروں کو میری اس دعوت میں کسی نکتہ چینی کا موقع نہ مل سکا کیونکہ عوام ان چیزوں کو پسند کرتے ہیں، اس لیے انہوں نے میری دعوت توحید اور شرک سے ممانعت کو ہدف تعمید بنایا اور اپنے عوام کو یہ باور کرایا کہ اکثر لوگ ان باتوں کے مخالف ہیں۔ اس طرح یہ فتنہ بہت بڑھ گیا اور شیطان کی ساری فوج حرکت میں آگئی اور میرے خلاف ایسی ایسی بہتان طرازی کی گئی کہ ایک عقل مند شخص اُسیں بیان کرتے ہوئے بھی شرماتا ہے چہ جائیکہ انھیں کسی طرف منسوب کرے۔ انھی میں سے ایک الزام وہ بھی ہے جس کا آپ نے ذکر کیا ہے کہ میں اپنے تبعین کے علاوہ تمام لوگوں کو کافر کہتا ہوں اور ان کے نکاحوں کو غلط سمجھتا ہوں۔ یا للعجب! کیا یہ بات کسی عقل مند آدمی کے دماغ میں آسکتی ہے؟ کیا کوئی مسلم یا کافر سمجھ دار یا جنون ایسا کہہ سکتا ہے؟

ای طرح کی متعدد جھوٹی اور لغو باتوں کا جو بد نیتی سے ان کی طرف منسوب کر دی گئی تھیں، حوالہ دے کر فرماتے ہیں: خلاصہ کلام یہ ہے کہ توحید کی دعوت اور شرک سے ممانعت کے علاوہ جو بھی غلط باتمیں میری طرف منسوب کی گئی ہیں، وہ سب بہتان ہیں جو کسی اور سے پوشیدہ رہ جائیں تو رہ جائیں لیکن آپ جیسے شخص پر مخفی نہیں رہ سکتیں۔^۱

پھر میں نے عرض کیا: مغرب اقصیٰ (مراکش) کے علماء اور حکام کی حقیقت جوئی کا مشاہدہ

حسب ذیل امور سے کیا جاسکتا ہے:

① مغرب اقصیٰ کے اس وقت کے سلطان اور موجودہ رائل فیملی کے جد اعلیٰ "سیدی محمد بن عبد اللہ علوی"، نور و فکر اور تحقیق و جستجو کے بعد اس دعوت سے متاثر ہوئے، انہوں نے اس کے ابلاغ کا بڑا اہتمام کیا اور اپنے ملک میں پھیلی ہوئی بدعتوں اور صوفیانہ سلسلوں کے خلاف مہم شروع کی، اجتہاد کی دعوت دی، سنت نبوی کی نشر و اشاعت کا اہتمام کیا کیونکہ وہ اپنے زمانے کے مسلم حکام میں سب سے زیادہ قوی اور مضبوط حاکم تھے اور ان کا ملک عبیدی باطنیت، اہل بدعت، جہالت اور رسمی باطنی خارجی و ہابیت کا خمیازہ بھگلت چکا تھا۔ سقوط اندرس کے بعد شمالی افریقیہ کے علاقوں پر صلیبی حملے اس پر ممتاز تھے۔

محمد جمعہ نے اپنی کتاب "انتشار دعوة الشیخ محمد بن عبد الوهاب" میں سیدی محمد بن عبد اللہ علوی کے متعدد ایسے کارناموں کا تذکرہ کیا ہے جن میں وہ شیخ محمد بن عبد الوهاب کی دعوت سے بالکل متفق ہیں اور یہ ثابت ہوتا ہے کہ دونوں توحید کو خالص کرنے اور اسے شرک و بدعت سے پاک کرنے کے لیے کوشش تھے۔^۲

۱ تاریخ افریقیا الشماليۃ، شائع کردہ: إدارة الملك عبدالعزيز، ریاض۔

۲ یہ خط عبد اللہ بن حمیم کے نام پیشے گئے خط اور پھر آپ کے صاحزادے عبد اللہ کے وفای مکتب کے مفصل مطالعے کے لیے دیکھیے البیان والاشہار تالیف شیخ فوزان الفیش، طبع اول: 1372ھ، ص: 82-84، نیز رسائل اشیخ محمد بن عبد الوهاب، ج: 5، طبع: جامعۃ الایمام محمد بن سعود الاسلامیہ۔

یہ وہی سلطان ہے جن کا ذکر فرانسیسی مؤرخ چارلس جولیان نے اپنی کتاب ”شمالی افریقہ کی تاریخ“ میں کیا ہے جس کا ترجمہ جیسا کہ پہلے عرض کیا ہے کہ محمد مزاںی اور بشیر بن سلامہ نے عربی میں کیا ہے۔

اسی کتاب کی دوسری جلد میں مؤلف نے کہا ہے کہ سیدی محمد بہت متقدی اور پرہیزگار آدمی تھے۔ انھیں حجاج کے ذریعے خبر ملی کہ جزیرہ عرب میں وہابی تحریک تیزی سے پھیل رہی ہے اور آل سعود اس کی تائید کر رہے ہیں، انھیں اس کی تعبیریں بہت پسند آئیں۔ وہ کہا کرتے تھے کہ میں مسلکي المذهب اور وہابي العقيدة ہوں۔ ان کی دینی غیرت اور جذبے کی شدت کا یہ حال تھا کہ انھوں نے دین میں تسلیم پیدا کرنے اور اشعری مذهب جائز تھہرا نے والی بعض کتابیں تلف کرنے اور بعض خاقانیں گرانے کا حکم دے دیا۔^❶

② مغرب اقصیٰ کے مؤرخ احمد الناصری نے اپنی کتاب ”الاستقصاء فی تاریخ المغرب الأقصیٰ“ کی آٹھویں جلد میں اس کا بالتفصیل تذکرہ کیا ہے۔ یہ کتاب تو میقیناً آپ کے کتب خانے میں موجود ہو گی؟ انھوں نے کہا: ”جی ہاں موجود ہے۔“ جب یہ کتاب آگئی تو ہم نے 1226ھ کے واقعات پڑھنے شروع کیے جن میں مؤلف نے لکھا ہے:

”اس سال اہل مغرب (مراکش) کی ایک جماعت نے حج کیا، ان کے ساتھ سلطان مغرب مولیٰ^❷ سلیمان کے بیٹے مولیٰ ابراہیم بھی تھے۔ مولیٰ سلیمان نے اپنے والد سیدی محمد بن عبد اللہ علوی کے بعد مراکش کی حکومت سنگھاٹی تھی۔ ان کے لڑکے مولیٰ ابراہیم اور ان کے ساتھ جانے والے حجاج نے بتایا کہ ہم نے اہن سعود کی حکومت میں دین کی معلومہ ظاہری باتوں کے خلاف کوئی چیز نہیں دیکھی۔ جو کچھ ہم نے ان میں اور ان کے قبیلين میں دیکھا، وہ یہی

^❶ تاریخ افریقیا الشمالیہ: 2/311.

^❷ مراکش میں قابلِ احترام شخصیتوں کو ”مولیٰ“ یا ”مولائی“ کہا جاتا ہے جس طرح اردو میں علمائے کرام کو ”مولوی“ یا ”مولانا“ لکھا اور بولا جاتا ہے۔

ہے کہ یہ لوگ استقامت کے ساتھ اسلام کے شعائر طہارت، نماز اور روزے کے پابند ہیں،
براپیوں سے منع کرتے ہیں اور انہوں نے حریم شریفین کو گناہوں سے پاک کر دیا ہے۔¹

میں نے کہا کہ خود اسی مؤلف الناصری نے تذکرہ کیا ہے کہ شہر فاس سے روانہ ہونے والا
حجاج کا یہ قافلہ جسے ”قافلہ نبوی“ کہا جاتا تھا، کتنی دھوم دھام سے نکلتا تھا، بادشاہ اور حکام اس
کا بڑا اہتمام کرتے تھے اور اس میں شرکت کے لیے خاص خاص لوگوں کا انتخاب کیا جاتا تھا
جس میں علماء، اعیان، تجارت اور قاضی ہوتے تھے، قافلے کا ایک سردار ہوتا تھا، اس طرح وہ مصر
اور شام سے حج کے لیے آنے والے قافلوں کے ہم پلہ ہوتا تھا۔²

اس قافلے میں شریک علماء و اعیان نے امام سعود اور وہاں کے علماء سے ملاقاتیں کیں اور
ان سے بحث مباحثہ بھی کیا۔

میں نے عرض کیا کہ اب آپ حضرات ہی بتائیں کہ جن کے بارے میں 1226ھ میں حج
پر جانے والے مولیٰ ابراہیم بن سلطان سلیمان اور ان کے ساتھ جانے والے علماء و اعیان
جنوبی بات چیت اور چھان بین کے بعد دین کی پابندی اور استقامت کی گواہی دے رہے
ہیں، کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ ان لوگوں کا عبد الوہاب بن رستم کے قائم کردہ اُس خارجی اباضی
فرقة وہابیت سے کوئی تعلق ہو جس کے بارے میں آپ کے علماء نے فتوے صادر کیے
تھے؟ یا یہ بعض اسلام دشمنوں کا ایک جھوٹا الزام ہے جسے بعض مسلمانوں نے کسی چھان بین،
تحقیق و جتبخ، تاریخ اور عقائد کی کتابوں اور مراجع کی طرف رجوع کی بغیر صحیح سمجھ لیا ہے؟

تمام حاضرین نے کہا: ہم سب لوگ آپ سے اور آپ کی بات سے پوری طرح مطمئن ہیں
مگر تجب کی بات ہے کہ بعض محققین اور مؤلفین سے یہ بات کیسے پوشیدہ رہ گئی؟ حالانکہ یہ سب
کچھ خود ہماری کتابوں میں موجود ہے اور اس میں شک و شبہ کی مطلق کوئی گنجائش نہیں۔

¹ الاستقصاء لأخبار المغرب الأقصى: 8/120.

² الاستقصاء: 8/121.

میں نے کہا: اب میں آپ حضرات کو چند اور مستند باتیں سناتا ہوں، ان سے بعد میں آنے والے لوگ بھی فائدہ اٹھائیں گے۔ الناصری نے اپنی اسی کتاب میں دین قیم کی طرف دعوت کی خبروں کو بڑی اہمیت دی ہے اور ان تمام احوال و ظروف کو تقریباً دس صفحات میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔ میں ان کے مزید اقوال سناتا ہوں، اس لیے کہ وہ آپ کے ملک کے قابل اعتماد مورخین میں سے ہیں اور ان کی کتاب اس علاقے کی تاریخ میں بڑی اہم مانی جاتی ہے۔

سب نے کہا: بے شک۔

میں نے عرض کیا کہ سلطان سلیمان بن محمد بن عبد اللہ علوی جن سے ”فاس“ شہر میں 1226ھ کے لگ بھگ بیت کی گئی اور ادھر امام عبداللہ بن سعود اور ان کے والد امام سعود بن عبدالعزیز جو خود بھی ایک اچھے عالم تھے، مکہ مکرمہ میں پہلی وفعہ 1214ھ (موافق 1799ء) بغرض حج داخل ہوئے۔ الناصری لکھتے ہیں کہ سلطان سلیمان نے ابن سعود اور ان کی دعوت کے باراء میں حقیقت حال کا پتہ لگانا چاہا اور اس مقصد کے لیے اپنے لڑکے مولیٰ ابراہیم کو مغرب (مراکش) کے علماء و اعيان کی ایک جماعت کے ساتھ حج کے لیے بھیجا اور انھیں اپنی طرف سے ایک خط بھی دیا۔ یہ لوگ جاز پہنچ۔ انہوں نے پورے امن و امان اور حسن و خوبی کے ساتھ حج کے مناسک ادا کیے، روضہ شریف کی زیارت کی۔ پھر الناصری لکھتے ہیں کہ اس سال مولیٰ ابراہیم کے ساتھ حج کرنے والے بہت سے لوگوں نے مجھے بتایا کہ انہوں نے سلطان امام سعود کے ہاں اپنی شرعی معلومات کے خلاف کوئی چیز نہیں دیکھی، جو کچھ ہم نے ان میں اور ان کے تبعین میں دیکھا، وہ یہ ہے کہ یہ لوگ پوری استقامت کے ساتھ اسلام کے شعائر نماز، طہارت اور صیام کے پابند ہیں۔ تمام حرام باتوں اور منکرات سے منع کرتے ہیں، حریمین شریفین میں پہلے بے فکری کے ساتھ گندگی اور گناہ کی جو چیزیں پائی جاتی تھیں، انہوں نے ان سے حریمین کو پاک کر دیا ہے۔ جب مولیٰ ابراہیم سے ان کی ملاقات ہوئی تو اہل بیت کے حق کے مطابق ان

کا بڑا احترام کیا گیا۔ یہ ان کے پاس ان کے مصاہبین اور حاشیہ نشینوں کی طرح بیٹھے۔ قاضی ابو اسحاق ابراہیم الزرعی نے ان سے بات کی۔ دوران گفتگو ابن سعود نے کہا کہ لوگ الزہم لگاتے ہیں کہ ہم سنت محمدی کے مخالف ہیں، بتائیے کیا آپ لوگوں کو ہمارے یہاں کوئی چیز سنت کے خلاف نظر آئی؟ یا مجھ سے ملاقات کرنے سے پہلے آپ نے اس طرح کی کوئی بات ہمارے پارے میں سنی ہے؟ قاضی نے ان سے کہا: ہمیں خبر نہیں ہے کہ آپ لوگ استواء ذاتی کے قاتل ہیں۔ اور اس سے مستوی کا جسم ہونا لازم آتا ہے۔ انہوں نے جواب دیا، معاذ اللہ! ہم لوگ تو وہی کہتے ہیں جو امام مالک رضی اللہ عنہ نے کہا تھا: استواء معلوم ہے لیکن اس کی کیفیت مجہول ہے اور اس کے پارے میں سوال کرنا بدعت ہے گراں پر ایمان لانا واجب ہے۔ تو کیا یہ کوئی غلط بات ہے؟ ان لوگوں نے کہا: نہیں! ہم لوگ بھی اسی بات کے قاتل ہیں۔ قاضی الزرعی نے کہا: ہم نے سنا ہے کہ آپ لوگ قبروں میں رسول اللہ ﷺ اور دوسرے انبیاء کی زندگی کے منکر ہیں۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کا نام نامی سنا تو کانپ اٹھے، بلند آواز سے آپ ﷺ پر درود بھیجا اور کہا: معاذ اللہ! ہم تو اس بات کے قاتل ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور دوسرے انبیاء قبروں میں زندہ ہیں اور ان کی یہ زندگی شہداء کی زندگی سے بھی اعلیٰ و افضل ہے۔

پھر آخر میں الناصری نے لکھا ہے کہ سلطان مولیٰ سلیمان رضی اللہ عنہ بھی کچھ اسی طرح کہتے تھے۔ اسی لیے انہوں نے اپنا مشہور رسالہ لکھا جس میں اُس زمانے کے رہبانیت زدہ صوفیوں کے حالات کا تذکرہ کیا ہے اور سنت کی مخالفت اور بدعت سے منع کیا ہے، اولیاء کی قبروں کی زیارت کے آداب بتائے ہیں اور اس سلسلے میں عوام میں جوغلو پایا جاتا ہے، اس سے سختی سے منع کیا ہے کیونکہ مسلمانوں کی خیرخواہی کا تقاضا بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزاً نہیں عطا فرمائے۔ انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ مولیٰ سلیمان نے ایک خطبہ بھی متعین کیا تھا جس میں توحید کی دعوت اور بدعت کی مخالفت کی تاکید کی گئی تھی اور حکم دیا تھا کہ اسے تمام جامع مسجدوں میں تقیم

کیا جائے اور صوفیاء کی خانقاہیں بند کر دی جائیں۔

ان لوگوں کی ابن سعود کی طرف منسوب مختلف مسائل و معاملات پر گفتگو کا تذکرہ کرنے کے بعد الناصری لکھتے ہیں کہ صاحب الحجۃ نے کہا کہ ان لوگوں نے جو کچھ بیان کیا ہے، وہ یہی ہے بعض لوگوں سے اجتماعی گفتگو میں بھی ہم نے یہی سننا اور پھر باقی لوگوں سے علیحدہ علیحدہ بھی پوچھا تو سب کی باتیں متفق ملیں۔^۱

اس کے بعد میں نے عرض کیا کہ اُن کی بات چیت اور ان کی خبروں سے متعلق یہ چند حقائق ہیں جو میں نے آپ کے سامنے پیش کر دیے..... میں نے شروع ہی میں آپ سے وعدہ کیا تھا کہ آپ لوگوں کے علاقے سے باہر نہیں نکلوں گا کیونکہ اصل خارجی وہا بیت میں سے نکلی تھی جس کی وجہ سے آپ لوگوں اور بہت سے دیگر مسلمانوں کو شیخ محمد بن عبد الوہاب رضی اللہ عنہ کی دعوت اور آل سعود کی نصرت و تائید کے بارے میں غلط فہمیاں اور شکوک و شبہات پیدا ہو گئے تھے۔ جبکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ شیخ محمد بن عبد الوہاب نے اپنے رسائل و جوابات میں (جنہیں جماعتہ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ نے اکٹھا کر کے شائع کر دیا ہے) اپنی طرف منسوب غلط اور جھوٹے الزامات کی تختی سے نفی و تردید کی ہے اور بار بار یہ اعلان کیا ہے کہ [هذا بہتان عظیم] جیسا کہ میں پہلے بھی اس طرح کے نمونے پیش کر چکا ہوں۔^۲

جب حقیقت حال یہ ہے تو پھر کسی عقل مند کے لیے کہاں تک زیبا ہے کہ اُن الزامات کی تصدیق کرے جو خود شیخ کی زندگی میں ان پر لگائے گئے، آپ نے انھیں سننا اور پہنچنیں ان کی تردید کی اور ان کے بعد ان کے تلامذہ نے بھی تردید کی، آپ کی کتاب "كتاب التوحيد" اور اس کی شریحیں "فتح الجید" اور "تيسیر العزیز الحمید" موجود ہیں، انھیں غور سے پڑھیے، اگر کوئی

^۱ الاستقصاء: 8/121, 122.

^۲ ملاحظہ فرمائیں مجموعہ مؤلفات اشیخ محمد بن عبد الوہاب مطبوعہ جماعتہ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ، الریاض، جو: پہم جو رسائل اور جوابات کے لیے مخصوص ہے۔

چیز سنت نبوی کے خلاف ملے تو پھر آپ کو حق ہے کہ آپ شک و شبہ کریں، اسی طرح شیخ کے دوسرے رسائل ثلاثة الأصول، کشف الشبهات، القواعد الأربع اور آداب المشی إلى الصلاة وغيره کا بھی حال یہی ہے۔

ڈاکٹر عباس الجراری نے، جو آپ ہی کے ملک مرکش کے رہنے والے ہیں، 1399ھ میں ملک سعود یونیورسٹی ریاض میں ایک پیغمبر دیا، شاید آپ کو علم ہو، اس میں انہوں نے کہا کہ سلفی تحریک مغرب اقصیٰ میں چودھویں صدی ہجری کے آغاز میں ایک بار پھر ظاہر ہوئی جبکہ سلطان حسن نے 1300ھ میں مغرب کے عوام کے نام ایک پیغام نشر کیا، الناصری نے بھی اس کا تذکرہ کیا ہے۔

اس طرح 1185ھ میں امام عبدالعزیز بن محمد بن سعود نے شیخ عبدالعزیز بن عبد اللہ الحصین کو اس وقت کے والی مکہ کے پاس بھیجا تاکہ مکہ کے علماء سے مناظرہ کریں۔ اس وقت علمائے مکہ کی نمائندگی ان تین علماء نے کی: شیخ بن صالح الحنفی، عبدالوهاب بن حسن الترکی مفتی سلطان اور عبدالعزیز بن ہلال۔ ان لوگوں نے تین مسائل کے بارے میں گفتگو کی۔ اس مناظرے سے ان لوگوں کو اصل حقائق کا علم ہوا جس سے اس دعوت کی صحت و صداقت روشن ہوئی۔

پھر میں نے عرض کیا کہ علمائے مغرب کی طرح اس وقت کے علمائے مکہ بھی سنی نائی افواہوں اور مخالفین کی طرف سے پھیلائے گئے جھوٹے الزامات کی وجہ سے بہت شک و شبہ میں بیٹلا تھے۔ جب امام سعود بن عبدالعزیز دوبارہ مکہ کریمہ آئے تو بہت سے مناظرے ہوئے اور ان کے استفسارات کے جوابات دیے گئے۔ اس وقت علمائے مخدی کی ترجمانی کرنے والے شیخ عبدالعزیز الحصین اور شیخ محمد بن ناصر بن معمر تھے۔ مؤثرالذکر کو امام سعود نے مکہ کا قاضی اور مفتی مقرر کیا تھا یہاں تک کہ وہ مکہ کریمہ ہی میں وفات پا گئے۔ اس مناظرے سے علمائے مکہ پوری طرح مطمئن ہو گئے اور تمام علماء کے دستخطوں سے ایک بیان جاری کیا گیا جس میں

اس دعوت کے بارے میں شکوک و شبہات اور جھوٹے الزامات کی تردید کی گئی تھی۔ یہ بیان بار
بار چھپ کر شائع ہوا۔

پھر شاہ عبدالعزیز 1343ھ میں مکہ مکرمہ آئے، جب بھی اسی طرح کے واقعات پیش آئے
جس سے لوگوں کو پورا اطمینان ہو گیا کہ شیخ محمد بن عبدالوهاب رضی اللہ عنہ کی دعوت اور ان کا
طريقہ کار صحیح ہے۔ اور آپ کو ترمیم بات یہ بھی بتاتا چلوں کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی قبر چھوڑ کر
مکہ مکرمہ میں قبروں پر بننے ہوئے تمام قبے دوسری سعودی حکومت اور شاہ عبدالعزیز کی قائم کردہ
تیری سعودی حکومت کے درمیانی عرصے میں خود شریف عون الرفق کے زمانے ہی میں گرا
دیے گئے تھے۔ یہ اقدام شیخ احمد بن عیسیٰ کے مشورے اور خود شریف اور بعض دیگر علمائے مکہ کی
تا نیڈ سے ہوا تھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خود اہل مکہ کو اس کی صحت پر کامل اطمینان تھا۔^۱

پھر میں نے عرض کیا: بھائیو! اس مجلس میں جو کچھ بھی گفتگو ہوئی اور جو نصوص و اقوال پڑھے
گئے، ان سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ شیخ محمد بن عبدالوهاب رضی اللہ عنہ کی
سلفی دعوت کو ”وہابیت“ کا نام دینا سراسر غلط ہے۔ اور جس ”وہابیت“ کے بارے میں آپ کی
کتابوں میں فتاویٰ پائے جاتے ہیں اس کا شیخ محمد بن عبدالوهاب کی دعوت سے ہرگز کوئی تعلق
نہیں۔ ان دونوں میں ذرہ برابر بھی مماثلت نہیں بلکہ ان دونوں میں بعد المشرقین ہے اور یہ
ایک دوسرے کے بالکل بر عکس ہیں، اسی لیے شیخ محمد بن عبدالوهاب اور ان کے تلامذہ کو رسمی
وہابیت سے سخت نفرت ہے جیسا کہ اس سے قبل آپ کے علماء نے اس سے نفرت کا اظہار کیا۔
حق یہ ہے کہ شیخ محمد بن عبدالوهاب رضی اللہ عنہ کی دعوت سلفی دعوت ہے اور اس میں کتاب اللہ اور
سنّت رسول ﷺ کے منافی کوئی چیز نہیں۔

اسی طرح ہم نے یہ بھی دیکھ لیا کہ اس دعوت کے حامیین علماء اور حکام آل سعود کو، جنہوں
• شیخ احمد بن عیسیٰ کی سیرت، ابن بسام کی کتاب ”علماء نجد حلال ستة قرون“ کے جزو اول میں دیکھی
جائیتی ہے۔

نے اللہ کے دین اور سنت رسول اللہ ﷺ کی تجدید و احیاء اور پدعت کا قلع قمع کرنے کے لیے اس دعوت کی حمایت کی تھی، علمائے مغرب نے 1226ھ کے حج میں ان سے مناظرہ و گفتگو کے بعد تمام الزامات سے پاک اور افواہوں سے بری قرار دیا تھا۔ انھیں بخوبی معلوم ہو گیا تھا کہ شیخ ڑاشت اور دین کے دیگر داعیوں کی طرف جو باتیں منسوب کی جاتی ہیں، وہ محض جھوٹ ہیں۔ اسی طرح انھیں یہ بھی معلوم ہوا کہ مغرب اقصیٰ کے چار سلاطین نے اس دعوت کے ابلاغ کا اہتمام کیا تھا اور اپنے ملک میں اسے پھیلانے کی کوشش کی تھی۔ ان چاروں سلاطین کے نام یہ ہیں:

- ① مولیٰ سلطان سیدی محمد بن عبد اللہ علوی جو امام عبدالعزیز بن محمد کے معاصر تھے اور انھیں امام سعود کا خط ملا تھا۔
- ② مولیٰ سلطان سلیمان بن محمد بن عبد اللہ علوی جنہوں نے اپنے فرزند مولیٰ ابراہیم کے ساتھ علماء کا وفد بھیجا تھا اور انہوں نے امام سعود بن عبد العزیز اور وہاں کے علماء سے بحث و مباحثہ اور تبادلہ خیال کیا تھا۔
- ③ مولیٰ سلطان ابراہیم بن سلیمان بن محمد بن عبد اللہ علوی جنہوں نے اپنے والد سلطان سلیمان کی حکومت کی باگ ڈور سنبھالی تھی۔
- ④ مولیٰ سلطان الحسن الاول 1300ھ میں بادشاہ بنے اور یہ سعودی حکومت کے دوسرے اور تیسرا دو رکی درمیانی مدت میں تھے جس کی بنیاد شاہ عبدالعزیز نے 5 شوال 1319ھ میں رکھی۔

اسی طرح ڈاکٹر محمد تقی الدین ہلالی جو حسنه سادات اور مرکاش کے شاہی خاندان میں سے تھے، شروع شروع میں وہ تیجانی^۱ تھے لیکن جب انھیں شیخ محمد بن عبدالوهاب ڦاشت کی دعوت کی تھی، صوفیوں کا ایک فرقہ تھا جس کا آغاز شاہی افریقہ میں ابوالعباس احمد بن محمد تیجانی (م 1230ھ) سے ہوا۔ (اردو دائرۃ المعارف اسلامیہ: 6/ 148)

حقیقت معلوم ہوئی تو پھر وہ جہاں بھی گئے، اسی کی نشر و اشاعت کی چدو جد کرتے رہے۔ آخری عمر میں شہر فاس میں سکونت اختیار کی، پھر الدارالبیهاء منتقل ہو گئے اور وہیں وفات پا گئے ہیئت، انہوں نے تجانی مذہب سے براءت اور اس کے بطلان پر ایک رسالہ بھی لکھا۔ اسی طرح شیخ عبدالرحمٰن افریقی جو سینیگال کے رہنے والے اور تیجانی فرقے کے ماننے والے تھے لیکن انہوں نے اسے ترک کر دیا اور اس کی تردید و نہادت میں ایک کتاب لکھی۔

اس طرح مرکاش میں سلفی دعوت کی توسعہ و ابلاغ اور اس کے قائدین کے علمائے حجاز و نجد سے متاثر ہونے کے بارے میں اس وقت سے لے کر اب تک متعدد تحریریں سامنے آتی ہیں۔ اور استاد احمد العماری نے الورتی کے رسائل کی تحقیق کی ہے، انہوں نے مؤلف کا رد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ سلفیت کے خلاف مؤلف کا حملہ ان کی صوفیانہ تہجی نظری کی دلیل ہے، یہ محقق بھی مرکاشی ہیں۔

پھر میں نے کہا: غالباً آپ حضرات کے اطمینان اور تشفی کے لیے اتنا ہی کافی ہے لیکن اگر آپ کی خواہش ہے کہ مزید توضیح و تفصیل کے لیے عالم اسلام کے دیگر علماء کے اقوال و آراء بھی پیش کیے جائیں، یورپین مستشرقین کے نقطہ نظر کا ذکر کیا جائے جنہوں نے واقعات کا جائزہ لیا اور اس دعوت کی تاریخ کا تتبع کیا ہے تو مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں لیکن اس کے لیے بہت سی ایسی کتابوں کی ضرورت پڑے گی جو شاید یہاں موجود نہ ہوں، اس لیے میں نے صرف علماء و حکام مغرب کے اقوال و آراء ہی پر اکتفا کیا ہے، اس لیے کہ اس مجلس کے بھی شرکاء مغربی ہیں، ان کی کتابیں بھی اسی کتب خانے میں دستیاب ہیں۔ اور ان پر حاضرین کو اعتماد بھی زیادہ ہو گا جیسا کہ حضرت علی ہٹھیٹھ نے فرمایا تھا کہ لوگوں سے ان کی معلومات کے مطابق ہی گفتگو کرو مباد اللہ اور اس کے رسول کو جھلدا دیا جائے۔

میرے میزبان نے کہا کہ آپ نے جو کچھ بیان کیا ہے، وہ ایک روشن اور اطمینان بخش

حقیقت ہے اور الحمد للہ اس سے ان تمام شبہات کا ازالہ ہو گیا جو رہ کر پیش کیے جاتے تھے۔ کیا خیال ہے احباب کا؟ سب حاضرین نے جواب دیا: یہ تو بالکل صحیح ہے۔ پھر میرے میزبان نے کہا کہ یہ تسلی بخش جوابات جو ہمارے پاس موجود ہیں اور انھیں آسانی سے دیکھا بھی جا سکتا ہے، معلوم نہیں یہ ہم سے کس طرح پوشیدہ رہے گئے؟

میں نے کہا کہ اس کا جواب تو آپ لوگ ہی دے سکیں گے، اللہ کے ہاں علماء کی ذمے داری بہت بڑی ہے۔ علماء جاہلوں کی طرح نہیں ہوتے کہ جو کچھ سنیں، اُسے آنکھیں میچ کر صحیح سمجھ لیں۔ عالم کے لیے ضروری ہے کہ وہ کسی بات کی مکمل تحقیق اور پوری چھان بین کے بغیر کوئی فیصلہ صادر نہ کرے۔ کسی عایی یا نائم عالم کے لیے تو کوئی عذر ہو سکتا ہے لیکن ایک عالم اور یونیورسٹی کے پروفیسر کے لیے عذر کی کوئی گنجائش نہیں۔ انھیں تو دوسروں کے لیے نمونہ ہونا چاہیے، اس لیے کہ طلباء ان سے سیکھتے ہیں اور اپنے شکوک و شبہات کے ازالے کے لیے ان کی توجیہ و ارشاد کے منتظر ہوتے ہیں۔

انھوں نے مجھ سے پوچھا کہ کیا آپ اس موضوع پر ایک مضمون لکھ سکتے ہیں تاکہ تطاویں سے نکلنے والے جریدہ ”النور“ میں اسے شائع کیا جائے؟

میں نے کہا: جی ہاں! پھر سعودی عرب واپس پہنچنے کے بعد میں نے انھیں ایک تحقیقی مقالہ لکھ کر بیج دیا۔ یہ مقالہ چھپا تو میرے پاس متعدد خطوط آئے۔ بعض خطوط میں تائید تھی اور بعض میں تنقید۔ ”وہابیت“ کے بارے میں جو کچھ لکھا گیا تھا، یہ اُس کی بازگشت تھی۔ جن لوگوں سے میری بات چیت ہوئی تھی، ان کی خواہش تھی کہ میں یہ مقالہ اور زیادہ تفصیل سے لکھوں جس میں مزید معلومات جمع کی جائیں تاکہ وہ ایک رسالے کی شکل میں شائع کیا جاسکے۔

میں نے اس خواہش کی تکمیل کی اور الحمد للہ رسالہ تیار ہو گیا۔ میں نے کوشش کی کہ رسالہ زیادہ طویل نہ ہونے پائے۔ اور مراجع و مأخذ کا حوالہ دیا جائے تاکہ جنھیں اس سلسلے میں مزید

تحقیق اور زیادہ معلومات کی طلب ہو، وہ ان کتابوں کی طرف رجوع کر سکیں۔

یہ رسالہ پہلی بار مغربِ اقصیٰ کے شہر تطوان میں 1407ھ کے لگ بھگ شائع ہوا۔ پھر چند برسوں کے بعد دوسری بار 1413ھ میں ریاض سے شائع ہوا۔ اور اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو بہت فائدہ پہنچایا۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو شرپسندوں کے نذم ارادوں سے محفوظ رکھے۔ واقعہ یہ ہے کہ اسلام کے دشمن، دنیاوی مال و زر اور جاہ و حشمت کے پیjarی مسلمانوں کی صفوں میں انتشار برپا کرنے اور طرح طرح کے اختلافات پھیلانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ اسی قماش کے لوگوں کو ”رستی و ہابیت“ کا بنا بنا یا پیر، ہن مل گیا تو انہوں نے اس گدھے کی کحال کو صحیح اور سلفی دعوت کے شیر غاب پر منڈھ دیا، اس ڈر سے مباراً مسلمان ان کے خلاف متعدد ہو جائیں۔ وہ تو یہی چاہتے ہیں کہ مسلمان ہمیشہ بھوکوں کی طرح لقدمہ دینے والوں کے پیچھے پیچھے یوں دوڑتے رہیں جس طرح کمینوں کے دستر خوان پر قیموں کا حال ہوتا ہے۔ دوسری طرف ان کی ہمیشہ یہ کوشش رہتی ہے کہ مسلمانوں میں نفرت و عداوت کی آگ بھڑکتی رہے تاکہ وہ اختلافات کا دائرہ وسیع کر کے اور اسلامی معاشرے میں شکوک و شبہات پھیلا کر اپنے گھٹیا مقاصد کی میکیل کرتے رہیں۔

بھگا اللہ! اس کتاب کی اشاعتِ ثانی کا بڑا فائدہ ہوا۔ بعض مشہور شخصیتوں کے بارے میں مجھے پتہ چلا کہ کمیوزم کے خاتمے کے بعد سابق سودیت یونین سے آزاد ہونے والی مسلم ریاستوں میں ان کے ساتھ نہایت عجیب و غریب واقعات پیش آئے۔ وہاں ایک عجیب و غریب فتوے کی بڑی اشاعت کی گئی۔ اسے پھیلانے والوں نے ان مسلمانوں کے دینی جذبات، صحیح اسلامی عقائد اور علوم دین سے آگاہ نہ ہونے کا نہایت ظالمانہ فائدہ اٹھاتے ہوئے یہ مشہور کردیا کہ ایک وہابی کا قتل سو یہودیوں کے قتل سے افضل ہے۔ اس صورت حال سے فنا اتنی

مکدر ہوئی کہ سلفی لوگوں کا تھا راستہ چلتا ڈشوار ہو گیا۔ پھر بعض لوگوں نے علماء اور ائمہ مساجد کے روپ و بات چیت کی اور انھیں مدل طور پر بتایا کہ رستی وہابیت اور چیز ہے اور شیخ محمد بن عبدالوہاب کی دعوت اور اس کی حقیقت اس سے یکسر مختلف دوسری چیز ہے جیسا کہ اس کتاب میں بھی واضح کیا گیا ہے۔ اس طرح جہالت کا پردہ چاک ہوا، شہادات کا ازالہ ہوا اور دعوت حق کا صحیح مفہوم ان کے سامنے آیا، پھر اس کتاب کا وہاں کی مقامی زبانوں میں ترجمہ ہوا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس سے لوگوں کو بہت فائدہ پہنچا۔

ایک چیز جو ہر مسلمان کو یاد رکھنی چاہیے یہ ہے کہ دشمنان دین اپنے شبہات اور الزامات کی بار بار تکرار کرتے رہنے سے تھکنے ہیں نہ اکتاتے ہیں لیکن علم و معرفت کا حصول اور جیجہ الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کی وصیت کے مطابق ہر چیز کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی روشنی میں دیکھنا یا ایسے موثر اور بے خطا بتھیار ہیں جن کے ذریعے سے دشمنوں کی تمام چال بازیوں اور زہر آلو گیوں کا مقابلہ کیا جاسکتا ہے۔

شیخ محمد بن عبدالوہاب رضی اللہ عنہ کی دعوت حق کے بارے میں تحقیق کرنے والے اس نتیجے پر

پہنچے ہیں:

① یہ دعوت و تحریک کوئی ایسی مخصوص پارتی نہیں ہے جس کا اپنا ایک خاص نظم و ضبط ہوتا ہے بلکہ یہ اللہ کے دین کی تجدید یہ ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام اور اس امت کے سلف صالحین کا منبع تھا۔

② نہ یہ کوئی فقہی مذہب و مسلک ہے کہ اس کے ماننے والے دوسرے فقہی مذاہب کے مخالف ہوں۔

③ شیخ محمد بن عبدالوہاب ٹھیک اسی طرح کے سلفی العقیدہ تھے جیسا کہ ہر زمانے اور ہر خطے میں سلف صالحین کے طریقہ کار کی دعوت دینے والے ہمیشہ موجود رہتے ہیں۔ آپ اللہ تعالیٰ

کی توحید اور تمام عبادتوں کو صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے خاص کر دینے کی دعوت دیتے تھے۔

④ فروعی مسائل میں ان کا مذہب وہی تھا جو امام احمد بن حنبل رض کا تھا، بالکل اسی طرح جس طرح بہت سے سلفی احتجاف، سلفی شوافع اور سلفی مالکی ہوتے ہیں۔

اس گفتگو سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مرکاش کے ایک بادشاہ سلطان سیدی محمد بن عبداللہ العلوی اپنے بارے میں کہتے تھے: ”میں وہابی العقیدہ مالکی المذہب ہوں“ ظاہر ہے کہ ان کا مطلب رستی وہابیت نہیں تھا بلکہ اس طرح وہ ان لوگوں کا رد کر رہے تھے جنہوں نے اس خالص توحید کی دعوت کو ”وہابیت“ کے غلط نام سے موسم کیا تھا۔

یہی معاملہ شیخ عمران بن رضوان کا ہے۔ وہ خلیج کے مشرقی ساحل پر واقع ایران کے شہر نجہ کے رہنے والے تھے۔ انھیں جب شیخ محمد بن عبدالوہاب کی دعوت کی خبر پہنچی تو انہوں نے کہا: ”میں بھی وہابی ہوں۔“ حالانکہ وہ مخفی المذہب تھے۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ وہ شافعی تھے۔ انہوں نے اس دعوت کی تعریف کرتے ہوئے ایک قصیدہ بھی کہا تھا جس کا ایک شعر یہ ہے:

إِنْ كَانَ تَابِعُ أَخْمَدَ مُتَوَهْبًا

فَأَنَا الْمُقِرُّ بِأَنَّيْ وَهَابِيٌّ

”اگر احمد مجتبی رض کا تبع وہابی ہوتا ہے تو میں اقرار کرتا ہوں کہ میں بھی وہابی ہوں۔“

ای طرح امیر محمد بن اسماعیل الصنعاوی جو یمن کے بڑے علماء میں سے تھے اور مسلکی اعتبار سے زیاد تھے، جب انہوں نے اس دعوت حق کا مطالعہ کیا تو وہ اس کے گرویدہ ہو گئے، انہوں نے سلفی تحریک اور شیخ محمد بن عبدالوہاب کی درج میں ایک قصیدہ کہا جس کا پہلا شعر یہ ہے:

سَلَامٌ عَلَى نَجْدِ وَمَنْ حَلَّ فِي نَجْدٍ

وَإِنْ كَانَ تَشْلِيمِي عَلَى الْبُعْدِ لَا يُخْدِي

”نجد اور نجد کے رہنے والے پر سلامتی ہو، اگرچہ دور سے میرا سلام کہنا کوئی نفع مند نہیں ہے۔“

اسی طرح یمن کے عالم امام شوکانی بھی تھے۔^۱

ڈاکٹر محمد تقی الدین ہلالی رض جن کا ذکر گزشتہ صفحات میں آپ کا ہے، وہ بھی مرکش کے علماء میں سے تھے اور ان کا تعلق شاہی خاندان کے حصی سادات سے تھا۔ وہ شیخ محمد بن عبدالوهاب رض کی دعوت کے بارے میں ایک قصیدے میں کہتے ہیں:

نَسْبُوا إِلَى الْوَهَابِ خَيْرَ عِبَادَةٍ

فَيَا حَبَّادَا نِسْبَتِي إِلَى الْوَهَابِيِّ

”بہترین عبادت کی وجہ سے انہوں نے وہاب سے منسوب کیا۔ وہابی کی طرف میری تبدت کس قدر اچھی ہے۔“

میں نے اللہ تعالیٰ کی مدد اور توفیق سے یہ مختصر رسالہ ”وہابیت کے بارے میں ایک تاریخی غلطی کی تصحیح“ کے عنوان سے لکھا ہے تاکہ اسے آسانی سے پڑھا جاسکے کیونکہ اس زمانے میں صحیح کتابیں صرف اہل اختصاص ہی پڑھتے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ اس سے شکوہ و شبہات کا ازالہ ہوگا اور ان دشمنان اسلام کے جھوٹے پروپیگنڈے کا پردہ چاک ہوگا جو ہمیشہ مسلمانوں کو نقصان پہنچانے، ان میں اختلاف پیدا کرنے اور فکری اضطراب پیدا کرنے کی مذموم کوشش میں مصروف رہتے ہیں۔ کیا عجب اللہ تعالیٰ ان اوراق کے ذریعے اپنی سمی قادر سے مقاہیم کی تصحیح کر کے ذہنوں کو منور فرمادے۔ وَاللَّهُ غَالِبٌ عَلَى أُمُّرِهِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ۔

^۱ اس سلسلے میں شیخ ابن حممان کی کتاب ”الدرر السنیۃ“ کا مطالعہ مفید ہوگا، اس میں یہ قصائد بھی مذکور ہیں۔ اسی طرح ڈاکٹر عبد اللہ ابو داہش کی کتاب ”من ادب الدعوة في جنوب الجزيرة“ یہ دراصل ان کے ڈاکٹریٹ کا مقالہ ہے۔

// حرف اے /

مثل مشہور ہے کہ ”لوگ جس چیز سے آگاہ نہ ہوں اس کے دشمن ہوتے ہیں۔“ یہ بات آدمی سچائی ہے۔ پورا حق یہ ہے کہ بعض لوگ اس چیز کے بھی دشمن ہوتے ہیں جو ان کی خواہشات کے منافی اور ان کے شخصی مفاد سے لکراتی ہو، حالانکہ فیصلہ شدہ حکم ہے انسان کو اپنی رائے قائم کرنے اور حکم لگانے میں پیش نظر رکنا ضروری ہے، وہ یہ ہے کہ تمام مسائل کو اس آسمانی شریعت کی روشنی میں دیکھا اور جانچا جائے جس کے پاس باطل پھٹک بھی نہیں سکتا، نہ اس میں کوئی شک پیدا ہو سکتا ہے۔

بغیر امتیاز و تفریق ہر جگہ کے مسلمانوں کو اٹل ابدی حکم ہے کہ عقیدے کے مسائل اور دین سے متعلق ہر چیز میں کسی خاص نقطہ نظر کی طرف جانے اور مذمت یا تعریف کرنے سے پہلے اپنے دین کے دونوں مصادر کتاب اللہ اور سنت محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف رجوع کر لیں۔ جو شخص ان دونوں کے مخالف کوئی چیز لائے، اسے چھوڑ دیا جائے۔ اور جو قول عمل میں ان دونوں کے مطابق چلے، اس کی تائید اور مدد کی جائے۔ ایک مسلمان فرد کا یہی کردار ہونا چاہیے، یہ حکم ہے اور یہ شعور، سمجھ، تجزیہ اور تاکید کی بات ہے۔ مسلمان مقلد بن کرندہ رہے کہ دوسروں کی صدائے بازگشت نقل کرتا رہے اور اس کی لा�علی سے دشمنان دین اسلام غلط فائدہ اٹھاتے رہیں۔ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَارِسٌ فَلَا يُنَبِّئُوكُمْ بِمَا فِي أَعْيُنِهِ إِنَّمَا يُنَبِّئُكُمْ بِمَا أَعْلَمُ﴾

”اے مسلمانو! اگر تمھیں کوئی فاسق خبر دے تو تم اس کی اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو، ایسا نہ ہو کہ نادانی میں کسی قوم کو ایذا پہنچا دو، پھر اپنے کیے پر پشیمانی اٹھاؤ۔“^{۴۰}

اس آیت کی شان نزول بنی مصطفیٰ کا واقعہ بتایا گیا ہے۔ اس میں ایک ایسی مون جماعت کے لیے جو اپنے دین کی حفاظت کی کوشش میں رہتی ہے اور جس کا تعلق دوسرے مسلمان بھائیوں سے ہے، اس بات کا علمی درس ہے کہ ہر ایسی افواہ جس کا مقصد مسلمانوں کی صفوں میں خلل ڈالنا، دشمنی کے بیچ بونا اور تفریق کا موقع فراہم کرنا ہو، اس کی تحقیق کی جائے۔

ایسے دشمنوں کی کمی نہیں جو مسلمانوں کو دھوکا دیجئے اور ان کے پیچھے ہٹنے کی وجہ جواز نکالنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں تاکہ انھیں حقیقت اسلام اور اس کی غیرآلودہ پاکیزگی سے دور رکھیں اور مسلمانوں کے دین میں ایسی چیزیں داخل کر دیں جو یہودی اور عیسائی مذہب کے رسوم و رواج کی اصل سے تعلق رکھتی ہیں اور ان آسمانی مذاہب میں تبدیلی کر کے انھیں پہلے ہی خراب کر چکی ہیں اور بزم خویش بعض عابدوں اور علماء کے ذریعے وہی مہلک رسوم و رواج مسلمانوں میں پھیلانے کی مسلسل کوشش میں ہیں۔ ان کا مقصد یہ ہے کہ مسلمان یہود و نصاریٰ کی طرح نافرمانیوں میں برابر ہو جائیں تاکہ اس طرح مسلم معاشرے پر اثر انداز ہونا آسان ہو جائے اور یوں اس میں ایسی چیزیں داخل کر دی جائیں جو مسلمانوں کو اسلام سے دور کر دیں اور وقت کی رفتار اور غفلت کے ساتھ ساتھ مسافت بڑھتی، دوری زیادہ ہوتی جائے اور اس قدر فاصلے پھیل جائیں کہ اسلام مسلمانوں کے لیے اجنبی ہو کر رہ جائے۔ سفیان ثوری (97-171ھ) رضی اللہ عنہ سے نقل کیا جاتا ہے کہ انہوں نے فرمایا: مسلمانوں کے علماء میں سے جو خراب ہو جائے، اس میں یہودیوں سے مشابہت ہو جاتی ہے جو صاحب علم ہوتے ہیں لیکن عمل سے عاری ہوتے ہیں اور مسلمانوں کے عابدوں میں سے جس میں خرابی آ جائے، اس میں نصاریٰ سے مشابہت ہو جاتی

ہے، جو جہالت و گمراہی پر ہوتے ہوئے اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو سلامتی اور عافیت میں رکھے!

یہیں سے شریعت میں اسلام کے خالص ہونے، عقیدے میں اس کی صفائی، قول و عمل اور اعتقاد میں میانہ رہا اور افضل اور اللہ کے ساتھ تعلق میں بلند ترین ہونے کا پتہ چلتا ہے، اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کو ہر چیز اور امتوں کے درمیان بہترین امت بنایا ہے۔ اس کا ارشاد ہے:

﴿وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أَمَةً وَسَطًا لِتَنَالُوا شَهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونُ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مَنْ مِنْ يَنْقُلِبُ عَلَى عَقِبَيْهِ وَإِنْ كَانَتْ لَكَبِيرَةً إِلَّا عَلَى الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ﴾

”اور اسی طرح ہم نے تھیں بہترین امت بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) تم پر گواہ ہو جائیں اور ہم نے وہ قبلہ (بیت المقدس) جس پر تو تھا، مقرر نہیں کیا تھا مگر اس لیے کہ ہم جان لیں، کون رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون اپنی ایڈیوں کے بل پھر جاتا ہے اور یقیناً یہ بات بہت دشوار تھی مگر ان لوگوں پر (نہیں) جنہیں اللہ نے ہدایت دی اور اللہ ایسا نہیں کہ تمہارا ایمان ضائع کر دے۔ بے شک اللہ لوگوں پر بے حد شفقت کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔“⁴

تو امت مسلمہ عیسائیوں کی رہبانیت، عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ان کی اعتقادی غلوآ میزی، جہالت و گمراہی کے ساتھ ان کی عبادت، چیز کے پادریوں کی بغیر سمجھے بوجھے پیروی کرنے اور یہودیوں کی حیله بازی، کذب بیانی، اللہ جل شانہ اور اس کے پیغمبروں پر زبان درازی،

⁴ قول مذکور کو بعض لوگ عفیان بن عینہ رضی اللہ عنہ سے منسوب کرتے ہیں۔

⁵ البقرة: 143. کلمہ (وسط) کے مفہوم کے متعلق سید قطب رضی اللہ عنہ کے اقوال ظلال القرآن میں دیکھیے۔

قصد اگر اہ ہونے، دوسروں کو گراہ کرنے، بگاڑنے اور نافرمانی کی غرض سے جو مذہب ان کے پاس اللہ کی جانب سے انبیاء اور رسولوں کی زبانی پہنچا، اس میں علمی اور اعتقادی حقوق چھپانے کے مابین ایک درمیانی، معتدل اور بہترین امت ہے۔

تاریخ اسلامی سے پتہ چلتا ہے کہ خلافت عباسیہ کے آخری دور میں جب مہم علوم کی کثرت اور واضح علم کی کمی ہوئی اور لوگ روی فلسفے اور فارس و ہند کے علوم سے متاثر ہوئے تو اسلامی معاشرے میں جہالت پھیل گئی۔

اس سے پہلے اور اس وقت حکومت کے اطراف و جوانب میں اجنبی نظریات کے مؤثرات کچھ زیادہ ہی تھے، مختلف عقائد کے حامل فرقے، رٹنگ اور گروہات و مقاصد کا نمونہ بن کر پروان چڑھے، ان کے شیخ عبداللہ بن سبایہودی نے بوعے۔ یہ شخص پکا منافق تھا، ملکتِ اسلامیہ کو دھوکا دینے کے لیے مسلمان ہوا تھا۔ بالآخر اسے عثمان بن عفان بن عوف کے عہد خلافت راشدہ میں مسلمانوں میں روح افتراق اور زہر انتشار پھیلانے کا مناسب موقع مل گیا۔

سبائی فرقے کے نام سے جو پہلا فرقہ پیدا ہوا، اس کی بنیاد اسی نے رکھی۔ بعض کتابوں میں جیسے شہرستانی کی ”الملل والنحل“، ابن حزم کی ”الفیصل فی الملل والآهواء والنحل“ اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے اپنے فتاویٰ اور اپنی کتابوں میں ان فرقوں کے عقائد، ان کے پروان چڑھنے کی کیفیت اور جس چیز میں یہ فرقے اہل سنت والجماعت کے مخالف ہیں، ان سب موضوعات کے بارے میں روشنی ڈالی ہے۔ ان میں سے بعض فرقوں کی تردید، ان کے عقائد اور کچھ دوسرے فرقوں کے اعمال و افکار کا تجزیہ کرنے میں ابن تیمیہ رضی اللہ عنہ امتیازی شان رکھتے ہیں۔

عالم اسلام میں فکری اور اعتقادی اسلامی تحریکوں کا جو بھی جائزہ لے گا، وہ اس تاریخ سے حقوق کا بخوبی ادراک کرے گا، چنانچہ بعض مسلمانوں کے فلسفہ یونان اور فارس و ہند کے علوم

سے تعلق کے نتیجے میں اسلامی معاشرے میں نظریاتی کشمکش ابھر آئی۔

اسلامی معاشرہ ایسے لوگوں سے خالی نہیں تھا جو صحیح صاف اسلامی عقیدے کے بر عکس ان نظریات کے بیجوں کو خوب پیچانتے تھے جن میں نووار داعتقادات چھپے ہوئے تھے۔ اردو گرد کے رہنے والوں کے ماحول میں جو ملاوٹ کر دی جاتی اور ان کے عقیدے میں جو خرابی پیدا کی جاتی تھی، اس کی وہ اصلاح کر دیتے تھے کیونکہ روئے زمین پر جتنے بھی ادیان و مذاہب والے ہیں سب مسلمانوں کو ان کے دین حق سے ہٹا کر گمراہ کرنا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَا يَذَّمُ الْأُونَ يُقَاتِلُونَكُمْ حَتَّىٰ يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ إِنْ أَسْتَطَعْتُمْ هُوَ ط﴾

”یہ لوگ تم سے لڑتے ہی رہیں گے یہاں تک کہ اگر ان سے ہو سکے تو تمھیں تمھارے دین سے مرتد کر دیں۔“^❶

حق و باطل کی کشمکش میں اللہ تعالیٰ کی حکمت یہ ہے کہ عقل کو رہنمائی ملے، دلوں کو سوچہ بو جھ نصیب ہوا اور جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے بہتری چن لی ہے، وہ صحیح خیال کی طرف پلٹ جائے کیونکہ عقلی نقیٰ دلیل سے حق بالکل عیاں ہے۔

اور یہ دعوت و توضیح کے ان فرائض کا ایک حصہ ہے جس کے حامل بنی اسرائیل تھے، لیکن عناد و ہبہ دھرمی کی وجہ سے ان لوگوں نے اسے چھوڑ دیا تو علمائے مسلمین ربانیں، جو اللہ کے عذاب اور اس کی سزا سے خائف ہیں، کا عقیدہ و عبادت میں منجع محمدی کی طرف لوگوں کو دعوت دینے کے لیے سامنے آتا ضروری تھا۔ ٹھیک ٹھیک اسی طرح دعوت دینے کے لیے جس طرح اللہ تعالیٰ نے اُخیں اپنی کتاب میں اعتمادی امور کی اصلاح کا حکم دیا ہے اور نبی کریم ﷺ نے اس کی دعوت دی ہے، پھر آپ ﷺ کے صحابہ اور بخوبی تعمیل حکم اور تخفیف کرنے والے ان کے تابعین جس راہ پر گامزن رہے۔

ہر دوسرے اور ہر مقام پر صداقت کی علم بردار صحیح سالم دعوتوں کو خالقین سے سابقہ پڑتا ہے، چاہے مخالفت جہالت سے ہو یا انفرادی تعصیب یا خاص مقاصد اور ذاتی مفاد کی وجہ سے ہو، ”فالھوی یعمی و یصم“ کیونکہ خواہش نفس انسان کو اندھا اور بہرا بنا دیتی ہے۔ یہی جذبات اس قسم کے لوگوں کو حرکت میں لے آتے ہیں تاکہ وہ اسلام کے ریخ روشن پر علائیہ یا پس پر وہ قاتلانہ وار کریں، مخلص داعیوں پر ہمیشہ لگائیں۔ ایسے لوگ ذہنوں کو پریشان کرنے کے لیے کذب بیانی اور افتراضی دلائل سے کام لیتے ہیں، پھر ان داعیوں کا اعتقاد ختم کرنے کے لیے نفرت دلانے والے القاب گھرتے ہیں حتیٰ کہ عام لوگوں کی غالب اکثریت کی نگاہوں سے جو پڑھنا لکھنا اور تحقیق کرنا نہیں جانتی، اصل معاملہ اوجھل رہتا ہے۔

شیخ محمد بن عبدالوہاب کی اصلاحی سلفی دعوت جو بارہویں صدی ہجری میں وسط جزیرہ نماۓ عرب سے اُس وقت ابھری جبکہ مسلمان صرف جزیرہ نماۓ عرب ہی میں نہیں بلکہ ہر جگہ اس کے سخت محتاج تھے تاکہ ان پر چھائی ہوئی جہالت سے انھیں نجات دلائی جائے اور عقیدہ و عبادات کے سلسلے میں ان کے خیالات کی اصلاح کی جائے۔ اس سلسلے میں سب سے زیادہ سخت اور وحشت ناک معاملہ دینی عبادات اور مسائل سے نابلد علماء کی پیروی کرنا ہے جیسا کہ صادق مصدق علیہ السلام اپنی امت کے بارے میں اسی بات کا خوف محسوس کرتے تھے۔ اس ضمن میں آپ علیہ السلام نے ان گمراہ کرنے والے علماء کی خبر دی ہے جو اللہ کی طرف سے نازل شدہ چیز کے علاوہ دوسرے ذرائع سے فتوے دیں گے، وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ رسالت مآب علیہ السلام فرماتے ہیں:

إِنَّ اللَّهَ لَا يَنْنَعِ الْعِلْمَ بَعْدَ أَنْ أَعْطَاهُ كُمُوْهُ اِنْتَزَاعًا، وَلَكِنْ
يَنْتَزِعُهُ مَعَ قَبْضِ الْعُلَمَاءِ يَعْلَمُهُمْ فَيَقُولُ نَاسٌ جُهَّاْلٌ يُسْتَفْتَوْنَ
فَيَقْتُلُونَ بِرَأِيهِمْ فَيَضْلُلُونَ وَيُضْلَلُونَ»

"يَقِيْنًا اللَّهُ تَعَالَى تَحْسِينُ عِلْمٍ دِيْنِيْنَ كَبَدَ اَنْتَ سَعْيَكَ نَبِيْنَ حَسِينَ گَا پُلَكَهُ عَلَمَاءَ كَوَانَ
کَعِلْمَ کَسَاتِهِ اَخْتَاتِارَهِ ہے گا اور جاہل لوگ باقی رہ جائیں گے۔ ان سے فتویٰ پوچھا
جائے گا تو وہ اپنی رائے سے فتویٰ دیں گے، یہ لوگ خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں
کو بھی گمراہ کر دیں گے۔"

شیخ محمد بن عبد الوہاب کی دعوت خالصۃ للہ تعالیٰ دعوت تھی۔ یہ اسلامی تعلیمات کو طرح طرح کی
ملاوٹوں اور آسودگیوں سے پاک کرنے کا عملی اقدام تھا۔ خاص طور پر توحید میں، توحید الوجہیت
اور توحید اسماء و صفات میں خالق حقیقی کے ساتھ مخلوق کی جو شراکت کر دی گئی تھی، شیخ رض کی
دعوت اُس کے ازالے کی پکارتھی۔ یہ اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص عبادتوں میں عملاً و اعتقاداً مخلوق
کو شریک کرنے، اللہ تعالیٰ کی صفات معطل کرنے یا ایسی تاویلات مان کر ان کا انکار کرنے کے
خلاف بلند آہنگ نداہنگی جن کی اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نہیں اُتاری۔

توحید اپنے تینوں اجزاء: ربوبیت، الوجہیت اور اسماء و صفات سمیت طرح طرح کی ملاوٹوں
سے گدی ہو گئی تھی اور عملاً و اعتقاداً اس میں ایسی چیز داخل ہو گئی تھی جو اس کو اس منیج کی حقیقت
سے دور ہٹا دے جو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آله و سلم لے کر آئے۔ اس کے برخلاف اعتقادات سے تاثر، پھر ان
اعتقادات کے حاملین کی باتوں سے لا جواب ہو کر ظاہری شکل و صورت اور نعروں سے خوش ہو
کر ان کی پیرودی کا لازمی نتیجہ ہی تھا۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:
 ﴿وَمَنِ النَّاسِ مَنْ يُعِجِّبُ كَوْلُهُ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيُشَهِّدُ اللَّهُ عَلَى مَا فِي
قَلْبِهِ لَا هُوَ أَكْلُ الْخَصَامِ ○ وَلَا تَوْلِي سَعْيَ فِي الْأَرْضِ لِيُقْسِدَ فِيهَا وَيُهِلِكَ
الْحَرْثَ وَالسُّلَطَ ○ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ○﴾
 "بعض لوگوں کی دنیاوی غرض کی باتیں آپ کو خوش کر دیتی ہیں اور وہ اپنے دل کی

۱ صحیح البخاری، الاعتصام بالكتاب والسنۃ، باب ما یذکر من ذم الرأی وتکلف القياس، حدیث: 7307.

باتوں پر اللہ کو گواہ کرتا ہے، حالانکہ دراصل وہ زبردست بھگڑا لو ہے۔ اور جب وہ لوت کر جاتا ہے تو زمین میں فساد پھیلانے اور کھیتی اور نسل کی بر بادی کی کوشش میں لگا رہتا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتا۔^۱

ایسا مکفیں اس لیے ہوتا ہے کہ نفوس بخوبی بنیاد، یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی تخلوق کے لیے جو کچھ مشروع کیا ہے، اس کے علم و فہم اور حکمت پیدائش کی معرفت سے خالی ہو گئے ہیں۔ اس علمی کمزوری سے سوجہ یوجہ گھٹھی اور غالب و مؤثر قوموں کی تقلید بڑھی تو صوفیانہ طریقے وجود میں آگئے۔ ان طریقوں کا آغاز دنیا سے بے رغبتی اور اسلام کی حفاظت کے خیال سے ہوا۔ ان کی ابتداء یقیناً اچھی اور مقصد بلند تھا لیکن جہالت اور معاشرتی مقام و مرتبہ جو منصب دینی کے نام سے ظاہر ہوا، وراثت میں اس کے حصول کی خواہش ایسے لوگوں کو آگے لے آئی جن کے پاس علم ہے نہ امور عامہ کے بارے میں اسلامی شریعت کی رائے سمجھنے کی صلاحیت ہے۔ نبی ﷺ کو اپنی امت پر اسی بات کا خوف تھا۔ اکثر صوفیانہ طریقوں میں پائے جانے والے پیروں مریدوں اور قطبوں اور سربراہوں کے اعمال، ان کا یہ زعم کہ وہ کسی حکم کے مقابلہ مکاف نہیں، ان کے اور اللہ کے درمیان سے پردے اٹھ جاتے ہیں۔ ان باتوں پر جو بھی غور کرے گا اور ان کا نصاریٰ کے عقیدہ بخشنش گناہ، چرچ میں پادریوں کے مقام، مسیلا دکی رسم اور بخشنش گناہ کے پروانوں سے موازنہ کرے گا، اسے معلوم ہو گا کہ یہ سارے معاملات مختلف پہلوؤں سے ایک دوسرے سے ماخوذ ہیں۔ جہالت یا تقلید کی بنابر ہونے والی ہر طرح کی خارجی آمیزشوں سے، چاہے وہ مذہب یہودیت کی ہوں یا نصرانیت کی یا قبل از اسلام زمانہ جاہلیت کی، ان سے اسلام کی تطہیر کے لیے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی پر عمل پیرا ہونا ضروری ہے:

﴿وَكُنْ تَرْضِيَ عَنْكَ الْيَهُودُ وَلَا الظَّاهِرِيَ حَثَّى شَيْعَ مَلَكَتُهُمْ طَفْلٌ إِنَّ هُدَى

اللَّهُ هُوَ الْهُدَىٰ طَوَّلَنِي التَّبَعَتْ أَهْوَاءُهُمْ بَعْدَ الَّذِي جَاءَكَ مِنَ الْعَلِمِ
مَا لَكَ مِنَ اللَّهِ مِنْ وَرِيقَةٍ وَلَا نَصِيرٍ ﴿٤﴾

”آپ سے یہود و نصاریٰ ہرگز راضی نہیں ہوں گے جب تک کہ آپ ان کے مذهب کے تابع نہ بن جائیں، آپ کہہ دیجئے کہ اللہ کی ہدایت ہی ہدایت ہے اور اگر آپ نے اپنے پاس علم آجائے کے باوجود ان کی خواہشوں کی پیروی کی تو اللہ کے پاس آپ کا کوئی ولی ہو گا نہ مددگار۔“^①

علمائے مسلمین جنپیں دینی امور سے صحیح طور پر آگاہی ہو، انھی پر شریعت اسلامی کے دونوں مصادر: کتاب اللہ اور رسول امین ﷺ کی صحیح ثابت شدہ سنت کی توضیح و تشریح اور دعوت و ارشاد کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ ہر داعی کو اس ذمہ داری کا احساس ہونا اور علمائے مسلمین میں سے ہر عالم کو اس کی طرف توجہ دینا ضروری ہے۔ داعیانِ الی اللہ اور مصلحین کی تاریخ میں، اس خالص اور کبھی خٹک نہ ہونے والے موجز نامہ قیاض سے لوگوں کی دعوت میں مسلسل لگے رہنے کے روشن صفات موجود ہیں اور شیخ محمد بن عبدالوہاب ۃث اسی صاحبِ عزیمتِ لشکر کے ایک فرد ہیں جس نے اصلاح و تعلیم کے لیے تابعین اور تبعیق تابعین کا سیدھا اور سچاراستہ اختیار کیا۔ انہوں نے علماء کی کثرت کے باوجود انہا پسند صوفیت میں بنتا زندگی گزارنے والا معاشرہ اور مسلمانوں کو ان قبروں سے وابستہ پایا جو کسی کو کوئی نفع یا نقصان نہیں دستیں۔ انہوں نے دیکھا کہ اکثر لوگ بے حس و حرکت پھرلوں سے برکت حاصل کرنے اور کلام اللہ کی بے جاتاویل کرنے میں لگے رہتے ہیں اور جمادات سے نفع طلب کرنے اور دفع ضرر کی غرض سے چھٹے ہوئے ہیں اور اس حقیقتِ عظیمی کو بھول گئے ہیں کہ تھا اللہ تعالیٰ ہی نفع دینے والا اور ضرر پہنچانے والا ہے، وہ ہر چیز پر قادر ہے اور کوئی ایسا عمل

جو خالص اس کی ذاتِ کریم کے لیے نہ ہو، قبول نہیں فرماتا۔ یہ ماحول شیخ پر بڑا شاق گزرا کیونکہ اس میں خالقِ حقیقی کے برخلاف عقیدہ عمل کو غیر اللہ کی طرف پھیرنے کی جگارت پائی جاتی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو اپنے فضل سے ہر چیز سے نوازنے والا ہے۔ اس وقت صرف نجد ہی نہیں بلکہ پورے عالمِ اسلام کے معاشرے کی حالت ناگفتہ بھی۔ اس حالت کا اندازہ کرنے کے لیے ایک امر کی مورخ ”لو تھر و ب سٹیوارڈ“ کا تبصرہ پڑھ لجھیے۔ وہ کہتا ہے:

”..... دین پر سیاہ بدی چھائی اور جس وحدانیت کی رسول اللہ ﷺ نے تعلیم دی، اس پر خرافات کی کھال اور صوفیت کا غلاف چڑھا دیا گیا۔ مساجدیں نمازوں سے خالی ہو گئیں، ان پڑھ اور مجھوں النسب علم کے دعوے داروں کی کثرت ہو گئی۔ فقراء اور مسکین کے ٹوٹے اپنی گردنوں میں تعمیذِ لشکارے جا بجا گھومنے لگے، لوگوں کو بے بنیاد باتوں، مغالطوں اور طرح طرح کے شبہات میں بھلا کرنے لگے، اولیاء کی قبروں کی زیارت کی رغبت دلانے لگے، قبرستانوں کے ٹھن شفاعت کی درخواستوں کے میدان بن گئے۔ لوگوں کی نگاہوں سے قرآن کی فضیلتوں اوجمل ہو گئیں، اگر اس زمانے میں رسول اللہ ﷺ اس دنیا میں واپس آ جائیں اور اسلام کے دعوے داروں کو دیکھیں تو وہ ان سے ناراض ہو جائیں گے۔“

بقول شیخ عبداللہ خیاط امام حرمؑ، یہ تبصرہ ایک انصاف پسندِ ثمن کی جس کے مسلمان ہونے کی خبر نہیں، بڑی سچی گواہی ہے، بارہویں صدی ہجری میں اسلام اور اسلامی معاشرہ انحطاط کی جس حد کو پہنچ گیا، اس کا تبصرہ اُس کی بڑی سچی تصویر ہے۔⁴

امیر شکلیب ارسلان اس مورخ کے متعلق فرماتے ہیں: اگر فلاسفہ اسلام میں سے کوئی فلسفی

⁴ بیان مذکورہ فضیلۃ الشیخ عبداللہ خیاط کے ایک مقالے کے ضمن میں ہے جو اخبار عکاظ کے جمادی الاولی 1404ھ کے شمارے میں شائع ہوا، نیز دیکھیے استاذ عبداللہ بن رویشد کی کتاب ”الإمام محمد بن عبدالوهاب“: 245/2، 246، منقول شدہ از کتاب ”حضارة العالم الإسلامي“

ان آخری صدیوں میں مسلمانوں کے حالات کی تصویر کشی کرنا چاہے تو وہ اس سے بہتر تصویر نہیں کھینچ سکتا جو اس امر کی مصنف استیوارڈ نے کھینچ کر رکھ دی ہے۔ نجد اور جزیرہ نماۓ عرب اس وقت دیگر اسلامی ملکوں سے مختلف نہیں تھے۔ اکثر اسلامی ملکوں میں حق کی روشنی باطل کی گھٹاؤں میں چھپ گئی تھی۔ بدعتات و خرافات کی بہتانت ہو چکی تھی، علماء موجود تھے لیکن لوگوں کی صحیح راستے کی طرف رہنمائی نہیں کرتے تھے بلکہ انھیں گمراہ کر کے ان کے عقیدے خراب کرتے تھے۔

دونجدی مؤرخ

حسین بن غنام احسانی نجدی متوفی 1225ھ اور عثمان بن بشر متوفی 1290ھ اپنے عہد کے بڑے ثقة مؤرخ ہیں۔ انہوں نے اسلامی ملکوں خاص طور پر عرب ممالک کے حالات بہت قریب سے دیکھے۔ اس وقت الیٰ نجد کی عقیدہ و عبادت میں جو حالت ہو چکی تھی۔ یہ اُس کے عینی گواہ ہیں۔ انہوں نے جو کچھ دیکھا ہے کم و کاست بیان کر دیا۔

ابن غنام شیخ محمد کی دعوت حق کے اولین مبصر ہیں۔ شیخ محمد بن عاشور، جس جاں فشانی سے دعوت حق دیتے رہے اور اس سلسلے میں جس طرح اپنا اثر و رسوخ بروئے کار لاتے رہے اُس کے مناظر و احوال ابن غنام نے خود دیکھے اور وہ اس ایمان افروز دعوت کے شیدائی بن گئے۔ انہوں نے اس دعوت حق کی تاریخ لکھی اور اس کی خاطر شہرا حساء سے منتقل ہو کر در عیہ میں سکونت اختیار کی، تیہیں ان کا انتقال ہو گیا۔ وہ اپنی تاریخی کتاب میں عرب ممالک کی عام اور نجد کی خاص طور پر حالت زار بیان کرتے ہیں۔ انہوں نے زید بن خطاب کی قبر پرستی کا حال بتایا ہے جس پر ایک قبیلہ اور جن کا ریاض کے قریب قصبه جبلہ میں مزار تھا، اس کے علاوہ بعض ایسے صحابہ کی قبریں اور قبے بھی تھے جو مرتدین کے خلاف جنگوں میں شہید ہوئے تھے۔ ان قبروں کے پاس لوگ اللہ کے ساتھ غیر اللہ کے نام پکار کر کھلے بندوں کا روبار شرک کرتے

تھے۔ ان کے نام کی نذر مانتے تھے۔ ان سے برکت حاصل کرنے اور ان کا وسیلہ پکڑنے کا دھندا کرتے تھے۔ انھوں نے بتایا ہے کہ یہ کام صرف قبروں کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ درخت، پتھر اور شیطانوں کے پاس بھی یہی کاروبار شرک ہو رہا ہے۔^۱

ابن غنام اس نوعیت کے واقعات کے ہم عصر ہیں، انھوں نے ان واقعات کی روادا نظریاتی اعتبار سے قلم بند کی ہے۔ ان کے جانشین ابن بشر نے واقعات کے رُخ اور رفتار کو زیادہ بہتر طور پر سمجھا ہے۔ ان کی تاریخ میں موجود ہے کہ نجد بھی دیگر اسلامی ملکوں کی طرح اصل حقیقت سے مخفف اور اُس اعتقادی گراوٹ کا شکار^۲ ہو گیا تھا جسے مصلحت پرست لوگ اور مشارک طریقت رواج دیتے تھے۔

پہلی وہ مرحلہ ہے جب شیخ محمد کی غیرت دینی جوش میں آئی، معرفت کا حق ادا کرتے اور علم کے حکم پر عمل کرتے ہوئے وہ دعوت حق کے لیے بے تاب ہو گئے۔ ان کا خیال تھا کہ علم کے لیے عمل ضروری ہے اور اسلام کے جو کام چھوڑ دیے گئے ہیں یا جوئی چیزیں ٹھوںس دی گئی ہیں اور لوگوں کی زندگی میں اس طرح راجح ہو گئیں گویا وہ لوازم عقیدہ میں سے ہیں یادیں کے احکام کا جزو ہیں اور لوگ اس حقیقت سے بے خبر ہیں کہ ان پر عمل کرنا واجب ہے یا اسے ترک کرنا ضروری ہے، اس کی وضاحت کرنا ایک اہم امانت اور بہت بڑا فرض ہے جسے پورا کرنا ضروری ہے۔

مفاد پرست علماء، جنکاف مصنوعی عالم بنے والے جہلاء اور طریقۂ تصوف کے لوگوں نے دین مشتبہ بنادیا، عقیدے خراب کر دیے، لوگوں کو صحیح معنوں میں اسلامی احکام بخشنے سے باز رکھا اور دنیوی کمائی اور بالا وستی میں اضافے کے لیے جو چیزیں انھیں بہتر معلوم ہوئیں، انھی کی

^۱ دیکھیے تاریخ ابن غنام: 1/ 18-5.

^۲ دیکھیے ابن بشر کی تاریخ: عنوان المحمد فی تاریخ نجد: 1/ 34, 35 و 44.

طرف ان کی توجہ پھیر دی۔

ان حالات میں اس اصلاحی سلفی دعوت کو قریبی واقف کاروں کے انکار و مذمت سے واسطہ پڑا۔ دور والے اس کے بارے میں خوف اور تشویش کا شکار ہو گئے۔ مخالفین اور مفاد پرستوں نے اس دعوت سے دشمنی پر کمر باندھ لی۔ چنانچہ شیخ محمد بن علیؑ پر ہر طرف سے تہتوں کی بوچھاڑ شروع ہوئی، تیر بر سائے جانے لگے، ذہن جھوٹی تہتوں کی فصلیں اگانے لگے اور نفرت دلانے والے القاب ایجاد کرنے لگے۔ یہ صورت حال بدیہی تھی، غیر متوقع نہیں تھی۔ حق و صداقت کی آوازیں جب بھی اٹھی ہیں، انھیں پرانی چال چلنے والوں کی طرف سے ایسی ہی صورت حال سے واسطہ پیش آیا ہے جیسا کہ زمانہ جالمیت کے عربوں نے نبی ﷺ سے کہا تھا:

﴿إِنَّا وَجَدْنَا أَبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةً وَإِنَّا عَلَىٰ أُثْرَهُمْ مُقْتَدُونَ﴾

”هم نے اپنے باپ دادا کو ایک دین پر پایا اور ہم تو انھی کے نقشِ قدم کی پیروی کرنے والے ہیں۔“^۱

تاہم جانچ پر کھ اور تحقیق جستجو کا وقفہ ختم ہونے، امتحان و آزمائش، بحث و مباحثہ، مناقشہ اور رد و قدح کے بعد واضح دلیل عیاں ہو جانے پر یہ مخالفت و مراجحت ناپسندیدہ ہو جاتی ہے جیسا کہ سجیدہ خط کتابت، بامقصد لثر پچر اور ان معتدل علمائے کرام کے خیالات سے عیاں ہوا جنھوں نے مکے میں علمائے سلفی دعوت کی ایک جماعت سے بحث و مباحثہ کیا اور یہ ثابت ہو گیا کہ امام سعود بن عبد العزیز جو شیخ محمد بن عبدالوهابؓ کی دعوت پر چلے، انھوں نے کوئی روشن اختیار نہیں کی، نہ اپنی دعوت میں رسول اللہ ﷺ کی صحیح سنت کی مخالفت کی اور شیخ محمد نے اپنی کتابوں میں قرآنی آیات کریمہ اور صحیح احادیث نبویہ کے علاوہ کسی اور چیز سے استدلال کیا ہے۔ یہ حقیقت اس وقت کے علمائے مکہ اور علمائے نجد کے درمیان، پھر 1226ھ

میں ایک طرف ابن سعید اور علمائے نجد اور دوسری جانب علمائے مراکش کے مابین تبادلہ خیال سے روشن ہو گئی۔ اس امر کی گواہی مراکش کی تاریخ میں بھی محفوظ ہے۔ فی الجملہ بحث و مباحثہ سے فضا کا رخ پلت گیا۔^۱

عنقریب میں اس کتاب میں نجد کے ان مخصوص علماء کے نام پیش کروں گا جو شیخ محمد بن عبدالوہاب کی دعوت کے مقابلے میں آئے۔ وہ نجد سے دعوت کی دشمنی لے کر، اس پر الزام لگا کر مسلمانوں کے سامنے اس کی صورت بگاؤنے کی غرض سے لٹکے، دور کے لوگوں نے ان کا دعویٰ مان لیا اور ان کے مضامین سے متاثر ہوئے۔ اس کی وجہ حاضر یہ تھی کہ شیخ محمد کی دعوت حق کے بارے میں انھیں کچھ معلوم نہیں تھا۔ نہ وہ اس دعوت پر تہمت کے سبب سے آگاہ تھے۔ نہ وہ شیخ محمد اور آن کی دعوت کے خلاف کذب بیانی اور بہتان تراشی کے اسباب و وجہ سے واقف تھے۔

اسلامی ملکوں کے بعض علماء سے ہم معدودت خواہ ہیں کہ ان کے پاس علاقے کے بعض لوگ گزرگرأت ہونے آئے اور اپنی خواہشات نفس کے مطابق سلفی دعوت کی نقش آرائی کی۔ ان میں سے بعض کو سامراجی ملکوں کے مصلحت پرستوں نے ابھارا۔ یہ بات علماء کے نزدیک معروف حد، تعصیب اور اختلاف کا نتیجہ تھی۔

مجھے اس موضوع پر گفتگو کرنے کا خیال نقد مالکی کی ایک قدیم کتاب (المعيار المغرب والجامع المغرب عن فتاوى علماء أفريقيا والأندلس والمغرب) کے مطالعے سے بھی آیا۔ مراکشی بھائیوں کے دلوں میں اس کتاب کی بڑی اہمیت ہے، یہ کتاب بیروت میں 1981ء میں دارالغرب الاسلامی کے زیر اہتمام چھپ چکی ہے۔ اس کے مؤلف احمد بن

^۱ اس کے لیے دیکھیے الإعلام بمن حل بمراکش وأغاثات من الأعلام: 10/70, 71، والاستقصاء لأخبار دول المغرب الأقصى: 8/120-122، تجزیہ البیان المفید فيما اتفق عليه علماء مکہ و نجد من عقائد التوحید، پبلایٹیشن: 1244ھ۔

یحیٰ و نشریٰ ہیں۔ اس کے جز: 11، ص: 168 پر درج اس سوال پر میری توجہ مبذول ہو گئی: ”وہابی مذهب ماننے والوں سے کیا معاملہ کیا جائے؟“ یہ سوال اس اعتبار سے یقیناً چونکا دینے والا ہے کہ شیخ محمد بن عبدالوهاب رضی اللہ عنہ کی اصلاحی اور تجدیدی دعوت جو اسلامی عقیدے میں در آنے والی غلطیوں کی اصلاح کرنے والی ہے، تقریباً اسی نام سے مشہور ہے جو دعوت کے دشمنوں، ان کے چیلوں اور ان کی ڈگر پر چلنے والوں نے رکھ چھوڑا ہے جبکہ انھیں یہ بھی معلوم نہیں کہ شیخ محمد بن عبدالوهاب کون ہیں؟ ان کی دعوت کیا تھی؟ اور کہاں سے اٹھی تھی؟

درحقیقت یہ اصطلاح منافرت پیدا کرنے کے لیے گھری گئی اور تصوف کے بعض مسلکوں نے ہوادے کرائے مروج کیا۔ اور اپنے مصالح یا مسلمانوں کو کمزور کرنے اور انھیں رسول اللہ ﷺ کے اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے منهج اور صحیح دین سے دور کرنے کی خواہش اس کی محرك بی۔ اور ویسے بھی آل سعود کی نصرت و تائید سے خباد اور دیگر مقامات پر مسلمانوں کا اس دعوت کے قیام کا اهتمام مسلم علاقوں پر یورپی تسلط کے زمانے میں ہوا اور یورپی تسلط کا اصول ہی یہ ہے کہ ”لڑاؤ اور حکومت کرو۔“ چنانچہ یہ لقب ان دشمنان دینِ اسلام کی خواہش کا مظہر ہے جو مسلمانوں کا اتحاد کمزور کرنے اور ان کے درمیان ان تعلقات اُلفت و محبت کو پارہ پارہ کرنے کے درپے ہیں جن کا دین حق داعی ہے اور جنہیں دینی تعلیمات نے زبردست اہمیت عطا کی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ اور فرمانِ رسول ﷺ سے عیاں ہے:

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَاصْلِحُوهُا بَيْنَ أَخْوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾

”(یاد رکھو!) سارے مسلمان بھائی بھائی ہیں، لیں اپنے دو بھائیوں میں صلح کر دیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔“ ①

«مَثُلُ الْمُؤْمِنِينَ فِي تَوَادُّهِمْ وَتَرَاخِيمِهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ، مَثُلُ الْجَسَدِ، إِذَا اشْتَكَى مِنْهُ عُضُّوٌ، تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهْرِ وَالْحُمَّى»

”آپس میں محبت، ایک دوسرے پر حم کرنے اور اظہار ہمدردی میں مونین کی مثال ایک جسم جیسی ہے کہ جب اس کے کسی ایک عضو کو تکلیف ہوتی ہے تو باقی اعضائے جسم بخار اور بے خوابی میں بستلا ہو جاتے ہیں۔“^۱

اعدائے دین کا یہ عمل صرف مسلمانوں کو آپس میں لڑانے، خون خراپ کرانے اور بغض و عداوت کی آگ بھڑکانے کے لیے ہوتا ہے کیونکہ (دشمنان اسلام) نے ایک طرف تو دینی امور کی تقریر کی تاثیر اور دوسری جانب عالم اسلام میں پھیلی ہوئی خوفناک ناخواندگی کا اچھی طرح اندازہ کر لیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ فی زمانہ عام مسلمان اور اک حقیقت کے لیے علم حاصل نہیں کرتے۔ یہ لوگ صرف وہی یا تیس سمجھتے ہیں جو بزعم خویش مدعاں علم کی طرف سے کہی جاتی ہیں اور جو حکام کی طرف سے اپنے مصالح کے لیے ان مدعاں علم کے کافوں میں پھونک دی جاتی ہیں۔ چاہے وہاں اعلان حق کرنے اور دین حق کی دعوت دینے والی شخصیتیں بھی موجود ہوں جن کی بابت بالعموم یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ ”وہ دورانیہ لیکن ناتواں لوگ تھے۔“

شیخ عبداللہ بن عبد الغنی خیاط امام و خطیب حرمؑ کی شریف نے اپنے مضمون میں جواخبر ”عکاظ“ میں ہرسہ شنبہ کو نکالتا ہے، لکھا ہے کہ استاذ احمد علی کاظمی نے اپنی کتاب میں ایک برطانوی افسر کا حال لکھا ہے۔ اس کا نام ”ہارفورڈ بر انگلس“ ہے۔ یہ برطانوی افسر 1209ھ سے 1199ھ تک عراق میں بحیثیت سیاسی نمائندہ مقیم رہا۔ یہ شخص امام محمد کا ہم عصر تھا اور امیر سعود بن عبدالعزیز سے اس کے تعلقات تھے۔ موصوف 1218ھ میں اپنے والد کی شہادت کے بعد پہلی سعودی

^۱ صحیح مسلم، البر والصلة والأدب، باب تراحم المؤمنین.....، حدیث: 2586.

حکومت کے تیرے حاکم ہوئے۔

اس افر نے تحریک وہابیت کے بارے میں ایک مختصر تاریخ قلمبند کی ہے۔ اس کے مضمون کی عبارت اس طرح ہے: دربار عالی نے مشہور کر رکھا ہے کہ ابن سعود لوگوں کو مدینہ منورہ کی زیارت سے روکتے تھے۔ لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ وہ لوگوں کو روضۃ بنوی کے سامنے شرک کے کام کرنے سے اسی طرح روکتے تھے جس طرح انہوں نے لوگوں کو اولیاء کی قبریں پوجنے سے روکا۔

سادہ لوح بھولے بھالے لوگوں نے اثر و سوخ وائل حکام کی بات پر اعتماد کر کے یقین کر لیا کہ تحریک وہابیت یا شیخ محمد بن عبدالوهاب کی سلفی دعوت کفر ہے اور جو اس پر چلے گا، وہ کافر ہے۔ لیکن صحیح بات یہی ہے جسے اس اعتقاد کے مطابع سے دلچسپی رکھنے والا ہر شخص جانتا ہے کہ شیخ محمد اور ان کی پیروی کرنے والے تھیک تھیک کتاب و سنت کی راہ پر چلتے ہیں۔

رہی فقہ، یعنی مسلکی رخ کی بات تو یہ فقہ حنبلی کے مطابق ہے، ان کا کوئی پانچواں مذهب نہیں ہے جیسا کہ لوگوں نے عوام کو نفرت دلانے کی غرض سے ان کے بارے میں مشہور کر رکھا ہے۔ فقہ حنبلی میں شیخ محمد کی ولادت سے ایک صدی سے بھی زیادہ مت پہلے پہنچ چکی تھی۔ دمشق میں مدرسہ صالحیہ میں پڑھنے والے اور مصر میں پڑھنے والے لوگ فقہ حنبلی لے کر آئے جبکہ اس سے پہلے وہاں مالکی اور حنفی فقدر انجام گئی تھی۔

برخار دست نے سچ کہا ہے کہ تحریک وہابیت کے متعلق جو بھی افواہ پھیلائی گئی، اس کی وجہ مغض یہ تھی کہ دعوت وہابیت کی اس حقیقت کو اچھی طرح نہیں سمجھا گیا کہ اس کا مقصد وحید اسلامی تعلیمات کی حشو وزوال مکمل سے تطبیر ہے۔

یہ ایک ایسے شخص کی گواہی ہے جو اسلام کو دین نہیں مانتا لیکن وہ انصاف پسند ضرور ہے اور اس نے حقیقی صورت حال بتا دی ہے۔ اور یہ شہادت حق اسی پر موقوف نہیں بلکہ ایسی گواہیاں

بڑی کثرت سے موجود ہیں، مثلاً:

استاذ مخ ہارون نے انگریز مصنف ”کونٹ ولر“ کی تدوید میں، امریکی محقق ”لو تھر و ب سٹیوارڈ“ نے اپنی کتاب ”حاضر العالم الاسلامی“ میں، جرمن مستشرق ”کارل برولمان“ نے اپنی کتاب ”تاریخ الشعوب الاسلامیہ“ کی پوچھی جلد میں، جرمن مؤرخ ”ڈیکو پرٹ فون میکس“ نے اپنی کتاب ”عبدالعزیز“ میں جو 1953ء میں جرمنی میں شائع ہوئی۔ استاذ ”ڈیلفرڈ کینوول“ نے کتاب ”الاسلام فی نظر الغرب“ میں، جس کی تالیف مستشرقین کی ایک جماعت نے کی ہے فرانسیسی عالم ”برنارڈ لوئیس“ نے اپنی کتاب ”العرب فی التاریخ“ میں، آسٹروی مستشرق ”گولڈ زیہر“ نے اپنی کتاب ”العقيدة والشريعة“ میں، انگریز مستشرق ”گب“ نے اپنی کتاب ”المحمدیۃ“ (محمد زم) میں۔ اور فرانسیسی مستشرق ”سید یو“ نے اپنی کتاب ”تاریخ العرب العام“ میں ایسی ہی شہادتیں دی ہیں۔

برٹش انسائیکلو پیڈیا میں صاف صاف لکھا ہے کہ تحریک وہابیت اسلام میں اصلاحی تحریک کا نام ہے۔ اور وہابی صرف رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کی پیروی کرتے ہیں، اس کے علاوہ ساری باتوں کو ترک کر دیتے ہیں اور تحریک وہابیت کے دشمن دراصل صحیح اسلام کے دشمن ہیں۔^۱

شیخ محمد بن عبدالوهاب کی دعوت سب لوگوں نکل پہنچانا فرض عین ہے۔ یہ دعوت حق اسلامی ملکوں میں جہاں جہاں پہنچی وہاں کے انصاف پسند علماء نے اس کی تائید کی اور حق بات کہی، جیسے شیخ محمد بشیر سہوانی ہندی نے اپنی کتاب ”صیانتة الإنسان عن وسوسة دحلان“ شیخ محمود شکری الوی عراقی نے ”تاریخ نجد“ اور شیخ احمد بن سعید بغدادی عراقی نے

^۱ دیکھیجی استاذ عبداللہ بن رویشد کی کتاب ”محمد بن عبدالوهاب“: 345/2: 354۔ اس میں ان لوگوں کے بیان کے اقتباسات ہیں۔

"ندیم الأدیب" میں بیان کیا ہے۔

ملک شام میں شیخ جمال الدین قاسی، شیخ عبدالرزاق بیطار، شیخ طاہر جزاڑی اور شیخ محمد کامل قصاب نے اس تحریک کا مطالعہ کیا تو اسے بہت پسند کیا اور اسے حق اور درست پا کر شاید معاشرے میں اس کی ترویج و اشاعت کی۔ اس بنا پر عثمانی حکومت نے تحریک کے سربراہ شیخ جمال الدین قاسی کو 1908ء میں عدالت کے سپرد کر دیا لیکن عدالت نے انھیں بری قرار دے دیا۔ ان کے ساتھ بہت سے دیگر علماء کے خیالات بھی دعوت کے موافق ہیں، مثلاً: علامہ سید محمد رشید رضا نے اپنی کتابوں "محاورة المصلح والمقلد" اور "الوهابيون في الحجارة" کے علاوہ اپنے اخبار "المنار" میں شائع ہونے والے اپنے مضامین میں اس دعوت حق کی مکمل تائید کی ہے۔ اُن کی طرح محمد کرد علی، شکیب ارسلان، فلپ جتنی، امین سعید، علی طنطاوی، زرکلی، محمد جمیل بنهم، عمر ابن نصر اور عبد المتعال صعیدی نے بھی کتاب "المجددون" میں تائیدی خیالات ظاہر کیے ہیں۔

ٹھیک اسی طرح حادف فقی کے "اثر الدعوة الوهابية" میں، عبد العزیز بکر کے "الأدب العربي وتاريخه" میں مصطفیٰ حناؤی اور ڈاکٹر احمد امین کے "زعماء الاصلاح" میں، محمد قاسم کے "تاریخ یورپ" میں، مناع قطان کے "دعوة الإسلام" میں، عبد الکریم خطیب کے کتاب "محمد بن عبد الوہاب" میں، محمد ضیاء الدین کے کوئی پرچے "إرشاد" کے رجب 1373ھ کے شمارے میں، ڈاکٹر محمد بن عبد اللہ ماضی کے "حاضر العالم الإسلامي" میں، احمد حسین کے شمارے میں اداۓ حج کے بعد لکھے گئے "جزیرة العرب کے آنکھوں دیکھے حالات" کے زیر 1948ء میں اداۓ حج کے بعد لکھے گئے "جزیرة العرب کے آنکھوں دیکھے حالات" کے زیر عنوان مضمون میں، عقاد کے "الإسلام في القرن العشرين" میں، طاہر حسین کے "الحياة الأدبية في جزيرة العرب" کے زیر عنوان مضمون مطبوعہ 1354ھ میں، ^① قطر کے شیخ احمد

① ان اقوال کے اقتباسات، ابن رویشد کی کتاب "محمد بن عبد الوہاب": 2/275-360 میں دیکھیے۔

بن حجر قاضی کے ان کی کتاب ”شیخ محمد بن عبدالوہاب“ میں، شیخ مسعود عالم ندوی کے ان کی کتاب ”محمد بن عبدالوہاب ایک مظلوم اور بدنام مصلح“ میں، ڈاکٹر محمد جبیل غازی کے ان کی کتاب ”محدث القرن الثاني عشر“ یعنی پارہویں صدی کے مجدد میں، امین سعید کے ان کی کتاب ”سیرت امام محمد بن عبدالوہاب“ میں، مسلم چہنی کے ان کی کتاب ”اثر حرکۃ الشیخ محمد بن عبدالوہاب فی العالم الإسلامی“ میں اور شیخ ڈاکٹر صالح بن عبداللہ العبود کی کتاب ”عقيدة محمد بن عبدالوہاب السلفیة“ میں ظاہر کردہ خیالات دعوت حق کی پُر جوش تائید و حمایت سے لبریز ہیں۔ ان کے علاوہ بھی بہت سے علمائے کرام نے دعوت حق اور تحریک وہابیت کی زبردست حمایت کی ہے۔

اور یہ جو سلفی دعوت کو وہابیت کے نام سے مشہور کیا گیا تو یہ درحقیقت اس سلفی، اصلاحی دعوت کے مخالفین کا رکھا ہوا نام ہے جو جزیرہ نماۓ عرب سے اللہ کے دین کے لیے بر بناۓ غیرت و محیت بلند ہوئی جس کا مقصد وحید یہ تھا کہ اسلامی تعلیمات کے ساتھ چپکائی ہوئی ملاوٹوں اور توحید میں خالق کے ساتھ مخلوق کی شرکت اور جو عبادتیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، ان میں مخلوق کی شمولیت کا خاتمہ کر دیا جائے کیونکہ اس طرح کی عبادت میں اس حدیث قدسی کے مضمون کی پامالی ہے جس میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

«أَنَا أَغْنِي السُّرَكَاءِ عَنِ الْشَّرِكِ مَنْ عَوَلَ عَمَلًا أَشْرَكَ مَعِينَ
فِيهِ غَيْرِي تَرْكُتُهُ وَشَرِكُهُ»

”میں شرکاء میں شرک سے سب سے زیادہ بے نیاز ہوں جس کسی نے کوئی ایسا عمل کیا جس میں اُس نے میرے ساتھ کسی اور کو شرک کیا تو مجھے اُس کی اور اُس کے شرک کی کوئی پروانیں۔“^۱

¹ صحیح مسلم، الزهد، باب تحريم الرباء، حدیث: 2985.

اب ہماری کوشش یہ ہے کہ عوام الناس کے دلوں میں ایک طویل عرصے سے جو غلط فہمی موجود ہے، اُس کا ازالہ کیا جائے اور یہ بھی واضح کیا جائے کہ آخر یہ غلط فہمی پیدا کیوں ہوتی۔ دراصل ان لوگوں نے جو سلفی دعوت کے شدید مخالف تھے، اس اصلاحی تحریک کو وہ بہیت کا لقب اس لیے دیا کہ اسے بدنام کیا جائے اور عوام الناس کے دلوں میں اس تحریک کے خلاف نفرت پیدا کی جائے۔ مخالفین کی نسلوں نے بھی وہ بہیت کی اصطلاح کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور تحریک کے خلاف نفرت پھیلانے میں وہ اپنے آباؤ اجداد سے کسی طرح پیچھے نہیں رہے۔ وہ بہیت کی اصطلاح جن لوگوں نے سب سے پہلے اپنائی اور عوام میں مردوج کی ان میں اکثریت صوفیاء اور تارک الدنیا درویشوں کی ہے۔ صوفیاء کا اپنا حال یہ ہے کہ وہ شفاف دینی تعلیمات کی موجودگی کے باوجود دین اسلام کی روح نہیں سمجھ سکے، اس لیے کہ اسلام میں رہبانیت نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔ اگر وہ دین کے مزاج اور اس کی روح کو سمجھتے تو کبھی رہبانیت اختیار نہ کرتے۔ اس جہالت و نادانی کی وجہ یہ ہے کہ اکثر صوفیاء کی سوچ ان کی اپنی ہی ذات تک محدود ہے۔ صوفیانہ مسلمانوں کی دعوت سے ان کا مقصد محض جلب منفعت ہے، یعنی جس قدر ہو سکے دنیا کا مال و متاع اکٹھا کیا جائے اور اپنی ساری مصلحتیں پوری کر کے زیادہ ذاتی نفع حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔ وہ یہ حقیقت فراموش کر چکے ہیں کہ اسلامی تعلیمات کا رتبہ اس گھنیادنیاوی سیم وزرا اور غایظ سرمائے سے بہت بالا اور ارفع و اعلیٰ ہے جو وہ جمع کر رہے ہیں، انھیں اس اصل اصول کا دراک ہی نہیں کہ انسان کو اپنے تمام اعمال میں اخلاص کا مظاہرہ کرنا اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کا طلب گارہ ہنا چاہیے۔

یہ بندگان درہم و دینار اپنے مخصوص اغراض و مقاصد کی خاطر سلفی تحریک کے خلاف رائے عامہ ہموار کرتے ہیں، ارباب بست و کشاد کی آنکھوں میں دھول جھوٹکتے ہیں اور انھیں یہ خوف دلاتے ہیں کہ اگر انھوں نے اس صدائے حق پر کان و ہرا تو وہ ان تمام دنیاوی فوائد سے جو

انھیں میسر ہیں، محروم ہو جائیں گے اور عوامِ الناس کو اپنا مخالف بنالیں گے۔ یوں انھیں اپنے سرکاری مناصب سے بھی ہاتھ دھونا پڑے گا۔

وہ شماں اسلام جو مسلمانوں کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے اور ان کے مابین نفرت کے بیچ بونے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے، انھوں نے بھی وہابیت کی خانہ ساز اصطلاح کو خوب اچھا لانا اور عام مسلمانوں کو سلفی دعوت سے مقفر کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ دراصل اسلام کے وہ متن اُن خطرات کو بجاہ پ چکے تھے جو انھیں دین اسلام کی صحیح دعوت کے پھیل جانے سے پیش آ سکتے تھے۔ وہ خوب سمجھتے تھے کہ یہ دعوت مسلمانوں کی دینی غیرت و محیت بیدار کر دے گی اور اس طرح ان کا عالم اسلام پر تسلط قائم کرنے کا خواب بھی شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکے گا۔ یہ ایک ایسا موضوع ہے جس پر بہت سے اہل قلم نے خامہ فرسائی کی ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کے حضور دعا گو ہیں کہ وہ مسلمانوں کو ان تحریروں سے بھرپور فائدہ اٹھانے کی توفیق سمجھنے اور ان میں سے جو افراد راست سے بھٹک چکے ہیں، انھیں سیدھا راستہ دکھائے، بے شک اللہ تعالیٰ ہر امر پر پوری طرح قادر ہے۔

جس چیز نے مجھے خاص طور پر متوجہ کیا اور اس موضوع پر گفتگو کے لیے اُسکا یا، وہ وہی چیز ہے جو میں نے مذہب امام مالک رض پر اس قدیم فقیہی کتاب میں پایا اور جیسا کہ میں پہلے بتا چکا ہوں کہ اس سوال نے مجھے چونکا کر رکھ دیا: ”وہابی مذہب ماننے والوں سے کیا معاملہ کیا جائے؟“^۱

میں نے اس سوال کی عبارت پڑھی تو اس کا مضمون یہ تھا:

نغمی سے وہابیوں کی ایک ایسی جماعت کے بارے میں سوال کیا گیا جو مدت سے مسلمانوں کے مابین رہائش پذیر ہے، اب ان لوگوں نے اپنا مذہب ظاہر کر دیا اور مسجد بنالی ہے..... وغیرہ

۱ اس کتاب کا صفحہ: 15، مکہمی۔

وغیرہ۔ اس سوال کا خاتمہ اس بات پر ہے: کیا جنپیں اللہ تعالیٰ نے روزے زمین پر کشادگی عطا فرمائی ہے، حاکم بنایا ہے، ان کا انکار کرنا، انھیں سرزنش کرنا اور قید کرنا تاکہ وہ وہابیت سے توبہ کر لیں، درست ہے؟

اس کا جواب صرف شخصی اور تیزی کے جذبات سے دیا گیا، اس فرقے کے بارے میں اس امر کی کوئی وضاحت نہیں کی گئی کہ یہ نسبت عبد اللہ بن وہب راجی خارجی کی طرف ہے یا کسی اور طرف۔ واضح رہے کہ عبد اللہ بن وہب کی وفات 38ھ میں علی بن ابوطالب رض کے ساتھ جگ نہروان میں ہوئی کیونکہ وہ فیصلہ "تحکیم" ^۳ کے بعد ان سے با غیہ ہو گیا،..... بس اس کے علاوہ اور کسی دوسری چیز کی طرف کوئی اشارہ نہیں ہے، پس مرکاش کے ایک بھائی نے عام ڈگر کی طرح یہی سمجھا کہ اس سے مراد شیخ محمد بن عبد الوہاب کی سلفی دعوت ہے، موصوف نے شروع سے یہی بات پڑھی یا سنی تھی، اس لیے یہی بات ان کے ذہن میں جاگزیں تھی، چنانچہ اس ذیل میں وہ جو کچھ سمجھے بیٹھے تھے، اس میں وہ حق بجانب تھے مگر جب ان سے بحث و مباحثہ ہوا تو الحمد للہ! انھیں اور اک حقیقت ہو گیا اور اس کے مطابق انھوں نے اپنے خیال سابق سے رجوع کر لیا۔ یہ کتاب انھی کی درخواست پر لکھی گئی ہے۔

لہذا اس پس منظر میں تو وہ اور دیگر اشخاص معدود ہیں کیونکہ اس دعوت پر ہر طرف سے جملے ہو رہے ہیں اور اس کا دفاع کرنے والے کم ہیں، پس یہ نام حد سے تجاوز کر گیا۔ زبان زو عالم ہو گیا، رستی خارجی وہابیت کے خلاف علمائے مرکاش کے پرانے فتوے لوگوں کو اس دعوت سے نفرت دلاتے ہیں اور اہل سنت والجماعت کی اس دعوت میں کچھ مخالفت دیکھتے ہوئے اس کے تبعین کو کافر کہتے ہیں کیونکہ انھی کے علاوہ شیخ سیبوری جیسے دیگر علماء نے بھی اسی طرح کا فتویٰ دیا ہے۔

• دیکھیے ابن اثیر کی "الکامل" 38ھ کے واقعات۔

یہیں سے میری خواہش ہوئی کہ پہلے اس بات کی تحقیق کی جائے کہ سوال کرنے والے اور جواب دینے والے کے بیان میں وارد ”وہابیت“ سے کیا مراد ہے؟ پھر موضوع میں جو اشتباہ ہے، اس کا ازالہ ہو اور بطور علمی امانت معلومات کی تکمیل کے لیے اس ابہام کی وضاحت ہو جے۔ بہت سے لوگ سمجھتے ہی نہیں پاتے۔

ان شبہات کے ساتھ ساتھ بعض دیگر غلط خیالات و افکار کی آمیزش بھی ہوئی جس نے اس خالص سلفی دعوت کو ایسا رنگ دے دیا جو اس کی حقیقت کے بالکل خلاف ہے۔



// ”وہبیت“ اور ”وہبیت“ سے ممکن لگب مراد ہے؟ //

دوسری صدی ہجری میں شمالی افریقہ میں عبدالوہاب بن رستم کے ذریعے اسی کی طرف نسبت سے ”وہبیت“ نامی فرقہ پھیلا۔ یہ اباضی خارجی فرقہ ”وہبیت“ کی شاخ ہے۔ اس کا یہ نام اس کے مؤسس اصلی عبداللہ بن وہب راسی کی طرف نسبت کے باعث پڑا ہے، بعض لوگ اس کا نام ”راسبیہ“ بتاتے ہیں چونکہ پورے مرکاش میں اہل سنت لوگ اس فرقے کے مختلف العقیدہ ہونے کی وجہ سے اس کا مقابلہ کر رہے تھے، بہت سے علمائے مرکاش نے انھیں کافر نہہرایا ہے جیسا کہ ان کے پرانے فتوؤں سے عیاں ہے۔
 میہین سے میں نے مآخذ سے رجوع کیا اور خود تصدیق کرنی چاہی، علی بن محمد نعمی، جن سے فتویٰ پوچھا گیا تھا، کے سوانح دیکھئے۔ ان کی وفات 478ھ میں ہوئی، وہ مالکی فقیہ ہیں۔ اصلاً قیردانی ہیں۔ صفا قس میں ان کا انتقال ہوا۔^❶

رہے مؤلف احمد بن تیجی و نظری توكیت ”المعیار“ کے ہر جز کے سرورق پر اور ان کے نام کے پیچے یہ عبارت درج ہے: ان کی وفات ”فاس“ میں 914ھ میں ہوئی جبکہ نجد میں سلفی اصلاحی دعوت دینے والے شیخ محمد بن عبدالوہاب پیدا ہی نہیں ہوئے تھے، ان کی پیدائش ”غیینہ“ میں 1115ھ میں ہوئی اور انہوں نے دعوت کا آغاز در عیہ میں 1158ھ سے امام محمد بن سعود کی معیت میں کیا۔ اس طرح جواب دینے والے نجی کی وفات کے لحاظ سے متذکرہ سوال کا جواب شیخ محمد بن عبدالوہاب کی پیدائش سے چھ سو (600) سال سے بھی زیادہ مدت پہلے کا ہے۔ اور

^❶ دیکھیے الحلال السندریہ، ص: 143، والاعلام للزر کلی 5/148.

مؤلف و نشریی کی وفات کے اعتبار سے یہ دوسو (200) سال سے زیادہ پرانی بات ہے۔ ان دونوں باتوں سے عدم آگہی ان لوگوں کے لیے اشتباہ کا باعث بن جاتی ہے جو اس کی حقیقت معلوم کرنا چاہتے ہیں۔

اس معاملے کے باعث میں تاریخی اعتبار سے مراکش کی کتابوں میں اس مذہب کی اصل ڈھونڈنے اور اس وقت کا سراغ لگانے پر مجبور ہو گیا جب یہ معرض وجود میں آیا کیونکہ اس موضوع میں کچھ التباس ہے، اس لیے اس کی وضاحت ضروری ہے۔ یہ معاملہ دونوں میں ایک بات سے خالی نہیں۔ القابس یا تو مقصود صحنه میں ہوا یا کتاب میں کوئی ایسا اضافہ شامل کر دیا گیا جس کا جواب دینے والے اور مؤلف کتاب کو کوئی علم ہی نہ تھا، خاص طور پر اس لیے کہ یہ سوال اور اس کا جواب و نشریی کے بیان میں ایک دفعہ ”وہ بیت“ اور دوسری بار ”وہا بیت“ کے نام سے سامنے آیا ہے۔ مزید برآں ناشر یا محقق نے اس پر کوئی توضیحی حاشیہ بھی نہیں لکھا۔ چنانچہ مجھے خیال آیا کہ مراکشیوں کی اکثر کتابیں، بالخصوص جن کا تعلق عقیدے سے ہے، ان کے مختلف موقع و مقامات میں اس طرح کی وضاحت ضرور ہوئی چاہیے۔

تاریخی واقعات کا ان کے مراجع سے ربط جوڑنے، قاری کو شریک مطالعہ کرنے اور ان معلومات کو نگاہ میں رکھنے کے لیے جن پر بعض مراجع مشتمل ہیں، موضوع کے حقیقی تاریخی مراجع کی ضرورت ہے تاکہ دشمنان اسلام نے امت مسلمہ کی تاریخ میں، اسلامی معاشرے کو ہر طرح کے اصلاحی اعتمادی کام سے نفرت دلانے کے لیے ملاوٹ کی جو کوشش کی ہے، اسے ہم جان سکیں کیونکہ مخلاصہ اصلاحی کام اسلام کی تعلیمات پر عمل کرنے والوں میں باہم الگفت و محبت اور بڑی وسعت پیدا کر دیتا ہے۔ اعدادے اسلام یہ ہمید جانتے ہیں کہ صحیح اسلام کی قولاً اور عملاً موجودگی میں شرپسند طاقتیں اسلامی ملکوں میں گھنے کی راہ نہیں پاسکتیں، نہ ان طاقتوں کو مسلمانوں کے درمیان کوئی نجکانہ مل سکتا ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

// ”وَبَيْتٍ“ یا ”وَهِيَتٍ“ سے کون لوگ مراد ہیں؟ //

«أَعْطِيهِنَّ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ أَحَدٌ مِنَ الْأَنْبِيَاءَ قَبْلِي»
”مجھے پانچ ایسی چیزیں دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں۔“
ان میں سے ایک چیز آپ ﷺ نے یہ بیان فرمائی ہے:
«وَنُصِرْتُ بِالرُّغْبِ مَسِيرَةً شَهْرٍ»

”ایک مہینے کی مسافت تک لوگ مجھ سے مرعوب رہیں گے۔“⁴

دشمنان اسلام مسلمانوں کی خیرات و برکات سے فائدہ اٹھانے کے لیے اپنی مخصوص حکمت عملی ”تفریق ڈالا اور حکمرانی کرو۔“ (Divide And Rule) پر عمل کرتے ہوئے دیوار اسلام میں داخلے کی کوئی راہ ضرور نکالیں گے کیونکہ دشمنان اسلام کی اسلامی ملکوں پر بالادستی، مسلمانوں کے معاملات پر تصرف، ان کے قدرتی وسائل سے فائدہ اٹھانا اور فکری اعتبار سے ان پر غالب ہونا، یہ سارے نہ موم مقاصد پھوٹ ڈالنے، بعض وعداوت کے اساباب پیدا کرنے، افراد اور جماعتوں کے مابین نفرت کا شیج بونے ہی سے پورے ہو سکتے ہیں۔

دشمنان اسلام کی مثال شیطان کی طرح ہے جو چوری چوری اور چکے چکے ملتا ہے، جو نبی اُسے ایک بات مل جاتی ہے تو وہ اُس پر ذہنوں کو پریشان اور آپس میں بگاڑ پیدا کرنے کے لیے بہت سی جھوٹی باتوں کی بنیاد رکھ دیتا ہے۔

بعض صریح تاریخی عبارتوں اور مقامی و زمانی تفصیلات سے جن میں بعض پر میری نظر پڑی، میں اسی نتیجے پر پہنچا ہوں، چنانچہ تحقیق کے دوران شماں افریقہ میں پائے گئے فرقہ وہابیت کے بارے میں مندرجہ ذیل باتیں میرے سامنے آئیں:

① ڈاکٹر سید عبدالعزیز سالم کی کتاب ”المغرب الكبير“ کی جلد دوم میں ”عصر عباسی“ کے

❶ صحيح البخاري، الصلاة، باب قول النبي ﷺ: جعلت لي الأرض مسجداً و ظهوراً، حدیث 438، وصحیح مسلم، الصلاة، باب المساجد و مواضع الصلاة، حدیث: 1163

زیر عنوان یہ عبارت درج ہے: عبدالرحمٰن بن رستم جس نے مراکش کے شہر ”تاہرت“ میں رسمی حکومت کی بنیاد ڈالی۔ جب 171ھ میں اس کی موت کا وقت قریب آیا تو اُس نے دولتِ رسمیہ کے سات معزز حضرات کو حکومت کی تشكیل کی وصیت کی جن میں اس کا بیٹا عبدالوہاب اور ایک شخص یزید بن فندیک بھی شامل تھا۔ بیعت عبدالوہاب کے ہاتھ پر ہو گئی جس کے نتیجے میں اس کے اور ابن فندیک کے ما بین اختلاف پیدا ہو گیا۔

ابن رستم اور اس کے ساتھیوں کا مذہب ”اباضیہ“ تھا۔ جب ابن رستم نے اُسے مشرق سے مغرب، یعنی ”مراکش“ منتقل کیا تو یہ مذہب دو فرقوں ”وہابیت“ اور ”نکاریہ“ میں تقسیم ہو گیا۔ ”وہابیت“ کی نسبت عبدالوہاب بن عبدالرحمٰن بن رستم نے خود اپنے نام کی مناسبت سے رکھی۔ پھر ان دونوں فرقوں کے ما بین خوزیر جنگیں ہوئیں جن میں ”نکاریہ“ کو شکست ہوئی یہاں تک کہ اس کا سردار ”ابن قدریہ“ قتل کر دیا گیا۔ ”نکاریہ“ کی اس کمزور حالت میں اُس سے معتزلہ فرقہ واصلیہ آملا۔

عبدالوہاب مذکور نے آخری عمر میں حج کا ارادہ کیا لیکن اس کے ماننے والوں نے اس پر عبا سیوں کا خوف طاری کر دیا اور اُسے نصیحت کی کہم ”نفوس“ ہی میں رہو۔ یہی عبدالوہاب ہے جو شماں افریقہ میں وسیع رسمی حکومت کا مؤسس مانا جاتا ہے۔ وہ 211ھ میں فوت ہوا۔^④

② فرانسیسی مولف چارلی آندرے نے اپنی کتاب ”تاریخ افریقیا الشمالیۃ“ میں، جس کا عربی میں ترجمہ محمد مزالی اور بشیر بن سلامہ نے کیا ہے، ممالک خوارج اور اسی سلسلے میں رسمی حکومت اور مملکت ”تاہرت“ کا حال بیان کیا ہے، مولف نے اس حکومت کے اعتقادات، اس کی وسعت، اس کے آثار تمدن اور اپنے ہم مذہبوں کے مخالف عبدالوہاب بن عبدالرحمٰن بن رستم

^④ دیکھیے المغرب الکبیر: 2/ 557-551، طبع دار النہضۃ العربیۃ، بیروت، اس کتاب میں عبدالوہاب مذکور اور اس کی حکومت کے بارے میں وسیع معلومات درج ہیں۔

// ”وہابیت“ یا ”وبیت“ سے کون لوگ مراد ہیں؟ //

کی طرف منسوب کر کے اس کا نام ”وہابیت“ رکھنے پر مفصل اظہار خیال کیا ہے اور وضاحت کی ہے کہ یہ فرقہ اعتقاد میں اہل سنت کے خلاف ہے۔^①

③ اسی طرح الفرڈیل نے اپنی کتاب ”الفرق الإسلامية في الشمال الأفريقي“ میں بھی اس موضوع پر لکھا ہے۔ اس کتاب کے کئی ابواب کا فرانسیسی سے عربی میں ترجمہ عبدالرحمٰن بدؤی نے کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ”خوارج و هبیین“ سے، جن کا یہ نام ”عبدالله بن وهب رابی“ کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے پڑ گیا، سیدنا علی بن ابوطالب رض نے ”نہروان“ میں جنگ کی، یہ لوگ اباضی خوارج تھے۔ ان کی تقسیم کے بارے میں الفرڈیل نے لکھا ہے کہ ”تاہرت“ میں مراکش کے اباضی انھی لوگوں میں سے ہیں، رسمی حکومت انھی کی تھی۔ یہ لوگ تعصب میں اور فرقوں کے مقابلے میں زیادہ سخت تھے۔ پھر الفرڈیل نے عبد الوہاب بن رستم اور اُس کے پیروکاروں کا حال لکھا ہے اور بتایا ہے کہ یہی عبد الوہاب بن رستم وہ شخص ہے جس کی طرف نسبت کے باعث اُس کے فرقے کا نام ”وہابیہ“ رکھا گیا۔ اس شخص نے مذہب اور اس کے عقائد میں بہت سی ترمیمیں کی تحسیں۔ یہ لوگ فرقہ اباضیہ میں سے زیادہ متقدی تھے، یہ لوگ شیعوں سے بھی اتنے ہی متنفر تھے، جس قدر اہل سنت سے نفرت کرتے تھے۔^②

④ زرکلی نے ”الأعلام“ میں دس ایسی کتابوں کا خلاصہ نقل کیا ہے جن میں اباضیہ اور الجزاير کے شہر ”تیہرت“ میں رسمی حکومت کی تاریخ مدون ہے۔ زرکلی نے اس کے متعلق لکھا ہے: یہ عبد الوہاب، اباضیہ کے رسمی ائمہ میں سے دوسرا امام ہے، اصلًا فارسی ہے، منصب خلافت کے لیے باپ کی زندگی میں اس کا نام تجویز کر دیا گیا تھا لیکن باپ نے اسے مجلس شوریٰ کے حوالے

① تاریخ افریقیا الشماليۃ: 2/ 40-50، نیز دوسرے مقامات کا مطالعہ کیجیے۔

② الفرق الإسلامية في الشمال الأفريقي، ص: 140-152.

کر دیا۔ باپ کی وفات کے تقریباً ایک ماہ بعد 17ھ میں یہ خلیفہ ہنا اور اباضی وغیر اباضی پر اسے ایسی حکومت ملی کہ اس جیسی حکومت اس سے پہلے کسی اور اباضی خلیفہ کو نہیں ملی تھی۔ وہ عالم اور فقیہ تھا، تہایت دلیر تھا، بنفس نفس جنگ کرتا تھا، اس کے بہت سے کارنائے بیان کیے جاتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ وہ آخردم تک کارہائے نمایاں انجام دیتا رہا، اس کی تاریخ وفات میں اختلاف ہے۔ زرکلی نے 190ھ کی تاریخ راجح قرار دی ہے۔⁴

اس مختصر خلاصے سے معلوم ہوا کہ اس فرقے کے بارے میں بہت سے معلوم امور یکجا موجود ہیں۔ یہ اہم معلومات نہ صرف فرانسیسیوں اور اہل ملک نے جمع کی ہیں بلکہ اس میں ان اہل قلم کی کاوشیں بھی شامل ہیں جن میں بعض سے ہم آگاہ ہیں اور اکثریت سے ناواقف ہیں۔ عبد الوہاب رستمی مذکور نے ”تاہرت“ اپنا فکری مرکز بنایا، علمائے سنت اور پھر ان شیعوں کے ساتھ بحث و مباحثہ کا آغاز کیا جن کی تیسری صدی ہجری کے آخر میں فاطمی حکومت کے نام سے حکمرانی قائم ہوئی اور عبد اللہ شیعی نے 297ھ میں رستمی حکومت کا خاتمه کر دیا۔⁵

بحث مباحثے سے رسمیوں کے اعتقادات جھوٹ ثابت ہوئے جو اہل سنت والجماعت کے صحیح احادیث سے ثابت شدہ عقائد سے مختلف تھے۔ اس بحث مباحثے سے علمائے مرکاش کے فزد دیک اس فرقے اور اس کے اعتقادات سے متعلقہ وہ گہری جڑیں پھوٹ کر نکلیں جن سے سامراجیوں اور مفاد پرستوں نے بعد میں مسلمانوں کے مابین عداوت کی آگ بھڑکانے کا کام لیا اور اس فرقہ ضالہ کا سارے عیوب اور برائیوں سے آلوہہ پیرہن شیخ محمد بن عبد الوہاب رضا کی اصلاحی سلفی دعوت کو پہنا دیا۔ یہ کوئی انوکھی بات نہیں۔ اہل باطل کا ہمیشہ سے یہی ویرہ رہا ہے۔ انہوں نے ایسا الہادہ ہر اس دعوت کو پہنا یا ہے جو اللہ رب العزت کے نازل کردہ خالص

⁴ دیکھیے الأعلام: 4/333، 334، مزید تفصیلات کے لیے کتاب کے حاشیے سے مراجع معلوم ہو جائیں گے۔

⁵ دیکھیے البيان فی أخبار الأندلس والمغرب: 1/197، نیز اس میں عبد الوہاب کا نام عبد الوارث ہے۔

// ”وہیت“ یا ”وہیت“ سے کون لوگ مراد ہیں؟ //

دین کی پکار بلند کرتی ہے اور ابلاغِ حق کی اُس اولین تحریک کی طرف بلا تی ہے جو جناب رسالت مآب ﷺ نے جاری فرمائی اور جسے آپ ﷺ کے بعد صحابہؓ کرام ﷺ نے بخیر و خوبی جاری رکھا۔ سلفی دعوت، اصلاح عقائد اور اسلام کی اُسی پہلی روشن راہ کی طرف لوٹ آئے کی صدائی جس پر امت مسلمہ کے پہلے منتخب لوگ تین سو برس تک چلتے رہے اور یہ ایسی اجلی اور شفاف حالت تھی کہ اس میں کسی بدعت اور کسی مخفی بات کا کوئی نام و نشان تک نہ تھا، سو ائے ان چند باغی فرقوں کے جن کی اسلام سے دوری معروف تھی اور جن سے حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ محبی محمدی کے دفاع کے لیے برس پیکار ہونے پر مجبور ہو گئے تھے۔



سameraj اور دعوت سے اس کا مقابلہ

دشمنان اسلام کی عادت ہے کہ اسلام کا براہ راست مقابلہ نہیں کرتے کیونکہ انھیں معلوم ہے کہ وہ اپنے بودے والائیں کی وجہ سے اس کے مقابلے میں تنک نہیں پائیں گے، چنانچہ وہ اسلام کی طرف منسوب فرقوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں، ان فرقوں کو اپنے مقاصد تنک چنچنے کا ذریعہ بناتے ہیں اور ان کے نام سے طرح طرح کے شبہات گھڑتے ہیں، چنانچہ صلیبیوں اور اسلام سے عداوت رکھنے والے دیگر عناصر نے انہیں اور ملک شام کے حالات اور یورپ کے ساتھ عثمانی حکومت کی آذیزشوں اور دیگر کئی امور سے یہ سمجھ لیا کہ ملاوٹوں سے پاک خالص اسلام ہی ان کا دشمن اول ہے جس کے فروع کے مسلمان خواہش مند ہیں۔ اور وہ اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے کیونکہ خالص اسلام ہی فتح یا ب ہو گا، لہذا اپنے مذموم مقاصد کے لیے اس کی صورت مسخ کرنا، مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنا، اسلامی ماحول میں فتنے جگانا اور بے اطمینانی پیدا کرنا ضروری ہے۔

چنانچہ اولاً انگریزوں نے شیخ محمد بن عبدالوهاب کی سلفی دعوت کی گوئی اپنے ایک بہت بڑے نوآبادیاتی خطے میں اس وقت محسوس کی جب الہ ہند نے دائیٰ اسلام سید احمد بریلوی اور ان کے پیروکاروں کی دعوت حق قبول کی۔ اسی طرح دوسری تحریکوں، جیسے: فرانسی تحریک اور ناصر علی تیتو میر کی تحریک^۱ وغیرہ میں بھی دعوت کے آثار نمایاں ہوئے۔ یہ بات محتاج وضاحت

^۱ دیکھئے انتشار دعوة الشیخ محمد بن عبدالوهاب خارج الحزيرة العربية تالیف محمد کمال جمعۃ، ص: 63-87۔ اور مجلہ الدریعہ جلد اول، شمارہ تین اور چار میں شائع شدہ میرا مقالہ ”شاہ عبدالعزیز سے“

نہیں کہ انگریز اپنی نوآبادیات اور ان کے قبیلی وسائل پر بڑا فخر محسوس کرتے تھے۔

ان دعوتوں نے اس کا فرقا دینی تحریک کا ڈٹ کر مقابلہ کیا جسے انگریزوں نے اسلامی شکل و صورت میں پیش کیا تھا تاکہ یہ ان کے مقاصد پورے کرے اور اس میں ایسے لوگ شامل ہوں جو محض اسلام کے نام ہی سے واقف ہوں۔ شیخ محمد بن عبدالوهاب کی دعوت سے، جو دین اسلام میں ایک نئی بیداری کی نمائندگی کرتی ہے اور اسلام کو اس کے اصل سرچشمے ”کتاب اللہ و سنت رسول اللہ علیہ السلام“ سے سمجھنے کی دعوت ہے، انگریزوں کو بڑی پریشانی ہوئی۔ وہ اس کے خاتمے کی سازشیں کرنے لگے۔ انہوں نے دعوت حق کا چراغ گل کرنے کی بڑی نہ موم کوششیں کیں اور پانی کی طرح روپیہ بھایا۔ برٹش آرمی کی سینالیسویں بٹالین کے کمانڈر اور ہندوستان میں برتاؤ نمایندے ”سید لیر“ کے سفرنامے سے پتہ چلتا ہے کہ اُس نے ہندوستان سے ریاض تک بڑا کٹھن سفر کیا اور در عیہ کے ان گھنٹروں کا معایینہ کیا جنہیں ابراہیم پاشا نے انگریزوں کی تیار کردہ پلانگ کے تحت مسافر کیا تھا، سید لیر کی غایب سفر یہ تھی کہ جو حکومت اسلامیہ جزیرہ نماۓ عرب میں مسلمانوں کو بیدار کرنے میں سرگرم عمل ہے، اسے توڑنے اور سلفی دعوت کے مرکز کے خاتمے کا اسے بذات خود اطمینان ہو جائے کیونکہ اس دعوت نے انگریز حکومت کے کان میں اُس کے مفادات کے لیے خطرے کی گھنٹیاں بجادی تھیں۔ سید لیر کا یہ سفر ایک بڑے قائلے کے ساتھ ہوا جس میں اکثر ترکی کے لوگ شامل تھے، اس سفر سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس سلفی دعوت کے خاتمے سے ان لوگوں کو کتنی دلچسپی اور ان کا آپس میں کس قدر گہرا تعاون تھا جو مسلمانوں کو متحد کرنے کے لیے اسلامی بیداری کی علامت بن گئی تھی۔

”ہندوستانی مسلمانوں کا تعلق اور مجلہ ”الفیصل“ شمارہ رمضان 1419ھ میں شائع شدہ میرا مقابلہ ”شاہ عبدالعزیز سے ہندوستانی اہل حدیثوں کے تعلقات“ مزید برآں ڈاکٹر صالح بن عبداللہ العبد کی کتاب ”عقیدۃ محمد بن عبدالوهاب السلفیۃ، شائع کردہ مدینہ یونیورسٹی۔“

سید لیر کے اس سفر نے اسلام کے خلاف انگریزوں کے اس بغض و عداوت کو بھی نمایاں کر دیا جو کلیسا ای تبلیغ کا پروردہ اور مستشرقین کے خیالات اور ان کی سازشوں کا تربیت یافتہ ہوتا ہے۔ سید لیر در عیہ سے تشفی کر کے 13 اگست 1819ء کو واپس ہوا۔^① اور مدینہ منورہ کے قریب ”آبار علی“ میں ابراہیم پاشا سے ملنے گیا تاکہ اُسے اس فتح یا بی پر مبارکباد کے ساتھ ساتھ ایسٹ انڈیا سرکار برطانوی حکومت^② کے تھنے بھی پیش کرے۔ یہ مقصد سفر کا صرف ایک پہلو تھا۔ دوسرا پہلو یہ تھا کہ برلن حکومت کو اس دعوت حقہ کی قیادت کرنے والوں کے خاتمے اور دعوتی ملک کے مرکز کو نیست و نابود کرنے کے نتیجے پر اطمینان ہو جائے۔ یہ 1233ھ کا واقعہ ہے جبکہ دعوت کے آثار اسلامی ملکوں میں جہاں بھی انگریزوں کے قدم پہنچے تھے، وہاں تک پہلی چکے تھے۔ سید لیر شیخ محمد بن عبد الوہاب کی دعوت کے خاتمے پر سکون و اطمینان کا اظہار کرتا ہے اور کہتا ہے: ”سقوط در عیہ کے ساتھ وہاں سے عبد اللہ کے نکلنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہاں یوں کی جزیں ختم ہو گئیں، نجد میں ملنے والے ہر دیہی شخص سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ سنی ہیں اور فرض نماز کی پابندی لمبے سفر اور شدید ترین حالات میں بھی کرتے ہیں۔^③ پھر وہ ایک ہی ملک کے اندر تفریق ڈالنے کی غرض سے کہتا ہے: جب وہاں دعوت طاق تو رہی اور دیہا یوں کے لیے لوٹ مار کرنا آسان تھا، اس وقت یقیناً وہ لوگ وہاں بیت پر بدرجہ مجبوری قائم رہے۔^④

سعودی حکومت 1158ھ میں شیخ محمد بن عبد الوہاب کی دعوت کے اشتراک سے قائم ہو گئی۔ اس حکومت کا نصب لعین دعوت الی اللہ تھا، یہ حکومت اللہ کی شریعت کے مطابق فیصلہ کرتی تھی۔ چور کا ہاتھ کاٹتی تھی۔ اس کی برکت سے راستے محفوظ ہو گئے۔ اس حکومت نے سب سے پہلے لوٹ مار، لوگوں پر ظلم و زیادتی اور ان کے مال پر دست درازی کرنے والوں سے جنگ کی۔

^① دیکھیے رحلة عبر الجزيرة العربية، ترجمہ انس رفائل، تحقیق سعود بن غانم العجمی، ص: 85-87 و 96-99.

^② مرجع سابق، ص: 150-157-159-110. ^③ مرجع سابق، ص: 149. ^④ مرجع سابق، ص: 150.

سید لیر کے متذکرہ بالا ریمارکس اور اس کے دیگر بیانات میں بڑا واضح تضاد ہے۔ اس کا اصل مقصد حقیقت کو منع کرنا اور وی گئی معلومات کے ذریعے لوگوں کو دھوکا دینا ہے جس کے دلائل خود اس کی کتاب میں موجود ہیں۔ اس نے خلیج اور بحیرہ روم میں قواسمہ کی بحری طاقت کے بارے میں صورتِ احوال لکھی ہے اور بتایا ہے کہ وہ لوگ اٹھایا میں بھیست تک پہنچ گئے اور ایسٹ اٹھایا سرکار کی کشیوں اور انگریزی جنگی جہازوں پر حملے کیے۔ قواسمہ کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے سلفی دعوت کی حمایت کی، وہ سلفیوں کی پشت پناہی کرتے تھے کیونکہ سلفی دعوت کے اصول فرنگی حکومت سے برپا کیا ہونے کا ولولہ عطا کرتے تھے کہ فرنگی کافر ہیں، انھیں دیارِ اسلام میں حکومت کرنے کا کوئی حق نہیں، نہ مسلمانوں پر کافر کی حکومت جائز ہے بلکہ مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے لوگوں پر خود حکومت کریں تاکہ اپنے ملک میں اللہ کی شریعت کے مطابق نظام حکومت چلاں گے۔

سید لیر نے اپنی اس کتاب میں زیادہ تر گفتگو اسی موضوع پر کی ہے جس نے برطانیہ کو گھا دیا، چنانچہ ابراہیم پاشا سے بات کی گئی اور اس کے نام انگریزوں کا قواسمہ کے خلاف باہمی معاهدے کی درخواست پر مشتمل خط لے لیا گیا۔ اسی طرح جزیرہ نماۓ عرب کے مشرقی علاقے میں سلفی دعوت کی تائید کرنے والوں کے مقابلے کے لیے برطانیہ کا کردار بیان کیا ہے کیونکہ اس دعوت نے لوگوں کا حوصلہ باند کیا، ان کے خیالات کی بندشیں کھولیں اور انھیں گہری نیند سے بیدار کیا۔ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سید لیر کی زہرا فشنیاں کئی موقع پر ظاہر ہوئی ہیں، مثلاً:

① اُس کا اہل یمن اور شیخ محمد بن عبد الوہاب کی دعوت کے مابین دشمنی پھیلانا اور یہ کہنا کہ خلیل پاشا کے قیام کے دوران آخري یمنی وہابی سردار کو شکست ہوئی۔ یہ سردار محمود بن محمد ہیں جنھیں بیڑیاں ڈال کر ”نکب“ لایا گیا اور وہاں سے بذریعہ جہاز مصر بھیجا گیا۔..... یمن کے بارے میں

بحث کے آخر تک۔ ①

اُس نے اس طرح کی ہرزہ سرائیاں دیگر مقامات پر بھی کی ہیں۔ اس طرح کی شرائیزیوں سے اُس کا مقصد ایک امت کے افراد کے مابین تفرقہ ڈالنا ہے جیسا کہ اس نے عمان اور جزیرہ نماۓ عرب کے لوگوں کے متعلق ایسی بات کہی ہے جو تفریق کا باعث ہنتی ہے جبکہ اسلام کی قوت جزیرے کے سارے لوگوں کو باہم ملاتی ہے اور شریعت کے دونوں مصادر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ ان کی شیرازہ بندی کرتے ہیں۔ ②

② وہ دینی تفافل کو تمدنی ترقی اور شعائر اسلام پر پابندی کو ضروریات نفس کے منافی قرار دیتا ہے۔ وہ نجد کے دیہاتیوں کی کیفیت بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے: وہ اپنی عبادتوں کے بڑے پابند ہیں، سفر میں بھی فرض نمازوں میں کسی نماز سے بے پرواٹی نہیں برتنے، چاہے کتنا ہی لمبا سفر ہو اور غربت و محرومی کے کیسے ہی صبر آزم حالات ہوں، وہ نماز پڑھتے ہیں۔ اس کے نزدیک ان دیہاتیوں کا اُن ترکوں کے ساتھ موازنہ کرنے سے عجیب تضاد ظاہر ہوتا ہے جو روحانی ثقافت سے زیادہ متصف ہوتے ہیں لیکن دین یا نمازوں کو اپنی راحت اور اپنے اطمینان و سکون سے کبھی متصادم نہیں ہونے دیتے۔ ③

③ وہ اہل مدینہ کا وقار گرانے کی کوشش کرتا ہے اور ان کو بہت سی بُری عادتوں کے علاوہ بھکاری اور لاچی ٹھہراتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ لوگ تکبر اور گھمنڈ اپنا اعتمادی حق سمجھتے ہیں اور حاجیوں کے صدقات پر جیتے ہیں، وہ اس جیسی دوسری صفات بھی جو صلیبی اصولوں کی غمازی کرتی ہیں، اہل مدینہ کے سرمنڈھتا ہے۔ ④

① دیکھیے رحلہ عبر الجزیرۃ العربیۃ، ص: 148-153.

② دیکھیے رحلہ عبر الجزیرۃ العربیۃ، ص: 108.

③ دیکھیے رحلہ عبر الجزیرۃ العربیۃ، ص: 149.

④ دیکھیے رحلہ عبر الجزیرۃ العربیۃ، ص: 116-118.

④ اس سے زیادہ عجیب بات وہ ہے جو سید لیرنے ابراہیم پاشا سے مفسوب کی ہے۔ وہ کہتا ہے: (الف) میں نے ابراہیم پاشا کے ساتھ انگریزی طریقے پر کھانا تناول کیا، اپنے دورے کے بارے میں اس سے گفتگو کی، رسول اللہ ﷺ پر سلام پڑھنے کے لیے مدینہ جانے سے پہلے اُسے برطانوی تختے اور پیغامات دیے اور چائے، سکریٹ، تھنوں میں لگانے والی مہک دار نسوار، تمباکونو شی کا پاپ اور ہیروں سے مرصع طشت میں کافی کے کپ پیش کیے۔^۱

(ب) ابراہیم پاشا محمد علی کا لے پالک بیٹھا تھا۔ وہ جوان ہوا تو ایک سال یغمائی بن کر اس نے ایک سال استنبول میں گزارا۔ کہا جاتا ہے کہ ابراہیم پاشا اپنے والدین کی شادی کے چند ہی مہینے بعد پیدا ہو گیا تھا۔ وہ شراب کارسیا اور اپنے خادموں کے ساتھ گاف کھینے کا عادی تھا۔

(ج) دوسری جگہ وہ کہتا ہے: ابراہیم پاشا صرف بعض غلاموں کا گمراں تھا۔ اُس نے محمد ﷺ کی سرز میں مقدس میں داخلے کے وقت ہبو ولعب اور نشہ آور چیزوں سے کنارہ کشی کا پختہ ارادہ کیا، اس طرح کی جتنی نشہ آور چیزیں اس کے پاس اٹاک تھیں، انھیں وہ قاہرہ سے لایا تھا، مدینہ جانے سے پہلے اُس نے ان سب کو ضائع کر دیا۔^۲

فرانسیسیوں کا بھی ایک کروار ہے۔ انھوں نے شیخ محمد بن عبدالوهاب کی دعوت سے شمالی افریقہ کی دلچسپی اور اس کی طرف ان کی توجہ کو شدت سے محسوس کیا، جیسے:

① سیدی محمد بن عبداللہ علوی شاہ مراکش کو سلفی دعوت سے گھری رنجت ہو گئی اور وہ بدعاۃ و مکروہات کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے، وہ مختلف صوفیانہ طریقوں کا بھی مقابلہ کرتے تھے اور اجتہاد و سنت کی طرف رجوع کی دعوت دیتے تھے۔^۳ ساتھ ہی وہ اور علوی حکومت، جب سے علوی حکومت قائم ہوئی، نصاری سے جنگ کے شدت سے خواہش مندر ہتے تھے۔

۱ دیکھیے اس کا سفرنامہ، ص: 105, 106, 109, 110.

۲ نفس مرجع، ص: 137-143.

۳ دیکھیے انتشار دعوة الشیخ محمد بن عبدالوهاب ، ص: 235، تالیف محمد جمعہ کمال، طبع: الدارة.

سلفی دعوت سے ان لوگوں کی ہمدردی ایک زبردست طاقت تھی جو فرانسیسیوں کے اقتدار تک باتی رہی۔

یہ وہی حکمران ہیں جن کی فرانسیسی مؤرخ ”چارلی جولین“ نے درج ذیل الفاظ میں تعریف کی ہے۔ وہ کہتا ہے: سیدی محمد بڑے مقنی اور پرہیزگار ہیں۔ انھیں جزیرہ نماۓ عرب میں تحریک وہابیت کے پھیلنے اور خاندان آل سعود کی طرف سے اس کی حمایت کا علم بذریعہ جاج ہوا، اس تحریک کی تفاصیل کو انھوں نے بے نظر احسان دیکھا، اسی کے زیر اثر ان کا یہ قول مشہور ہو گیا کہ ”میں مسلم کا مالکی اور عقیدۃ وہابی ہوں۔“ ان کی دینی غیرت نے انھیں عقیدے میں سہولت پسندی والی اور اشعری مذہب کو جائز قرار دینے والی کتابیں ضائع کرنے اور بعض خاقا ہیں صمار کرنے پر مجبور کر دیا۔^①

② اسی طرح 1226ھ میں مرکشیوں کی ایک جماعت نے مولائی ابراہیم بن مولائی شاہ سلیمان شاہ مرکاش کی معیت میں حج کیا۔ ”الاستقصاء لأنباء دول المغرب الأقصى“ کے مؤلف نے ان جاج سے نقل کیا ہے کہ ان لوگوں نے ابن سعود کے فکر و عمل میں کوئی ایسی چیز نہیں دیکھی جو شریعت کے خلاف ہو بلکہ انھیں اور ان کے تبعین کو استقامت، شعائر اسلام، یعنی نماز، روزہ، طہارت، امر بالمعروف، نبی عن الممنکر، اور حریمین کو شر و فساد سے پاک رکھنے کا پابند دیکھا۔^③

③ وہ مکتوب جو امام سعود بن عبدالعزیز نے اہل تیونس کے نام بھیجا۔ اس میں حقیقت تو حید اور اصول دین کی وضاحت کی گئی ہے۔ یہ طویل خط ہے جو تین صفحات میں چھپ چکا ہے۔ یہ خط جرمی کے ایک اخبار میں، مرکاش میں تحریک وہابیت سے متعلق جرمی زبان میں ایک مستشرق

① تاریخ افریقا الشمالیة: 2/311.

② دیکھیے یہ تاریخی کتاب، 1226ھ کے واقعات۔

۴ کے لیے مضمون کے ذیل میں شائع ہوا ہے۔ اصل خط عربی زبان میں لکھا گیا ہے۔

④ شاہ سلیمان بن محمد بن عبد اللہ سے فاس میں 1226ھ میں بیت کی گئی۔ یہ امام عبد اللہ بن سعود کے ہم عصر تھے۔ ان کے والد امام سعود بن عبدالعزیز جو 1217ھ بمقابلہ 1802ء میں مکہ آئے۔ شاہ سلیمان نے ابن سعود اور جس چیز کی وہ دعوت دیتے تھے، اس کی تحقیق کرنی چاہی تو اپنے صاحبزادے مولیٰ ابراہیم کو علماء و اعيانِ مراکش کی ایک جماعت کے ساتھ ایک خط دے کر بھیجا۔ یہ لوگ حجاز پہنچ، ارکان حج ادا کیے، روضہ شریف کی زیارت کی۔ یہ سارا عمل امن و امان اور خیر و خوبی کے ساتھ انجام پذیر ہوا۔ اس سلطے میں شیخ احمد ناصری مؤلف کتاب ”الاستقصاء فی تاریخ المغرب الأقصی“ نے صفحہ: 119 سے صفحہ: 123 تک اہم تفصیلات بیان کی ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ اس سال مولائی ابراہیم کے ساتھ حج کرنے والوں کی ایک بڑی جماعت نے بیان کیا: ان لوگوں نے اس بادشاہ، یعنی ابن سعود میں کوئی ایسی چیز نہیں دیکھی جو کسی جانی پہچانی شرعی چیز کے خلاف ہو بلکہ ان میں اور ان کے تبعین میں حد و درجہ استقامت شعائر اسلام، یعنی نماز، روزہ، طہارت، حرام اور برے کاموں سے باز رہنے کی تلقین پائی جاتی ہے اور وہ حریمین شریفین کو طرح طرح کی گندگیوں اور اُس شروفساد سے پاک رکھتے ہیں جو پہلے یہاں بلا م�خذہ برپا رہتا تھا اور جب وہ جناب مولائی ابراہیم سے ملے تو انہوں نے ان کے سامنے شریف آل بیت کے لیے واجبی تعظیم کا اظہار کیا اور ان کے ساتھ اپنے رفقاء کے ایک فرد کی طرح بیٹھے، ان سے گفتگو کی ذمے داری قاضی فقیر ابو اسحاق ابراہیم زرعی نے لی۔ وند سے ابن سعود نے جو گفتگو کی اس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

۵ دیکھیے اخبار، Islamika ای جو میں کا ایک اخبار ہے۔ کاتب نے دعوت کو منع کرنے کے لیے خط میں وارد شدہ مضمون کے برخلاف حاشیہ آرائی کی ہے۔ اور یہ چیز مستشرقین سے کوئی بعد بات نہیں ہے، دیکھیے پہلا شمارہ، ساتویں جلد، 1935ء، ص: 72 اور اس کے بعد۔

امام ابن سعود نے وفد سے پوچھا: لوگ کہتے ہیں: ہم سنت محمد یہ کی مخالفت کرتے ہیں، اب آپ ہی بتائیے کہ آپ لوگوں نے ہمیں کسی امر میں کون سی سنت کی خلاف ورزی کرتے دیکھا ہے؟ اور ہم سے ملاقات سے پہلے آپ لوگوں نے ہمارے متعلق کیا سنا؟ قاضی نے جواب دیا: ہمیں آپ لوگوں کے متعلق خبر پہنچی ہے کہ آپ لوگ استواء ذاتی کے قائل ہیں اور اس سے مستوی کا جسم ہونا لازم آتا ہے۔ ابن سعود نے کہا: معاذ اللہ! ہم تو بعینہ اسی طرح کہتے ہیں جس طرح امام مالک رض نے فرمایا: استواء معلوم ہے، کیفیت نامعلوم، اس کے بارے میں سوال کرنا بدعت ہے اور اس پر ایمان لانا واجب ہے تو کیا اس میں سنت کی کوئی خلاف ورزی ہے؟ وفد کے لوگوں نے کہا: بالکل نہیں، ہم بھی اسی طرح کہتے ہیں۔

پھر ان سے قاضی زرعی نے پوچھا: ہمیں یہ بھی خبر پہنچی ہے کہ آپ لوگ نبی ﷺ اور آپ کے برادران انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی قبروں میں ان کی زندگی کے قائل نہیں۔ کیا یہ درست ہے؟ جب ابن سعود نے نبی ﷺ کا ذکر سناتو ان پر کچھی طاری ہو گئی۔ انھوں نے بازاں بلند رسالت مأب صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام پڑھا اور کہا: معاذ اللہ! ہم تو اس بات کے قائل ہیں کہ نبی ﷺ اور دیگر انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اپنی قبر میں شہداء کی زندگی سے ارفع زندگی کے ساتھ حیات ہیں۔

اس موضوع کے اختتام پر مؤلف نے کہا: میں کہتا ہوں: یقیناً مولائی شاہ سلیمان رض کا اس بارے میں تبھی خیال تھا۔ تبھی وجہ ہے کہ انھوں نے اپنا مشہور رسالہ لکھا جس میں حالات حاضرہ پر گفتگو کرتے ہوئے ضرورت وقت کو بیان کیا ہے، سنت ترک کرنے، بدعت میں غلو کرنے پر تنبیہ کی ہے، اولیاء کی زیارت کے آداب بیان کیے ہیں، عوام کو مبالغہ آمیزی سے ڈرایا ہے اور مسلمانوں کو نصیحت کا حق ادا کر دیا ہے۔ اللہ انھیں جزاۓ خیر سے نوازے!

اسلامک انسائیکلو پیڈیا سے استاذ محمد کمال جمعہ نقل کرتے ہیں: مولائی سلیمان 1810ء کے

• دیکھیے انتشار دعوة الشیخ محمد بن عبدالوهاب، ص: 235-237، نیز دیکھیے الاستقصاء:

بعد اس سلفی دعوت سے بہت متاثر ہوئے جسے شیخ محمد بن عبدالوهاب رضی اللہ عنہ لے کر اٹھے، یہی وجہ ہے کہ ”مربوطیہ“ اس کے خلاف سخت روایہ اختیار کرتے ہیں۔ واضح رہے کہ مرکاش میں صوفیوں کو ”مربوطیہ“ کہا جاتا ہے۔^۱

⑤ ڈاکٹر عباس جراری نے ایک یونیورسٹی میں، جوانوں نے ریاض یونیورسٹی میں 1399ھ میں دیا تھا، کہا: مرکاش میں یہ سلفی لہر دوبارہ چودھویں صدی ہجری کے شروع میں ظاہر ہوئی جس وقت شاہ حسن اول نے 1300ھ میں ایک پیغام مرکاشی قوم کے نام بھیجا۔^۲

⑥ احمد بن حجر نے الجزایر کی سنوی تحریک کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ اس تحریک کے بانی محمد بن علی سنوی تھے جو مکہ مکرمہ پر آل سعود کے قبیلے کے وقت وہاں طالب علم تھے۔ اس وقت وہ اس دعوت سے بہت متاثر ہوئے انہوں نے الجزایر میں اپنی تحریک کی ابتداء انھی تعلیمات کی روشنی میں کی جس کی قندیل محمد بن عبدالوهاب کی تحریک نے جزیرہ نما عرب میں روشن کی تھی۔^۳

مصر میں عبدالرحمن جبری متومنی 1237ھ کی تاریخ ”عجائب الآثار فی التراجم و الأخبار“ کا مطالعہ کرنے والے کو معلوم ہو گا کہ وہ فرماتے ہیں: وہاںیوں کی خبر پر لوگوں میں بڑا و اور بڑا اختلاف ہوا۔ کچھ لوگ انھیں خارجی کہتے ہیں اور کچھ لوگ ان کے اس لیے خلاف ہیں کہ ان کا دامن صاف ہے۔

پھر جبری نے امام سعود کے ایک خط کا ذکر کیا ہے جو انہوں نے مرکاشی قافلے کے امیر کو بھیجا تھا، اس میں انہوں نے اپنے عقیدے اور دعوت کی وضاحت کی ہے۔ دینی مسائل اجتماعی طور پر بیان کیے ہیں۔ شفاعت کا بیان، قبروں کی تعظیم کا فتنہ، مژدوں کے لیے نذر نیاز کا فتنہ،

۱ انتشار دعوة الشیخ محمد بن عبدالوهاب، ص: 237.

۲ دیکھیے مرجع سابق، ص: 238, 237، اس میں کہیں زیادہ تفصیل ہے اور دیکھیے الاستقصاء لأخبار المغرب الأقصى: 8/ 119-123.

۳ دیکھیے محمد بن عبدالوهاب، ص: 106, 107.

امر بالمعروف اور نبی عن انکر کی اشد ضرورت اور اللہ تعالیٰ کے لیے دیلوں کی تلاش کی بدعت کا تذکرہ کیا ہے۔ اس کے بعد جرتی نے کہا ہے: اسی بنا پر میں کہتا ہوں کہ اگر ایسا ہی ہے تو ہمارا بھی یہی عقیدہ ہے اور یہی باب توحید کا خلاصہ ہے۔ مگر اہوں اور متعصموں سے ہمیں کوئی سروکار نہیں۔

ابن قیم نے اپنی کتاب "إغاثة اللهفان"، حافظ مقریزی نے "تحريف التوحيد" اور امام الوی نے "شرح الكبیری" اور اسی طرح کی کئی اور کتابوں میں سب نے اسی خالص توحید کی حقیقت واضح کی ہے جو شیخ محمد بن عبدالوہاب کی دعوت کی بنیاد ہے۔⁴

دوسری طرف جرتی نے شمالی افریقہ کے مسلم ممالک پر انگریزوں کی لپچائی ہوئی نظرؤں کا تذکرہ کیا ہے اور الجزاائر والوں سے انگریزوں کے مقابلے کا واقعہ بھی بیان کیا ہے۔ یہ لوگ انگریزوں کے قافلوں پر حملہ کر کے ان سے غنائم حاصل کرتے اور فرنگیوں کو گرفتار کر لیتے، اس طرح ان کے پاس بہت سے انگریز قیدی جمع ہو گئے۔

انگریز اپنے جہاز لے کر آئے، ان کے پاس عثمانی حکمران کا فرمان بھی تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ فندیہ دے کر اپنے قیدیوں کو رہا کر لیں۔ الجزاائر والوں نے انھیں ایک ہزار سے زیادہ قیدی دیے۔ انگریزوں نے ہر قیدی کے عوض 150 فرانسیسی فرانک ادا کیے اور لوٹ گئے مگر کچھ عرصے بعد وہ لوگ پھر واپس آئے۔ اب ان کے ہاتھ میں ایک دوسرا فرمان تھا اور وہ باقی قیدیوں کا مطالبہ کر رہے تھے۔ الجزاائر کے حاکم نے انکار کیا لیکن یہ لوگ اپنے قیدی رہا کرنے پر اصرار کرتے رہے، اس دوران ان کے کئی جنگی جہاز پہنچ گئے، پھر ان فرنگیوں نے اپنے جدید طریقے سے جنگ کے شعلے پہنچ کئے اور الجزاائر والوں کے جہاز جلا دیے۔

شاہ مرکاش مولائی سلیمان نے الجزاائر والوں کی مدد کی اور جو جہاز تباہ ہوئے تھے، ان کے

⁴ دیکھیے عجائب الآثار فی التراجم و الأخبار: 3/269-282.

پدے دیگر جہاز بھیج دیے۔¹

اٹلی والے: لیبیا میں جو اصلاحی دعوت محمد بن علی سنوی (پیدائش الجزاير 1202ھ) لے کر اٹھے، اس دعوت کا مقصد اسلام کو جلا بخشا، اس کی صحیح تعلیمات کو از سرفوتا زہ کرنا اور لوگوں کو اس پر عمل پیرا ہونے کی دعوت دینا تھا، اس کے ساتھ ساتھ ان کا مقصد اطالوی استعمار سے بر سر پیکار ہونا بھی تھا جو اس خطے کے مسلمانوں کے وسائل لوٹنے اور ان میں ترقہ ڈالنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔²

ہالینڈ کے نصرانیوں کے لیے یہ امر باعث تشویش تھا کہ ان کے مقبوضہ اسلامی علاقوں کے مسلمان باشندے خواب غفلت سے بیدار ہو رہے ہیں۔ وہ واضح طور پر دیکھ رہے تھے کہ انہوں نیشاں کے جزائر سماڑا، جاوہ اور دوسری طرف سولو (فلپائن) کے مسلمان صحیح اسلامی عقیدے کو اپنا کر اپنے ایمان کی تجدید کر رہے ہیں۔ ان علاقوں میں صحیح عقیدے کی راہ ان جماعت کرام نے دکھائی جو اسلامی معاشرے کو کفر و شرک کی غلطتوں سے پاک کرنے اور اسلامی شعائر کو بدعت کے شابنوں سے بھی نجات دلانے کے جذبات سے معمور تھے۔ علاقے کے بیشتر لوگوں نے جو حج کے لیے جاتے رہے، شیخ محمد بن عبدالواہب کی تجدیدی و اصلاحی تحریک کا بغور مطالعہ کیا۔ جب انھیں یہ اطمینان ہو گیا کہ اصلاح عقیدہ کا جو طریقہ شیخ زادہ نے اپنایا ہے، وہ بالکل سیدھا اور صاف ہے، کتاب و سنت کی تعلیمات کے عین مطابق ہے، ان کی دعوت پاکیزہ اور مخلصانہ ہے، ان کے نظریات بحق ہیں اور اس دعوت سے ان کا کوئی ذاتی مغادرا بستہ نہیں تو انہوں نے اس تحریک کو سینے سے لگایا اور اپنی زندگی اسی کی آپیاری پر شمار کر دی۔

روشنی بہر حال روشنی ہے اور تاریکی پر غالب آ کر رہتی ہے۔ جب لوگ پوری طرح مطمئن

¹ دیکھیے عجائب الآثار: 4/276, 277، اس میں ہمارے متذکرہ بیان سے کہیں زیادہ تفصیل موجود ہے۔

² دیکھیے تاریخ افریقيا الشمالية: 2/220.

ہو گئے کہ یہ اصلاحی دعوت پوری طرح کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے ماخوذ ہے اور اس سے شیخ محمد بن عبدالوهاب کی کوئی ذاتی غرض یا مفاد وابستہ نہیں تو اسے لوگوں نے پوری طرح شریح صدر اور اطمینان قلب کے ساتھ قبول کیا اور اسے اپنے اپنے وطن پہنچا دیا جہاں اس چراغ سے بہت سے چراغ روشن ہوئے اور بہت سی تحریکیں وجود میں آئیں، جیسے: جکارتہ میں "جمعیت محمدی" قائم ہوئی۔ اس تحریک نے دعوت کی ابتداء ہی ان آمیزشوں اور خرافات کو دور کرتے ہوئے کی جو اسلام کے نام پر اسلامی تعلیمات میں شامل کردی گئی تھیں۔ اس طرح یہ تحریک اسلامی جماعتوں کو اپنانے والے یا اسلام مخالف خیال کیے جانے والے خرافات پسندوں اور اسلامی معاشرے میں بدعات کو فروع غدینے والے عناصر اور تو آباد کار کار سامراجیوں کے توسعی پسندانہ عزائم کی راہ میں چٹان بن کر کھڑی ہو گئی۔ سامراجی نواز کار سامراجیت کے اصول "تفريق ذا الوار حکومت کرو" کے تحت فرقہ پرستی کو ہوادیتے اور فتنے بھڑکانے کا فائدہ اٹھاتے تھے۔ یہ معاملہ 1803ء سے شروع ہوا، جس وقت ہالینڈ والوں کے خلاف تحریک شروع ہوئی اور 1816 سال جاری رہی۔ اس پوری مدت کے دوران سامراجی طاقتوں سلفی موحدین، یعنی شیخ محمد بن عبدالوهاب کی دعوت کا اثر قبول کرنے والوں کو کلکتی رہیں۔¹⁰

اس کے علاوہ کئی اسلامی ملکوں میں اُن جماج کے ذریعے سے دعوت کے اثرات منتقل ہوئے جنہوں نے دعوت کو اس لیے پسند کیا کہ اس میں اسلام کو طرح طرح کی آمیزشوں سے پاک کرنے اور ملک پر مسلط سامراج سے تجات دلانے کی صلاحیت بدرجہ اتم موجود ہے۔ سامراجی طاقتوں کا حرہ یہی ہے کہ وہ مقبوضہ اسلامی ملکوں کے باشندوں کا عقیدہ خراب کرنے کے لیے طرح طرح کی افواہیں پھیلاتی ہیں اور فساد پیدا کرتی ہیں اور ان کے عیسائی مبلغین مسلمانوں کو

¹⁰ دیکھیے احمد بن ججراثش کی کتاب الشیخ محمد بن عبدالوهاب، ص: 106.

عیسائیت کی طرف راغب کرنے اور اس صاف شفاف دعوت سے دور رکھنے کی کوشش کرتے ہیں جو سلیم الفطرت اور روشن ضمیر لوگوں کو اپیل کرتی ہے۔ اسلامی ملکوں کے بہت سے حاج کرام اچھی طرح سمجھ گئے کہ سلفی اصلاحی تحریک دین اسلام میں طرح طرح کی ملاوٹوں کے خاتمے کے علاوہ مسلمانوں کو بگاڑنے والے سامراجی قوتوں کے سارے حرбے بے کار کرنے کی استعداد سے مالا مال ہے، اس لیے سودان، مصر، شام، یمن، افغانستان، جزائر شرق الہند، ناگپوریا، ہوسا اور یورنو قبائل اور بلا و تکرور وغیرہ ہر جگہ کے بہت سے لوگوں نے اس دعوت پر لبیک کہا۔ یہ بات ہر اس شخص نے بیان کی ہے جس نے شیخ کی زندگی اور اسلامی ممالک میں اس کے اثر کا مطالعہ کیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ شیخ کی دعوتی زندگی نے حوصلے بلند کیے، لوگوں کو خواب غفلت سے جگایا، فکری بیداری اور صحیح دین کے ذریعے امام مالک رضی اللہ عنہ کے لفظوں میں: اسلامی معاشرے کی اصلاح کا شوق پیدا کر دیا، جس کی وجہ سے سامراجیوں کے قدم لڑکھرانے لگے اور اس دعوت کے اصولوں کو اپنانے والوں کے خلاف ان کے جذبات حرکت میں آگئے۔



خلافتِ عثمانیہ اور سلفی دعوتِ حق

شیخ محمد بن عبدالوہاب کی دعوت سے شام، مرکش اور ترکی کے مسلم مفکرین کے ایک جلسے نے جو گہری دلچسپی لی اور اس پر بعض یورپی، ترک اور افریقی جماعتوں نے جو تاثر دیا، اس پر باب عالی اور اس سے وابستہ اہل غرض اور جاہ پرستوں کا بعض و عناد بھڑک انہوں نے عثمانیوں سے اصل حقائق چھپائے اور موسم حج میں بدروں کے بعض تصرفات کو بہانہ بنا کر لوگوں کو نفرت دلانے کے لیے اس دعوتِ حق کے خلاف شکوک و شبہات پیدا کیے، دعوت کے ذمہ داروں کے خلاف بعض اور کئی کے جذبات بھڑکائے اور ایسی باتیں گھریں جو بے بنیاد تھیں۔

شیخ محمد کے خطوط اور ان کے تلامذہ کے جوابات سے ثابت پہلو اجاگر ہوتے ہیں۔ بعض مسلمانوں نے از خود شیخ سے بذریعہ خطوط تحقیقِ دعوت کی تحقیق کی اور شیخ رضا نے ان کے جوابات مرجمت فرمائے۔ ان خطوط سے لوگوں کے اس ذوق کا پتہ چلتا ہے جو اصل حقائق جاننے کے لیے بے تاب تھا، مثلاً:

- ① شیخ محمد رضا کا شیخ فاضل آل مزید رخیس بادیہ شام کے نام خط جس کا مضمون یہ ہے: مراسلت کا سبب یہ ہے کہ راشد بن عربان نے ہمیں آپ کے بارے میں دل خوش کر دینے والی بڑی اچھی بات کہی ہے۔ انہوں نے بتایا کہ آپ مجھ سے خط کتابت کے خواہش مند ہیں کیونکہ دشمنوں نے آپ کو ہمارے بارے میں جھوٹی باتیں بتائی ہیں اور طرح طرح کی بہتان تراشیاں کی ہیں لیکن آپ جیسے لوگوں کا فرض ہے کہ کوئی بات بغیر تحقیق قبول نہ کریں۔ پھر

شیخ ان باتوں کی تشریح کرتے ہیں جو ان کی طرف منسوب کی گئی ہیں اور اس سلسلے میں شریعت الہی اور رسول کریم ﷺ کی ہدایت کے مطابق جھوٹی باتوں کو غلط پھراتے اور بہتانوں کا پول کھولتے ہوئے حقیقت کی وضاحت کرتے ہیں۔*

② عراق کے ایک عالم عبد الرحمن سویدی کے نام شیخ محمد ﷺ کا خط جس کا مضمون درج ذیل ہے: آپ کا مکتوب موصول ہوا۔ دل خوش ہو گیا۔ اللہ آپ کو انہر متقین اور سید المرسلین کے دین کے داعیوں میں سے بنائے۔ اطلاعًا عرض ہے کہ میں قبیع کتاب و سنت ہوں۔ دین میں کوئی نئی بات ایجاد کرنے والا مبتدع نہیں ہوں۔ میرا عقیدہ اور میرا نہ ہب جسے میں نے اختیار کیا ہے، اہل سنت والجماعت کا نہ ہب ہے جس پر انہم مسلمین چلے، جیسے: انہم ار بعده ہوئے جن کے قبیعین قیامت تک رہیں گے۔ ہاں! میں نے لوگوں سے اللہ کے لیے دین کو خاص کرنے کی بات یقیناً کی ہے۔ زندہ یا مردہ بزرگان دین وغیرہ کو پکارنے سے منع کیا ہے۔ اللہ کے لیے کی جائے والی عبادت، جیسے: ذبح و نذر، توکل و بجدے اور ان کے علاوہ دیگر عبادتیں جو صرف اللہ ہی کا حق ہیں جس میں کسی مقرب فرشتے، مجموعت نبی کو بھی شریک نہیں کیا جا سکتا، میں ان سب میں بزرگوں کو شریک کرنے سے منع کرتا ہوں۔ تبھی وہ دین ہے جس کی دعوت شروع سے آخر تک سارے انبیاء نے دی ہے اور جس پر اہل سنت والجماعت کے لوگ قائم و دائم ہیں۔*

③ شیخ محمد بن عبد الوہاب ﷺ کا وہ خط جو آپ نے مکہ مکرمہ کے بڑے علماء کے نام بھیجا اور اپنی دعوت کے اہم نکات کی وضاحت کی ہے۔ خط کا مضمون یہ ہے: شیخ کہتے ہیں: ہم پر جو مصیبت آئی ہے، اس کی خبر آپ حضرات اور دیگر لوگوں کو بہنچ چکی ہے اور اس کا سبب یہ ہے دیکھیے کامل خط شیخ محمد بن عبد الوہاب کی تالیفات: 5/33, 32 میں، طبع امام محمد بن سعود اسلامک یونیورسٹی، اولين ایڈیشن، ریاض۔

④ کامل خط دیکھیے شیخ محمد کی تالیفات: 5/36-38 میں، طبع امام محمد بن سعود یونیورسٹی، ریاض، تیز الدرر السنیۃ:

کہ ہمارے علاقے میں بزرگوں کی قبروں پر بننے ہوئے مزارات مسما کر دیے گئے ہیں۔ جب عام لوگوں پر یہ عمل اس خیال سے گراں گزرا کہ اس میں بزرگوں کی توہین ہے تو ہم نے انھیں ان بزرگوں کو پکارنے سے بھی منع کیا اور اللہ کے لیے عبادت خالص کرنے پر زور دیا۔ قبروں پر بننے ہوئے مزاروں کو ڈھانے کے بعد جب ہم نے یہ مسئلہ چھپڑا تو عوام پر اور بھی زیادہ گراں گزرا اور علم کے دعوے داروں نے مخصوص اسباب کے باعث ان کی پشت پناہی کی۔ یہ اسباب آپ حضرات سے ڈھکے چھپے نہیں۔ ان میں ایک بڑا سبب عوام کی خواہش کی چیزوں ہے۔ ان لوگوں نے ہمارے بارے میں یہ تہمت پھیلائی کہ ہم بزرگوں کو گالی دیتے ہیں اور راہ راست سے بھٹکے ہوئے ہیں۔ انہوں نے یہ معاملہ مشرق و مغرب تک پہنچا دیا اور ہمارے متعلق ایسی باتیں کہیں کہ ایک صاحب عقل انھیں بیان کرتے ہوئے بھی شر ماتا ہے۔ میں آپ لوگوں کو اپنے مذہب کی سچی خبر دیتا ہوں۔ جھوٹ نہیں بول سکتا کیونکہ آپ جیسے لوگوں پر جو اپنے مذہب کا خاص و عام میں اظہار کرتے ہیں، جھوٹ نہیں چل سکتا۔

الحمد للہ! ہم قبیعین کتاب و سنت ہیں۔ ہم دین میں کسی ختنی بات کے موجود نہیں۔ ہم امام احمد بن حنبل رض کے مذہب پر ہیں۔ دشمنوں نے یہ بہتان باندھا اور پھیلایا ہے کہ میں اجتہاد کا دعویٰ کرتا ہوں، ائمہ کی پیروی نہیں کرتا۔ میں اس بہتان سے براءت ظاہر کرتا ہوں۔ اگر آپ لوگوں پر ظاہر ہو کہ قبروں پر بننے مزاروں کو ڈھانے اور بزرگوں کو پکارنے سے روکنا جیسا کہ ہم نے کیا ہے، مذہب سلف کے خلاف ہے تو میں اللہ اور اس کے فرشتوں کو گواہ بنا کر اور آپ لوگوں کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے دین پر گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں اہل علم کی پیروی کرنے والا ہوں گا۔ اگر حق بات مجھ سے پوشیدہ رہی اور اس میں مجھ سے کوئی غلطی ہوئی، اُسے آپ لوگ بیان کر دیں۔ میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں اسے سرآنکھوں پر رکھوں گا۔ حق کو قبول کرنا باطل پر مصروف ہے کہیں زیادہ بہتر ہے۔^۱

۱ دیکھیے مؤلفات شیخ محمد بن عبد الوہاب، ص: 40-42.

④ مدینہ منورہ کے ایک عالم کے نام خط میں آپ لکھتے ہیں: آپ کا خط موصول ہوا۔ آپ کو اللہ کی خوشنودی حاصل ہو۔ آپ لوگوں کی خیریت معلوم کر کے دل خوش ہوا۔ آپ ہماری خیریت دریافت کرتے ہیں تو اللہ کا شکر ہے۔ حق یہ ہے کہ اُسی کے شکر سے نیکیاں پائیں مجھیں کو پہنچتی ہیں۔ آپ نے پوچھا ہے کہ ہمارے اور لوگوں کے درمیان اختلاف کی وجہ کیا ہے؟ تو حقیقت یہ ہے کہ ہم میں شرائعِ اسلام، یعنی صلاۃ، زکاۃ، روزہ اور حج وغیرہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اسی طرح محرماتِ اسلام میں بھی کوئی اختلاف نہیں۔ جس کو ہم اچھا سمجھتے ہیں، وہی دوسروں کے نزدیک بھی اچھا ہے۔*

اسی طرح کی تو پیحات وارشادات شیخ ہاشم کے دوسرے مکاتیب میں بھی جلوہ آ را ہیں۔ لیکن خلافتِ عثمانیہ اور دنیاۓ اسلام کے مختلف علاقوں میں اس کے ماتحت حکام اپنی نادانی کی وجہ سے اس دعوت سے ڈرنے لگے اور اپنے مصالح کی حفاظت اور مسلمانوں کو ایک دوسرے سے لڑا کر کمزور کرنے کی خاطر انہوں نے سامراجی طاقتوں سے تعاون شروع کر دیا تاکہ وہ اس دعوت کا خاتمہ کر سکیں جو محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل شدہ ارشاداتِ ربانی کی پیروی کر رہی تھی، دلوں کو جوڑ رہی تھی، انھیں تھام رہی تھی اور اختلافات کے اسباب کا خاتمہ کر رہی تھی۔ اس دعوتِ حق کے خلاف ان کے اقدامات کی اصل وجہ یہ تھی کہ یہ لوگ اسلام کی تعلیمات سے ناواقف تھے، انھیں اپنے عہدے چھین جانے کا خوف کھارہا تھا، ذاتی مصلحتوں کو انہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام پر مقدم کر دیا اور اپنی خواہشات و شہوات کی پیروی میں لگ گئے۔ اس صورت حال سے سامراجی فائدہ اٹھا رہے تھے۔

دوسری طرف مسلمانوں کو ہرگز گوارا نہیں تھا کہ ان کے دین کے مخالف یہ سامراجی ان کے عقائد میں دخل انداز ہوں۔ اگر ایسا ہوتا تو ان کے ارادے پہلے ہی واضح ہو جاتے اور صلیبی

* مرجع سابق، ص 44-49.

جنگیں شروع ہو جاتیں۔

اہل مغرب ہمیشہ اسلام کے خلاف سازشیں کرتے رہے، کچھ بعید نہیں کہ ان کے ساتھ یہودی بھی شامل ہوں، اس لیے کہ اسلام کو زک پہنچانے کے لیے یہودیوں کی سازشیں تو اسی وقت سے شروع ہو گئی تھیں جب اللہ کے رسول ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے۔ تاریخ کا مطالعہ کرنے والا یہ حقیقت فوراً محسوس کر لیتا ہے کہ ٹھیک یہی جذبہ منافقوں کے سردار عبداللہ بن ابی اور عبداللہ بن سبا یہودی کی حرکتوں کے پیچھے بھی کار فرما تھا جو اسلام میں داخل ہی اس لیے ہوئے کہ اسلام کو اندر سے خراب کر سکیں اور ایمان والوں کے دلوں میں اسلام کی حقانیت کے بارے میں شبہات پیدا کر دیں۔ اسی لیے عبداللہ بن سبانے ایک فرقہ بھی قائم کیا جو فرقہ سبانیت کے نام سے معروف ہے۔

یہی چیز ہمیں مستشرقین کی تحریروں میں بھی ملتی ہے جنہوں نے اس زمانے میں اسلام کی صورت بگاؤ نے اور لوگوں کو اس سے نفرت دلانے کی کوشش کی ہے۔ اسلام کی تاریخ اور اسلامی نظریات میں تحریف اور ملاوٹ کی ہے۔ خاص طور پر اس عمل میں یہودیوں کا ہاتھ بہت تیز ہے۔

ان تمام سامراجی قوتوں اور ان کے کاسہ لیسون نے تاریخ کی ورق گردانی شروع کی۔ ماضی کے صفحات اُلٹے کہ شاید انھیں کوئی ایسی چیز مل جائے جو ان مدعیان علم کے کام آئے جنھیں سامراجیوں نے اسلامی مرکز میں تعینات کیا تھا تاکہ وہ ان کے پس پر وہ اپنی حرکتوں کو چھپا سکیں جو دنیاوی مصلحتوں کی خاطر اپنی آخرت بر باد کر رہے تھے اور اس طرح سامراجی مقاصد کی تزئین و آرائش میں مشغول تھے۔ ان سب لوگوں کا ایک ہی مقصد تھا جس کی میکمل لیے وہ کوشش تھے۔

انہوں نے عوام اور معمومی پڑھے لکھے لوگوں کو صحیح تعلیم حاصل نہیں کرتے اور علم کی گہرائی

تک نہیں پہنچتے اور جو اس وقت اسلامی معاشرے کی غالب اکثریت ہیں، اس وہم میں بنتا کر دیا کہ یہ تھی دعوت جو جزیرہ نماۓ عرب سے اٹھی ہے، یہ اسی پہلی دعوت کا سلسلہ ہے جو مرکش میں اپنی خوارج فرقے کی دعوت تھی اور یہ دعوت مسلمانوں کے ندھب اور اعتقاد کے خلاف ہے۔ گراہوں نے اپنی بودی دلیل کامیاب بنانے اور علم سازی کے لیے شیخ محمد اور ان کے تبعین کے خلاف ایسی باتیں گھریں جن کے غلط اور بے بنیاد ہونے کے بارے میں شیخ رض نے اپنے کئی رسالوں میں وضاحت کی ہے۔ علمائے مرکش یہ حقیقت اپنے 1226ھ کے مباحثے میں جان چکے تھے جس سال مولائی ابو اسحاق ابراہیم بن مولائی شاہ سلیمان رض کے کے لیے تشریف لے گئے تھے اور ان کے ساتھ امام سعود بن عبد العزیز سے بحث مباحثہ ہوا تھا۔ اور جو باتیں ان کی طرف منسوب کی گئیں، ان کی چھان بین علمائے مرکش کی ایک بڑی جماعت نے کی تھی۔ یہ واقعہ شیخ محمد بن عبد الوہاب رض کی وفات کے کچھ عرصے بعد کا ہے۔ مرکش کی تاریخی کتابوں میں یہ واقعہ بہ تمام و کمال موجود ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ سلفی دعوت ان سارے اتهامات سے بری ہے جو اس کی طرف منسوب کیے گئے ہیں اور علمائے مرکش اس کی سچائی سے مطمئن ہیں حتیٰ کہ امام ابراہیم مذکور نے بھی اس دعوت کو مبنی برحق تعلیم کیا ہے۔⁴

اس دعوت کی نہمت کی صدائے بازگشت، علم و معرفت کے نام پر اقتدار جانتے والوں لیڈری کے آزو زمندوں اور نفس پرستوں کے ہاں بھی گوئی۔

پس ایک طرف تو یہ افسوس ناک صورت حال روئما ہوئی اور دوسری طرف شیخ محمد کے والد عبد الوہاب کی طرف دعوت کی نسبت کا فریب چل گیا، جب کہ یہ نسبت صریحاً غلط ہے کیونکہ دیکھیے مولیٰ ابو اسحاق ابراہیم بن سلیمان کی سیرت مرکش کی تاریخی کتابوں، مثلاً الاستقصاء لأخبار دول المغرب الأقصى: 8/120-125 اور الاعلام بین حل مرکش وأعمات من الأخلاص:

دعوت تو شیخ محمد دیتے تھے۔ ان کے والد جناب عبدالوهاب نہیں دیتے تھے۔ اگر اہل غرض دعوت کی نسبت شیخ محمد کی طرف کرتے تو پھر اس کا نام ”محمدیہ“ قرار پاتا اور اس سے ان کا مقصد حاصل نہ ہوتا کیونکہ پورے دین اسلام کا نام محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف نسبت کے باعث ”رسالت محمدیہ“ ہے جس کی رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب کی جانب سے تبلیغ کی۔ عام لوگ ان دونوں کے مابین تفریق نہیں کرتے اس لیے فتنہ گروں نے اس بات کا خاص خیال رکھا کہ جس نام کو عام کرنا مقصود ہے، اس کی آواز بازگشت عوام کے ذہن میں موجود رہے کیونکہ مطین سازی اور دھوکا دینے کے لیے وہی ان کی بنیاد ہے جو کم پڑھے لکھے لوگوں پر ہنسی پاش کے لیے بیک گراڈنڈ کا کام دیتی ہے۔

یہ بات ابراہیم پاشا کے ان خطوط اور پورٹوں سے ظاہر ہوئی جو وہ مصر میں محمد علی کو بھیجا کرتا تھا اور بعض عثمانیوں کی تحریروں میں یہ عبارت موجود ہے: اس تاریخ سے دہائیت، خوارج، مارقین من الدین (دین سے نکلے ہوئے بھگوڑے) ① مرتد، بے دین، گمراہ اور ملحد جیسے القاب و خطابات کا شیخ محمد کی دعوت کے پیروکاروں اور سعودی حکومت پر اطلاق شروع ہوا۔

علی العموم یہ سب لوگ دعوت حق کو مشتبہ بنانے کے لیے ایک رخ پر متفق ہو گئے۔ لوگ فطری طور پر ہر نئی چیز سے ڈرتے ہیں اور جس ڈگر پر چل رہے ہوں، اس کے مخالف راستے سے بدکتے اور انکار کرتے ہیں۔ اس کی بہترین ولیمین قرآن کریم اور سیرت نبوی میں مذکور

① اس طرح کی دستاویزات کے لیے دیکھیے محمد علی کا مکتوب جس میں وہ ترکوں سے ابن سعود سے جنگ کرنے پر معدورت خواہ ہے، صفحہ: 353-355 اور یوسف کعبؑ کا خط صفحہ: 362-370 جو آل سعود کی جنگ کے ساتھ خاص ہے، نیز یوسف ضبا پاشا کو جاز میں لشکر کا پہ سالار مقصر کرنے کا امر، صفحہ: 381 اور ضمیر نمبر 7، صفحہ: 383، نیز دیکھیے جنگ شقراء اور اس کی فتح کی خوشخبری پر مشتمل ابراہیم پاشا کا مکتوب، صفحہ: 444-422، اس کے علاوہ دیگر خطوط۔ اس سلسلے میں مزید دیکھیے ڈاکٹر عبدالرحمٰن عبدالرحمٰن کی کتاب، الدولۃ السعودية، صفحہ: 340-440، طبع جامعۃ الدولۃ العربیۃ۔

مخالفین اسلام کے بہت سارے واقعات میں واضح طور پر ملتی ہیں جبکہ محمد ﷺ اپنے رب العزت کی جانب سے داعی اور نجات دہنده بن کر دینِ حق لے کر آئے۔

دور حاضر میں ایک زندہ دلیل رونما ہوئی، مسلمان نوجوانوں نے اپنے دین سے دچکپی اور احکام ربانی کی طرف رجوع شروع کیا تو اس رجحان کو دینی بیداری سے تعبیر کیا گیا۔ لیکن یہ صورت حال اہل باطل کو ایک آنکھ نہ بھائی اور مشرق و مغرب کے اخبارات بر قی ذراائع ابلاغ اور نام نہاد دانشور اس دینی بیداری کے خلاف طرح طرح کی بتیں کرنے لگے۔ انہوں نے اسے مغالطہ انگیز ناموں سے موسم کیا، منفی صفات سے متعتم کیا اور عوام کو اس سے متنفر کرنے کی کوشش کی تاکہ دینی بیداری کی تحریک کی راہ میں رکاوٹیں پیدا ہوں اور نوجوانوں کا صالح جوش مختدرا پڑ جائے۔ عوام کا جم غضیر اس طرح کے معاملات میں طاقت کے سرچشمے کی طرف دیکھتا ہے تاکہ وہ ان کے رو برو اصل حقیقت اجاگر کرے۔ لیکن مخصوص علماء اور دیگر اصحاب مصالح پر مشتمل طاقت کے سرچشمے نے حقوق کو بدلتا شروع کیا اور دینی بیداری کی تحریک کے داعیوں اور اسے قبول کرنے والوں کو بدنام کرنے کی خانی، چنانچہ انہوں نے یہ کام طرح طرح کے شکوک و شبہات کے کائنے اٹھا کر اور نت نے نظریات گھڑ کرنا شروع کیا، انہوں نے ایک طرف عوام میں من گھڑت شبہات پھیلانے اور دوسری طرف لوگوں کو اس تحریک کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے کی ترغیب دی۔ دینی بیداری کی تحریک کو جن من گھڑت الزامات سے بدنام کرنے کی کوشش کی گئی، ان میں یہ بات بھی شامل تھی کہ یہ تحریک دین میں پھوٹ ڈال رہی ہے، مسلمانوں کی جماعت سے بغاوت کر رہی ہے اور دین میں نئی نئی بتیں ایجاد کر رہی ہے جبکہ معاملہ اس کے بالکل برعکس تھا۔ یہ بتیں مفاد پرستوں اور عثمانی دربار بابی عالی کے جاہ و منصب والوں میں خاص طور پر راہ پا گئیں۔ انھیں حکومت کے اثر و رسوخ، اقتدار چھن جانے اور اپنی شان گھٹ جانے کا خوف لائق تھا۔ ان لوگوں نے مدینہ اور بنیج کے درمیان

وادی صفراء میں امام عبد اللہ بن سعود کی عثمانیوں کے لشکر پر فتح کے بعد اپنے ایک حکمران کی والدہ کے بخض و کینے کو بھی امام کے خلاف بھڑکایا کیونکہ اس سال عثمانی قافلے کو بغیر حج کیے واپس ہونا پڑا تھا۔ اس قافلے میں اس حکمران کی والدہ، اس کے خدام اور حاشیہ بردار بھی موجود تھے، ان کے ساتھ ایسے اصحاب اغراض بھی مل گئے جو لوگوں کا ناقن مال کھاتے ہیں، وقتی مذہبی لیدزیری پر قناعت کرتے ہیں اور یوں ان جاہلوں پر اپنا تسلط جنماتے ہیں جنہیں اپنے دین کی حقیقت کا پتہ ہوتا ہے نہ ان تسلط جمانے والوں کے عزائم اور مذہب کا پتہ ہوتا ہے۔ یہی اصحاب اغراض اسلامی ملکوں میں سلفی اصلاحی تحریک کے بارے میں طرح طرح کی بدگانیاں اور شکوک و شبہات پھیلاتے رہے۔ رسالت مآب ﷺ کو ایسے ہی گمراہ کرنے والے علماء کا خوف لاحق تھا جو اللہ کی نازل کردہ شریعت کے خلاف فتویٰ دیں گے، خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔⁴

ان لوگوں نے عوام کی زندگی میں حساس رُگ پر ضرب لگائی اور وہ ہے دین جو روحاںی غذا کا کام دیتا ہے اور دل جس کے مشتاق ہوتے ہیں لیکن حقیقت دین کا عوام کو پتہ نہیں ہوتا جن سرچشموں سے دین کو لینا ضروری ہے، ان سے وہ ناواقف ہوتے ہیں، لہذا دین کے بارے میں جو کچھ بھی کہا جاتا ہے، وہ اس کی پیروی کرنے لگتے ہیں۔ انھی بنیادوں پر اہل غرض اور مفادات کے پیاریوں میں اُس دعوت عظیمی کو بدنام کرنے لیے باہمی تعاون شروع ہوا جس کا مقصد مسلمانوں کو متحد کرنا، خرافات ترک کرنا، ذہنوں کو روشن کرنا اور لوگوں کو علم و دانش کی طرف متوجہ کرنا تھا کیونکہ یہی اصل سرچشمہ حقیقت ہے۔ چنانچہ اس انتقامی دعوت عمل کی بدولت درعیہ کے لوگوں میں، جیسا کہ ابن غنام اور ابن بشر نے اپنی تاریخ میں بیان کیا ہے، علم سے

⁴ صحیح البخاری، العلم، باب کیف یقین العلم؟ حدیث: 100، وصحیح مسلم، العلم، باب رفع العلم وقضیہ.....، حدیث: 2673، وجامع الترمذی، العلم، باب ماجھاء فی ذهاب العلم، حدیث: 2652.

سیرابی اور کسب معاش کے لیے عمل مسلسل کی زبردست رغبت پیدا ہو گئی۔ شیخ محمد بن عبدالوہاب کے تلامذہ علم و عمل کے لیے اپنے اوقات تقسیم کرتے تھے۔ بعد نماز فجر سے آفتاب بلند ہونے تک کا وقت حصول علم کے لیے مخصوص ہوتا تھا، پھر ظہر تک اپنے دوسرے کاموں اور کاشتکاری میں مصروف رہتے تھے۔ ظہر کے بعد آرام کرتے، عصر سے مغرب تک پھر کام میں لگے رہتے اور مغرب کے بعد سے عشاء تک علم و معرفت کی تلاش و جستجو کے سلسلے میں مذاکروں کی نشستیں ہوتی تھیں۔



۷ مخالفین کے شکوہ اور اعتراضات

جن لوگوں کے مادی مفادات اور دنیاوی مصلحتیں شیخ رض کی دعوت سے نکرائیں، انھیں شکوہ و شبہات نے آلیا اور وہ آپ کی مخالفت اور آپ کو جھوٹا اور افتراء پرداز مشہور کرنے کی کوشش پر آمادہ ہو گئے۔ ایسے لوگوں کی بڑی اکثریت خود آپ کی اپنی ہی قوم سے تعلق رکھتی ہے۔ ان لوگوں نے شیخ اور شیخ کی دعوت پر بہت سی تھمیں لگائیں۔ ان تھمتوں سے شیخ اپنے متعدد رسالوں میں براءت ظاہر کرتے رہے اور جس عقیدے کی وہ لوگوں کو دعوت دیتے تھے، اس کی صحت ثابت کرتے رہے۔ شیخ کی اہم خوبی یہ تھی کہ وہ کتاب و سنت سے ہٹ کر کوئی بات نہ کہتے۔ اب ہم شیخ رض کے مخالفین اور ان کی افتراء پردازوں پر روشنی ڈالتے ہیں، اس سے طالبانِ حق کو معلوم ہو جائے گا کہ اصل خرابی کہاں ہے۔

شیخ محمد بن عبدالوہاب کی دعوت کے مخالفین کی دعوت حق کے بارے میں افتراء پردازوں اور غلط بیانیوں کو جو بھی پڑھے گا، وہ صاف محسوس کر لے گا کہ جو شکوہ و شبہات وہ اٹھاتے ہیں اور جو جھوٹے بحث مبارکے انہوں نے گھڑ لیے ہیں، شیخ رض کی کسی کتاب میں ان کا مطلق کوئی وجود نہیں ہے بلکہ آپ کے خطوط جو پوری ایک کتاب پر مشتمل ہیں۔ اور آپ کے بعد آپ کی اولاد و احفاد اور تلامذہ کے خطوط و جوابات جو کثیر تعداد میں ہیں، سب کے سب ان من گھڑت باتوں کی نفی کرتے ہیں اور پچھی قسموں کے ساتھ ان سے اظہار براءت کرتے ہیں۔ وہ خطوط اور جوابات بھی ہر طرح کی غلط بیانیوں کی تردید کرتے ہیں جن کا تعلق تحریک دعوت اور اس کا دفاع کرنے والے افراد اور اس دعوت کے بارے میں پیدا کیے جانے والے بے بنیاد شبہات کا

ازالہ کرنے والی شخصیتوں سے ہے۔ ان خطوط کا سراغ ان محققین اور ارباب قلم نے لگایا جنہوں نے شیخ ڈاکٹر اور ان کی تحریک دعوت کی تاریخ سے متعلقہ امور مرتب کرنے کا عزم کیا تھا۔ یہ خطوط اس زمانے کے ہیں جب شیخ محمد ڈاکٹر سیاسی اور جہادی تنگ و تاز میں مصروف تھے۔ ان خطوط کی روشنی میں مخالفین کے ہر شہبے اور غلط بیانی کی نفی ہو جاتی ہے۔

جب ہم ان شکوک اور اعتراضات کی اصل حقیقت کا سراغ لگاتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ یہ شبہات درج ذیل امور و احوال سے خالی نہیں:

① ایسے شکوک و شبہات جن کی جزوں سابقہ فرقوں میں پائی جاتی ہیں، وہ شیخ محمد بن عبد الوہاب پر جزو دیے گئے ہیں جبکہ ان کے بارے میں شیخ کی رائے اہل سنت والجماعت کی رائے کے مطابق ہے۔ وہ صفتِ اسلامی سے ان فرقوں کے الگ ہونے پر نکیر کرتے ہیں، اُسی طرح جس طرح ان سے پہلے شام میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ، مراکش میں امام شاطی اور مصر میں 660ھ میں عز بن عبد السلام رضی اللہ عنہم آن پر نکیر کر چکے ہیں۔

② یا وہ شکوک و شبہات من گھڑت ہیں، ان کی کوئی صحیح بنیاد نہیں ہے، شیخ محمد بن عبد الوہاب کی تالیفات اور نقل شدہ اصل عبارتوں میں ان کا کوئی سراغ نہیں ملتا، نہ ان کے تلامذہ اور اولاد کی کتابوں میں ان کا کوئی وجود ہے۔ اور جہاں تک گھڑی ہوئی چیزوں کا تعلق ہے، ان کی کوئی حد نہیں ہے، ان میں پڑھنے والے اور سننے والے دونوں پر ملجم سازی کی گئی ہے۔ شیخ کے خطوط نے اس معاملے کے برخلاف بہت کچھ ظاہر کر دیا ہے جیسا کہ ان چار خطوط کے اقتباسات سے ظاہر ہے جو باہر کے لوگوں کو بھیجے گئے۔ ان میں شیخ کی طرف منسوب جملہ اعتراضات سے براءت گزر چکی ہے۔ ^۱ شیخ کے قول و عقیدے میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ بطور مثال اہل قصیم کو بھیج گئے ان کے ایک خط سے ان کا یہ قول لے لیجیے: آپ لوگوں کو

¹ دیکھیے اسی کتاب کا صفحہ 75-77 اور ان خطوط کی اصل کے لیے حاشیے میں دیکھیے۔

معلوم ہے کہ مجھے پتہ چلا ہے کہ آپ لوگوں کو سلیمان بن حکیم^❶ کا خط موصول ہوا ہے جسے آپ کے ہاں علم کی طرف منسوب بعض اشخاص نے پسندیدہ نگاہ سے دیکھا ہے اور اس کی تقدیق کی ہے جبکہ اللہ جانتا ہے کہ اس شخص نے میرے خلاف کئی ایسی بے بنیاد باتیں کہی ہیں جنہیں میں نے کہا ہی نہیں بلکہ وہ میرے ول پر بھی نہیں گزریں، جیسے اس کا یہ کہنا: میں چاروں مذاہب کی کتابوں کو منسون جانتا ہوں اور کہتا ہوں: لوگ چھ سو مال سے کسی دین، مذہب پر نہیں ہیں۔ میں اجتہاد کا دعویٰ کرتا ہوں، مجھے تقلید کی کوئی ضرورت نہیں اور میں کہتا ہوں کہ علماء کا اختلاف مصیبت ہے۔ جو بزرگوں کا وسیلہ پکڑتا ہے، میں اسے کافر کہتا ہوں۔ میں ابوصیری کو اس کے قول: ”یا أَكْرَمُ الْخُلُقِ؟“ کی بنا پر کافر کہتا ہوں اور میں کہتا ہوں: اگر رسول اللہ ﷺ کا قبہ ڈھانے پر میں قادر ہو جاؤں تو یقیناً اسے ڈھادوں گا اور اگر کعبے پر میرا قبضہ ہو جائے تو میں اس کا پر نالہ نکال کر وہاں لکھڑی کا پر نالہ لگادوں گا اور میں قبر نبی ﷺ کی زیارت کو حرام کہتا ہوں اور والدین وغیرہما کی قبروں کی زیارت کا انکار کرتا ہوں۔ جو غیر اللہ کی قسم کھائے میں اسے کافر کہتا ہوں، ابن فارض اور ابن عربی کو کافر گردانتا ہوں، دلائل الحیرات کو جلا دیتا ہوں اور روض الریاضین کا نام روض الشیاطین رکھتا ہوں۔

ان سارے اتهامات کے بارے میں میرا جواب ہے: سبحانک هدا بہتان عظیم ”یا اللہ تو پاک ہے یہ تو بہت بڑا بہتان ہے۔“ اس سے پہلے محمد ﷺ پر لوگوں نے بہتان لگایا کہ آپ ﷺ عیسیٰ ابن مریم کو گالی دیتے ہیں اور بزرگوں کو برا کہتے ہیں تو گویا ان لوگوں کے دل افڑا پردازی اور غلط بیانی میں ایک دوسرے کے مشابہ ہو گئے ہیں۔^❷

❶ یہ اہل ریاض میں سے ایک شخص ہے جس نے دعوت کا مقابلہ اور حمالفت کی اور شیخ نے جو باتیں کہی نہیں وہ گھر گھر کر بیرونی ممالک کے لوگوں کو لکھا کرتا تھا۔

❷ رسالہ ندوں کو مکمل شیخ کی موالقات: 8-13 میں شخصی خطوط دیکھیے اور اس کتاب کے صفحہ میں صفحہ: 116 اور اس کے بعد کے صفحات بھی دیکھیے۔

③ جب شیخ کے تبعین سے بحث کرنے والے حریف لا جواب ہو گئے تو انہی کمزوری پر پرداہ ڈالنے کی غرض سے شیخ اور ان کی دعوت کو بدنام کرنے لگے کیونکہ بحث کے دوران جو حقیقت کھل کر سامنے آئی، اسے یہ لوگ بیان کر دیتے تو ان کا پول کھل جاتا اور ان کے سارے مراتب اور مفادات کا ستیاناں ہو جاتا، لہذا ان کے لیے حقیقت کو بدلتے اور نتیجے کی ملجم سازی کے سوا اور کوئی چارہ کا رہنا رہا، اس لیے عوام کے سامنے اصل حقیقت ہی نہیں لائی گئی۔

④ یادوں شہبہات شیخ حاشیہ کی اصل تحریروں سے قطع و برید کیے ہوئے من پسند اقتباسات ہیں یا اپنے اصل اور صحیح معنی سے ہٹا کر تاویل شدہ اقوال ہیں، جیسے کوئی «وَيْلٌ لِّمُذْظَفِينَ» پڑھے اور آیت کھل کرنے سے پہلے خاموش ہو جائے۔

ای صحن میں معتبر ضمین کا یہ چرچا بھی شامل ہے کہ محمد بن عبدالوہاب کے ماننے والے، نبی ﷺ پر درود اور آپ کی رسالت کا انکار کرتے ہیں، حالانکہ یہ ایسی لغو اور بے بنیاد بات ہے جس کی کوئی عقل مند آدمی تصدیق نہیں کر سکتا۔

کوئی بعد نہیں کہ جتنے لوگوں نے شیخ اور ان کی دعوت پر حملہ کرتے ہوئے من پسند ریمارکس دیے ہیں، انہوں نے شیخ کی کسی کتاب کو سرے سے کھوکھا کر دیکھا بھی نہ ہو۔ چاہے وہ کتاب توحید و عقیدہ کے بارے میں ہو یا فقد و احکام پر یا تفسیر و سیرت نبوی کے موضوع پر، شہ انہوں نے کسی رائے پر کوئی علمی بحث کی ہو، محض دینی مفادات انھیں حرکت میں لائے ہوں، نفسانی خواہشات نے انھیں انداھا کر دیا ہو اور اس خارجی اباضی رستی وہابیت کے عیوب کو فوری طور پر ہاتھوں ہاتھ لینے کے لیے انہوں نے موقع غنیمت جانا ہو، جس کے بارے میں علمائے اسلام نے بہت کچھ کہا ہے مرکash میں اس پر لمبی بحث ہو چکی ہے، اس پر رد کئے جا چکے ہیں، اس پر مبانی ہو چکے ہیں اور علمائے مرکash و اندرس اپنی کتابوں میں اس پر زبردست رد و دفعہ کر چکے ہیں۔ اس کے باوجود افتراق و اذوں نے رستی وہابیت کے عیوب کو ہاتھوں ہاتھ لیا تاکہ

ان عیوب کوئی دعوت کے ساتھ شروع ہی میں جڑ دیا جائے۔

منافقین کو اور کیا چاہیے تھا۔ انہوں نے نام میں قربت سے فائدہ اٹھایا، دونوں تحریکوں کے لقب میں موافقت دیکھی۔ جب تک پہلی کا دوسرا پر اطلاق کر دیا اور شیخ محمد بن عبد الوہاب کی اصلاحی دعوت کا ایک نیا اصطلاحی نام رکھ دیا جو خاص طور پر شمالی افریقہ کے مسلمانوں کے ذہن میں موجود ایک گہری جڑ "وہیت یا وہایت" کا نام ہے، یوں انھیں ایک ریڈی میڈی لباس مل گیا جسے شیخ محمد کی دعوت کو پہننا کر اور پہلی مدفن تحریک کے عیوب ڈھونڈ کر شیخ محمد کی دعوت پر چپاں کر دیے تاکہ عام لوگوں کو اس سے نفرت دلائی جائے۔ ادھر مرکشیوں کا اہل سنت کی مخالف دعوتوں، عبد الوہاب بن رستم کی دعوت، پھر عبیدی فاطمیوں وغیرہ کی دعوت کے مقابلے میں ڈٹ کر کھڑے ہونے کا مثبت روں ہے جس کی تاریخ شاہد ہے۔ اسی طرح ان کی طرف سے اپنے ملک میں سامراج کی مخالفت اور اس کے مقاصد کے برعکس ڈٹ جانے کی بھی تاریخ شاہد ہے۔

سچائی کے ثبوت کے لیے بھی بات کافی ہے کہ وہ سچائی ہے۔ شیخ محمد بن عبد الوہاب کی سلفی دعوت نے مسلمانوں کو منیج محمدی کی سادگی کی طرف مدعو کیا۔ مسلمان اختلافات کا شکار تھے اور افتراق نے ان کی کمر توڑ دی تھی، چنانچہ وہ سلفی دعوت کی طرف تیزی سے لپکے۔ اس منیج محمدی میں اتحاد پیدا کرنے اور ان اختلافات کو چھوڑنے کا مؤثر سبب موجود ہے جن کے ذریعے دشمن اپنے راستے تراش کر داخل ہوتے ہیں بالخصوص ایسے وقت میں جبکہ عالم اسلام میں، خصوصیت سے شمالی افریقہ میں اس سلفی دعوت کے لیے سینے کھل گئے اور وہاں کے باشندوں نے اسے قبول کر لیا کیونکہ یہ دعوت ہر مسلمان کی باطنی طلب کا قدرتی جواب ہے۔

اس صورت حال سے مفاد پرستوں، خواہشات کے غلاموں اور بدعتیوں کی نیند حرام ہو گئی، چنانچہ انہوں نے حقیقت سے آنکھیں بند کر لیں اور دعوت کو بدنام کرنے، اسے مٹانے، لوگوں کو اس سے غافل کرنے اور اس کے مصادر کی بحث و تحقیق سے توجہ ہٹانے کی بھرپور کوشش کی۔

اس کی تصدیق یورپی محققین اور فرانسیسی، انگلین، اٹالین، انگریز اور جمن مستشرقین کی اسلام اور مسلمانوں کے متعلق تحریروں سے بھی ہوتی ہے جن میں خصوصیت سے شمالی افریقہ کے احوال مذکور ہیں۔ خاص طور پر جب وہ تاریخ اسلام میں نئی فکری بیداری کا تذکرہ کرتے ہیں تو منصفانہ تحقیقات سے اس کا سراہمیشہ شیخ محمد بن عبد الوہاب کی اصلاحی دعوت اور عالم اسلام میں اس کے پھیلنے سے ملتا ہے کیونکہ یہ دعوت ایسے وقت میں آئی جب تاریکی اور جہالت کا دور دورہ تھا۔ یہی وقت تھا جب مسلمانوں نے اس سلفی دعوت کا اور اسکی حقیقت کیا جس کی تجدید شیخ محمد بن عبد الوہاب نے کی اور جس نے مسلمانوں کے لیے صحیح اسلامی منیج اور صاف سفرے عقیدے میں فکری اور اعتمادی بیداری لوٹائی اور اسلام کو سابقہ پا کیزگی کے ساتھ باقی رکھا اور اسے بدعاں سے داغ دار اور بدثنا نہیں کیا۔ یہ وہی راہ ہے جس پر تاریخ اسلام کے صاحب علم مصلحین، منیج سلف صالح کے مجددین، جیسے: ابن تیمیہ احمد بن عبد الجلیم متوفی شام 728ھ، ابن قیم جوزیہ متوفی دمشق 751ھ، شاطبی متوفی غرناط، اندرس 790ھ، عز بن عبد السلام متوفی مصر اور ان کے علاوہ بہت سے سلف کے علماء چلتے رہے۔

اکثر علمائے حق اور عرب و مسلم مفکرین نے بیان کیا ہے اور استاذ عبد اللہ بن سعد بن رویشد نے اپنی کتاب ”الإمام محمد بن عبد الوهاب في التاریخ“ میں تقریباً 40 ایسی آراء بیان کی ہیں جو شیخ محمد بن عبد الوہاب کی دعوت اور دنیا میں ہر جگہ مسلمانوں میں بیداری پیدا کرنے میں ان کی دعوت کے اہم کردار کو تسلیم کرتی ہیں۔⁴



⁴ دیکھیے ان کی کتاب مذکور: 2/300-360۔

شہہات کا اعادہ

اس وقت ساری دنیا اور خاص طور پر عالم اسلام میں کمیوززم، ما سونیت (Free Masons)، وجودیت (فرانسیسی دانشوریاں پال سارتر کا نظریہ)، لادینیت، الحاد اور اسی طرح کے متعدد فاسد انہ نظریات پھیل گئے ہیں۔ مسلمانوں کے لیے ان سے نجات پانے اور سلامتی کے ساحل تک پہنچنے کا صرف ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ طرح طرح کی آلو گیوں اور آمیزشوں سے پاک صرف خالص اسلام اپنالیں، اس لیے کہ مسلمان رسولوں کی قدرت میں اللہ تعالیٰ نے اسلام سے محبت کا جو ہر کھا ہے۔ ان میں اسلامی عقیدے سے ایسی وفاداری اور محبت پائی جاتی ہے جو انسان کو اللہ تعالیٰ سے قریب کر دیتی ہے۔ یہ ایک فطری چیز ہے جو اللہ تعالیٰ نے انسانوں میں پیدا کی ہے کہ اسلام کی جزیں انھیں کھینچتی ہیں اور اسلام کا تعلق انھیں اپنی طرف مائل کرتا ہے تاکہ ان کے دل مل جائیں اور نفوس ایک دوسرے کے قریب ہو جائیں۔ لیکن بعض لوگ جنھیں مسلمانوں سے کوئی ہمدردی نہیں ہوتی اور ان کے سینے بہت سے اغراض و مقاصد اور پرانے کہنے اور کدوڑت سے بھرے ہوتے ہیں، وہ کم سمجھ بوجھ والے، وقت فوائد کے پیچھے دوڑنے والے، حقیقی علم و معرفت سے کوئے لوگوں کا غالباً استعمال شروع کر دیتے ہیں، پھر ایسے ہی لوگ علم کے نام پر دینی غیرت اور ہمہ دانی کے زعم میں بٹلا ہو کر بولنا شروع کر دیتے ہیں۔ خود رسول اللہ ﷺ کو اپنی امت کے لیے ایسے ہی گمراہ گن علماء نے خطرہ تھا جو لوگوں کے سامنے مسائل کو سخ کر کے پیش کرتے ہیں۔

اس کا احساس اس امر سے بھی ہوتا ہے کہ افریقہ، ایشیا اور یورپ کے مختلف ملکوں میں ایسی

کتابیں چھاپ کر مفت تقسیم کی جاتی ہیں جن کی بدولت مسلمانوں میں پرانے شبہات کا ازسرنو اعادہ کیا جاتا ہے، حالانکہ مسلمان جو مدت تک فتنوں کے بھنوں میں پڑے رہے اور دشمن ان کی صفوں میں فساو اور ہلاکت پھیلاتا رہا، ماضی کے پرانے کینوں اور کدو روتوں کو بھول چکے تھے اور کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے منیج پر از سرت متفق ہونے لگے تھے تاکہ دین کو غلط اور بے اصل آمیزشوں سے صاف کیا جاسکے لیکن نصرانیت کے کینوں اور یہودیوں کی مکاریوں نے اپنے اعوان اور چیلے چانٹوں کو حرکت دینی شروع کی کیونکہ اب عالم اسلام تو کیا خود مغربی ممالک میں ان کا دیوالیہ نکل رہا ہے۔ ان کی اپنی نسلیں ان کے خلاف ہو چکی ہیں اور انھیں علم ہو چکا ہے کہ مردوجہ تحریکیں بالکل کھوکھلی ہیں۔

پھر ان لوگوں نے دیکھا کہ مسلمانوں کی نئی نسلیں اسلام کی صحیح اور پاکیزہ دعوت کی طرف لوٹنے لگی ہیں تو ان سے برواشت نہ ہو سکا، مثلاً: افریقہ میں دعوت و ارشاد کا کام کرنے والے ایک شخص نے مجھے افریقہ کے دینی احوال بتائے، انھوں نے کہا کہ نہ صرف افریقہ بلکہ دنیا بھر میں اسلام کی تعلیمات ٹھیک ٹھیک قرآن و سنت کی روشنی میں پیش کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ انھوں نے ایک افریقی عالم کا قصہ سنایا اور بتایا کہ بعض اسلامی ملکوں میں سلفی اصلاحی دعوت کے خلاف مختلف زبانوں میں کتابیں شائع کر کے وسیع پیمانے پر دور و نزدیک بھیجنی جاتی ہیں۔ اسی قسم کی بعض کتابیں متذکرہ افریقی عالم کے ہاتھ لگیں تو وہ ان بے اصل کتابوں سے متاثر ہو گئے اور شیخ محمد بن عبدالوہاب اور ان کی دعوت میں طرح طرح کے شبے نکال کر اسے بدنام کرنے لگے۔

داعی نے اس عالم سے پوچھا: کیا آپ نے شیخ محمد بن عبدالوہاب کی کوئی کتاب پڑھی ہے؟ وہ بولے: ”نہیں“، لیکن ان کے متعلق لوگوں نے جو کچھ کہا ہے، وہ رائے قائم کرنے کے لیے کافی ہے۔ داعی ہوشیار تھا، اس نے شیخ محمد بن عبدالوہاب کی ”کتاب التوحید“ کا نائل اتار کر

یہ کتاب عالم موصوف کو پیش کی اور کہا: میں چاہتا ہوں کہ آپ یہ کتاب پڑھیں اور کل اس کے بارے میں اپنی رائے سے مطلع کریں۔

اگلے دن حب و عده ملاقات ہوئی تو عالم موصوف نے اس کتاب کی بڑی تعریف کی اور مؤلف کے لیے رحمت کی دعا کرتے ہوئے کہا کیونکہ یہ کتاب کلام الٰہی اور سنت رسول اللہ ﷺ سے مأخوذه علم اور ان سخیہ اور نہوش تعلیمات پر مشتمل تھی جن کے ذریعے مسلمان اپنے عقائد کی اصلاح کے محتاج ہیں۔ اب دائی نے کتاب التوحید کا دوسرا نسخہ ناشریت عالم مذکور کے سامنے رکھ دیا اور کہا: جناب والا! یہی ہے وہ کتاب جس کا مطالعہ آپ نے کیا ہے اور اسی کے مؤلف ہیں اصلاحی، تجدیدی اور سلفی دعوت والے شیخ محمد بن عبدالوہاب جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں۔ ان کی دوسری کتابیں بھی اسی قسم کی ہیں۔ اس پر اس عالم نے ”حسبنا اللہ ونعم الوکيل“ پڑھا، یعنی ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز ہے۔ پھر کہا: شیخ کو ان برا یوں سے متعتم کیا گیا جو ان میں ہرگز نہیں پائی جاتیں اور ان کے بارے میں جو کچھ ہم پڑھتے ہیں، وہ ان کی اپنی اس کتاب کے مندرجات کے بالکل خلاف ہے، بے شک یہی توحید خالص ہے جسے محمد بن عبد اللہ ؓ لے کر آئے اور اسے مضبوطی سے تھامنے کی دعوت دی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل فرمایا اور عالم موصوف کو سلفی اصلاحی دعوت پر پوری طرح اطمینان ہو گیا۔

عرضہ ہوا، اسی طرح کا ایک واقعہ ہندوستان میں بھی پیش آیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی توفیق سے ”البکری“ نام کے ایک شخص کے ذریعے اسی کے مشابہ ایک مسئلے میں مناظرے کے دوران علمائے ہند میں سے ایک عالم کو ہدایت دی۔ ایسا عام طور پر ہوتا ہے۔ مسلمانوں کو اس سے ہمیشہ خبردار رہنا چاہیے اور دوسروں کو ان کا ارادہ جانے بغیر اپنے اوپر کوئی رائے تھوپنے کا موقع نہیں دینا چاہیے کیونکہ علمی رائے اور اسی حقیقت جس کا تعلق دین اور عقیدے سے ہو، سمجھدار مسلمان

کے لیے ضروری ہے کہ اسے خود ہی ڈھونڈے، اس کی اصل کا کھو ج گائے، اطمینان کرے اور خوب غور کرے تاکہ وہ قدم جنے کے بعد پھسلنے نہ پائے کیونکہ ایسی غلطی کے نتیجے میں صفتِ اسلامی میں اختلاف پیدا ہوتا ہے جس سے صرف وہ دشمن فائدہ اٹھاتا ہے جو مسلمانوں کے مابین تفریق ڈالنے اور ان کا شیرازہ منتشر کرنے کے لیے بڑی کوشش کرتا ہے، خوب مال خرج کرتا ہے، اپنے ذہن اور مددگاروں کو اسی کام پر لگاتا ہے کیونکہ اس تفریق سے اس کے بھاری مقادرات وابستہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر دے اور اس آخری زمانے میں ان کے دلوں میں اسی طرح الفت و محبت پیدا کر دے جس طرح شروع دور میں ان میں باہم الفت و محبت پیدا کی جس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری رسول حضرت محمد ﷺ سے فرمایا تھا:

﴿وَالْفَتَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ طَلَوْ أَنْفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَيِّبًا مَا أَلْفَتَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَلِكِنَّ اللَّهَ أَلْفَ بَيْنَهُمْ طَلَوْ إِنَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾

”اور اس نے ان کے دلوں میں باہمی الفت ڈال دی اگر آپ دنیا بھر کے سب خزانے خرچ کر دیتے تو بھی ان کے دلوں میں الفت پیدا نہ کر سکتے لیکن اللہ ہی نے ان میں الفت ڈالی بے شک وہ زبردست اور خوب حکمت والا ہے۔“⁴

یہود و نصاری مسلمانوں سے ہرگز راضی نہیں ہوں گے جب تک کہ ان کا دین خراب نہ کر دیں اور انھیں آپس میں دامگی اختلاف اور باہمی بغض و عداوت رکھنے والا نہ بنادیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے کلام پاک میں یہ ارشاد فرمایا کہ ان کا اصل بھیکھوں دیا:

﴿وَلَنْ تَرْضِيَ عَنْكَ الْيَهُودُ وَلَا النَّصَارَى حَتَّىٰ تَتَبَعَ مِلَّتَهُمْ طَلَوْ إِنَّ هُدَىِ اللَّهُ هُوَ الْهُدَى طَلَوْ لَئِنِ اتَّبَعَتْ أَهْوَاءَ هُمْ بَعْدَ الَّذِي جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَالِكٌ مِنَ اللَّهِ مِنْ قَرِيبٍ وَلَا نَصِيبٍ﴾

”اور یہود و نصاریٰ آپ سے ہرگز راضی نہیں ہوں گے یہاں تک کہ آپ ان کے مذہب کے پیروکار نہ بن جائیں، کہہ دیجیے کہ اللہ کی ہدایت ہی حقیقی ہدایت ہے اور آپ کے پاس جو علم آگیا ہے، اس کے بعد اگر آپ نے ان کی خواہشات کی پیروی کی تو آپ کو اللہ (کی پکڑ) سے (بچانے والا) نکوئی حمایتی ہو گا اور نہ کوئی مددگار۔“^{۴۰}

بعقول امام مالک رضی اللہ عنہ اس امت کے آخری لوگوں کی اصلاح اسی چیز سے ہوگی جس سے پہلے لوگوں کی اصلاح ہوئی۔ پہلے لوگوں کی اصلاح صرف اسلام کے صاف خالص عقیدے سے ہوئی، اس لیے آخری دور کے لوگوں کی اصلاح بھی صرف اسی سے ہوگی۔

دعوت کے اندر ورنی مخالفین

شیخ محمد بن عبد الوہاب رضی اللہ عنہ کی دعوت کا مقابلہ سب سے پہلے اسی علاقے میں ہوا جہاں سے اس کا آغاز ہوا تھا۔ اس کے مقابلے کے لیے ایسے لوگ ائمۃ جو علم کے دعوے دار تھے۔ یہ لوگ مخصوص اغراض و مقادات کے بندے تھے۔ شیخ محمد بن عبد الوہاب رضی اللہ عنہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی جو اصل تعلیمات آشکارا کر رہے تھے، عام لوگ ان تعلیمات سے یقیناً متاثر ہوتے اور ان کے شیدائی بن جاتے۔ اس طرح اہل اغراض کے مقادات پر بھاری ضرب پڑتی۔ بس یہی خوف تھا جس کی وجہ سے مقادات کے پچاری سلفی دعوت کی طرف سے تشویش میں بستا تھے۔ خواہش نفس انسان کو اندازا اور بہرا کر دیتی ہے۔ اسی بے بصیرتی کے زیر اثر حد کی آگ بھڑک لختی ہے جس کا اس محاذ آرائی میں ایک بڑا کردار ہے جیسا کہ عربی شاعر کہتا ہے:

حَسَدُوا الْفَتَنِ إِذْ لَمْ يَكُونُوا مِثْلَهُ

فَالْقَوْمُ أَغَدَاءُ اللَّهَ وَخُضُومُ

”یہ لوگ جب صالح نوجوان کے مثل نہ ہو سکے تو اس سے حسد کرنا شروع کر دیا اور اس کے دشمن بن گئے۔“

یہاں تک کہ ان لوگوں نے شیخ کی دعوت پر من گھڑت عیب لگا کر، کذب بیانی اور افراط پردازی کر کے دعوت حق کا مقابلہ کیا، پھر اپنے خوف کا مدوا کرنے، لوگوں کو دعوت سے تنفس کرنے اور دھوکا دینے کے لیے ادھر ادھر خطوط ارسال کرنے لگے جیسا کہ ابن حیم اور ابن مولیس وغیرہما سے یہ حرکت صادر ہوئی۔ ان کا ہم عنقریب تذکرہ کریں گے اور ان کے ان خطوط کی طرف بھی اشارہ کریں گے جنہیں خود شیخ محمد نے ان رسالوں میں درج کیا ہے جنہیں وہ بیرونی لوگوں کو دعوت دینے، اپنے موقف کی وضاحت کرنے اور دوسرا جانب سے کانوں میں جو کذب بیانیاں پھونک دی گئی تھیں، ان کے ازالے کے لیے بھیجتے تھے۔ ہم ان جھگڑوں اور خط کتابت کی تفصیل میں نہیں پڑیں گے، ہمیں دلیل کے لیے یہ آیت کریمہ ہی کافی ہے:

﴿فَإِمَّا الْزَبَدُ فَيَذَهَّبُ جُفَاءًٌ وَآمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ﴾

”جھاگ تو ناکارہ ہو کر چلا جاتا ہے لیکن جو لوگوں کو نفع دینے والی چیز ہے وہ زمین میں ٹھہری رہتی ہے۔“^۱

تلقید کرنے والے اور جس پر تلقید کی گئی، تہمت لگانے والے اور جس پر تہمت لگائی گئی سبھی لوگ دنیا سے چلے گئے مگر زمانے کی کسوٹی نے شیخ محمد ﷺ کے خلوص اور للہیت کو سب کے سامنے ثابت کر دکھایا۔ چنانچہ ان کی دعوت کی صدائے بازگشت نہ صرف باقی رہی بلکہ پروان چڑھتی رہی اور ہر جگہ لوگ شیخ ﷺ کی کتابوں کی تلاش اور ان کے معارف کے مطالعے کے خواہش مندر ہے۔ اسی طرح بہت سے مقابلہ کرنے والوں پر جب دعوت کی سلامتی اور داعی کے مقصد کی سچائی واضح ہو گئی تو وہ بھی ہدایت کی طرف پلٹ آئے کیونکہ حق ہی اتباع کے لائق

ہے۔ رہے مقابلہ کرنے والے تو ان کے نام مٹ گئے اور انہوں نے جو کچھ کہا، سب نایود ہو گیا اور سب نہ سہی تو ان میں اکثر ایسے ضرور ہیں کہ اگر شیخ محمد باز ڈاش کے رسائل میں ان کا ذکر نہ ہوتا تو پتا ہی نہ چلتا کہ یہ کون لوگ ہیں۔

یہ دنیا کا حال ہے، رہا آخرت کا معاملہ تو بدلہ اللہ جل شانہ کی جانب سے ہے کیونکہ وہی رازوں اور دلوں میں چھپی باتوں کو جانتا ہے۔ شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز ڈاش نے شیخ محمد بن عبدالوهاب ڈاش کے مخالفین کی قسمیں بیان کی ہیں:

① پہلی قسم بدعتی علماء کی ہے جو حق کو باطل اور باطل کو حق سمجھتے ہیں۔ یہ لوگ قبروں پر عمارتیں کھڑی کرنا، ان پر مسجدیں بنانا، اللہ کو چھوڑ کر مردوں کو پکارنا، ان سے فریاد کرنا اور اس طرح کے دوسرے اعمال کو دین وہدایت خیال کرتے ہیں اور جوان کا انکار کرے، اسے اولیاء وصالحین کو ناراض کرنے والا اور اس قدر شدید تمدن سمجھتے ہیں جس سے جہاد ضروری ہے۔

② دوسری قسم علم کی طرف منسوب ان لوگوں کی ہے جو شیخ کی حقیقت اور جس حق کی انہوں نے دعوت دی، اسے نہیں جان سکے بلکہ انہوں نے غیروں کی تقلید کی اور شیخ کے بارے میں گراہ گن پروپیگنڈہ کرنے والوں نے جو کچھ کہا، اس کی تصدیق کی۔ مزید برآں گراہ کن لوگوں نے شیخ کی طرف اولیاء و انبیاء سے بغرض وعداوت اور ان کی کرامتوں سے جوانکار منسوب کیا، اس پر یقین کر لیا اور اس پر شیخ کی نہمت کی، ان کی دعوت پر عیب دھرا اور شیخ سے لوگوں کو متنفر کیا۔

③ تیسرا قسم ان جاہ پسند لوگوں کی ہے جنہیں اپنے منصب و مرتبے کی فکر لاحق تھی۔ انہوں نے شیخ سے اس لیے مشنی کی کہ کہیں دعوت اسلامیہ کی تائید کرنے والے عروج پا کر آگے نہ آ جائیں اور انھیں ان کے عہدوں سے دست بردار کر کے ان کے ملکوں پر قابض نہ ہو جائیں۔⁴

دعوت کے مشہور مخالفین جو باہر کے لوگوں سے خط کتابت کرتے تھے اور شیخ پر ایسی باتوں کا

⁴ دیکھیے شیخ ابن باز ڈاش کی کتاب: الإمام محمد بن عبدالوهاب دعوته و سیرته، ص: 28,27.

الزام لگاتے تھے جو شیخ نے کبھی نہیں کہیں، پھر جب ان پر زمین ٹک ہو گئی اور لوگ شیخ محمد کی دعوت کی حقیقت سے واقف ہو گئے اور اس کی پیروی کرنے لگے کیونکہ یہ دعوت سراسر اللہ کے دین خالص کی دعوت ہے تو ایسے لوگوں کو ملک چھوڑ کر دوسرا جگہ چلے جانے کے سوا اور کوئی چارہ کا رہنا رہتا کہ وہ اپنی کارستانياں بدستور جاری رکھیں اور انھیں ایک ایسا وسیع ترمیدیان حاصل ہو جائے جس میں وہ اینڈتے پھریں۔ چنانچہ ان لوگوں نے بہت سے مسلمانوں پر ملمع سازی کی اور وہاں کے بعض علماء بھی بغیر سوچ سمجھنے ان سے دھوکا کھا گئے۔

ہم ان میں سے بعض افراد کا مختصر آغاز سناتے ہیں:

① سلیمان بن محمد بن حمیم جن کا شیخ کے بہت سے خطوط میں تذکرہ آیا ہے۔ یہ وہ ذات شریف ہیں جن کا ہاتھ شیخ کو بدنام کرنے میں سب سے زیادہ تیز تھا۔ وہ شیخ کی دعوت پر حملہ کرنے کے لیے یہودی لوگوں کو خطوط لکھا کرتے تھے۔ وہ ان خطوط میں لوگوں کے سامنے ایسی باتوں کی منظر کشی کرتے تھے جو شیخ سے سرزد ہی نہیں ہو سکیں، نہ ان کی کوئی اصل تھی۔ یہ علمائے ریاض میں سے تھے۔ پہلی سعودی حکومت کے دور میں سقوط ریاض کے بعد ”احسان“ پھر عراق کے علاقے ”زیبر“ چلے گئے، جہاں 1181ھ میں وفات پا گئے۔ ان کی نسل وہاں آج بھی موجود ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ آل حمیم کے بہت سے لوگوں کو سلفی دعوت سے دشمنی تھی اور یہ سب کے سب اس وقت شہر محمد اور ریاض کے علمی خانوادے سے تعلق رکھتے تھے، شاید اس دشمنی میں علماء کے معروف فتنہ معاصرت، حسد اور بعض کو دخل ہے کیونکہ شیطان انسان میں کسی نہ کسی راستے داخل ہونے کا حریص ہے۔

② محمد بن عبد اللہ بن فیروز، یہ حضرت اصلانجدی اور ولادۃ احسانی تھے، مشہور علماء میں سے تھے۔ وہ بصرہ منتقل ہوئے اور وہاں سکونت اختیار کی تو عثمانی والی بصرہ عبد اللہ آغا نے ان کا خاص

❸ ان کے سوانح ابن بسام کی کتاب علماء نجد حلال ستہ قرون: 1/223 اور تاریخ ابن غنام میں دیکھیے۔

خیال رکھا۔ تا حیات وہیں مقیر رہے۔ 1216ھ میں انتقال ہوا اور ”زیر“ میں دفن کیے گئے۔

جب آل سعود کا شکر احساء میں داخل ہونے لگا تو یہ وہاں سے نکل بھاگے کیونکہ انہوں نے سلفی دعوت کا شروع ہی سے مقابلہ کیا تھا۔ والی کے پاس رہ کر انھیں سلطان عثمانی کو سلفی دعوت کا صفائیا کرنے پر اکسانے کا موقع مل گیا۔^④ ان کے بعض شاگردوں نے ان کے اس کردار کی تائید کی جبکہ ایک شاگرد محمد بن رشید عفافی بھرت کر کے مدینہ چلے گئے۔ جب امام سعود بن عبد العزیز کا مدینہ پر قبضہ ہوا تو انہوں نے اپنی عادت اکرام علماء کے مطابق ان کی عزت افزائی کی اور انھیں مدینہ کا قاضی بنادیا۔ سلفی دعوت کو انہوں نے بہت پسند کیا اور اس کی دعوت دینے والوں میں سے ہو گئے۔ جب انہوں نے مصر میں سکونت اختیار کی تو وہاں ان کی کوشش بار آور ہوئی، لوگوں نے ان سے محبت کا برتاؤ کیا اور وہاں سلفیت کا تعارف کرانے میں ان کا زبردست کردار رہا۔ وہ قاہرہ میں 1257ھ میں انتقال کر گئے۔^⑤

^③ محمد بن عبد الرحمن بن عفافی: احساء میں ان کا ایک علمی مقام تھا۔ طلبہ استفادے کے لیے ان کے پاس جاتے تھے۔ احساء میں 1163ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ انہوں نے شیخ محمد بن عثیمین کی دعوت کا ابتدائی دور پایا۔ دعوت سے دشمنی رکھی اور شیخ کو چینچ کرتے ہوئے ایک خط لکھا کہ سورہ عادیات جن مجاز، استغفار، کنایہ وغیرہ علوم بلاغت پر مشتمل ہے، انھیں بیان کریں کیونکہ ان کے خیال میں اللہ تعالیٰ اور اس کی توحید کی معرفت اور اخلاص کے ساتھ اس کی عبادت کے لیے بلاغت کی باریکیوں اور علم بیان کی اصطلاحوں کو ذہن میں رکھنا ضروری ہے..... یہ بات شیخ عبداللہ بن بسام نے ان کے سوانح بیان کرتے ہوئے بتائی ہے۔^⑥

^④ دیکھئے ان کے سوانح علماء نجد خلال ستة قرون لابن بسام: 3/882-886 میں اور دعوت کی مخالفت میں ان کا رسالہ ابن غنم اور ابن بشیر کی تاریخ میں۔

^⑤ دیکھئے عبد الرحمن آل الشیخ کی کتاب: مشاہیر علمائے نجد: 228، وہ ان کا نام احمد لکھتے ہیں۔

^⑥ دیکھئے علماء نجد خلال ستة قرون: 3/820.

④ عبداللہ بن عیسیٰ مولیٰ قاضی سرمه: ان کا تذکرہ شیخ کے خطوط میں اکثر آیا ہے۔ شیخ محمد ان کی کارستانیاں بیان کرتے ہیں اور لوگوں کو ان سے خبردار رہنے کی تاکید فرماتے ہیں۔ وہ جزیرہ نما عرب میں دعوت پھیلنے اور اس کا دائرہ وسیع ہونے سے قبل ہی اپنے شہر میں 1175ھ میں وفات پا گئے۔^۱

⑤ عثمان بن عبدالعزیز بن منصور: انہوں نے عراق میں تعلیم حاصل کی۔ ان کے معروف اساتذہ میں سے داود بن جرجیس اور محمد بن سلوم فرضی ہیں۔ یہ دونوں شیخ کے سخت مخالفین میں سے ہیں۔ ابن جرجیس اور علمائے نجد کے مابین اس دعوت کے بارے میں سوال جواب کا سلسلہ اور کشیدگیاں چلتی رہیں۔ ابن بسام نے ان کے سوانح میں لکھا ہے کہ موصوف اپنے اعتمادی رہجان میں متزدor ہے۔ کبھی سلفی دعوت کو چاہئے لگتے اور خود کو اس دعوت سے منسوب کرتے اور کبھی اس سے دوری اختیار کر کے اس کے دشمنوں سے دوستی کر لیتے۔ اسی وجہ سے داود بن جرجیس جب نجد پہنچے اور مردہ بزرگوں کا وسیلہ پکڑنے، ان سے مدد چاہئے اور اس طرح کے دوسرے مسائل جو خالص عقیدے کے خلاف ہیں، ثابت کرنے لگے تو ان کی تائید کی، ان کے طریقے کی ثناخوانی کی، ان کی کتاب کی تقریظ لکھی اور چھتیں اشعار پر مشتمل قصیدے سے اپنے منج کی تعریف کی جس کاسات سے زیادہ علمائے نجد نے اسی وزن اور قافیے میں رد لکھا ہے۔^۲

⑥ محمد بن عبداللہ بن حمید: ولادت عینیہ میں 1232ھ میں ہوئی۔ مکہ میں مفتی حنابلہ رہے۔ طائف میں 1295ھ میں انتقال کر گئے۔ ابن بسام ان کے سوانح میں کہتے ہیں کہ موصوف نے حکومت عثمانیہ کے وظیفہ خوار اور حرم کی میں مفتی حنابلہ ہونے کے ناتے عقیدہ سلفیہ سے جنگ کی۔ اندر وون ملک سلفی دعوت کے دشمنوں سے دوستی رکھنے والوں کی کثرت اور بیرون نجد

۱ دیکھیے علماء نجد حلال ستہ قرون: 2/604.

۲ دیکھیے علماء نجد حلال ستہ قرون: 3/696.

ایسے علماء کی شاگردی کی وجہ سے جو اس دعوت سے جنگ کے لیے وقف تھے، ان کا ایک خاص مزاج بن گیا اور وہ دعوت کے مقابلہ اور اس کے دشمنوں کے دوست بن گئے۔^۶

⑦ مرید بن احمد تیمی: انہوں نے دعوت کا مقابلہ کیا۔ 1170ھ میں یہیں چلے گئے اور دعوت، داعیوں اور اس کے جملہ ذمے داروں کو بدنام کرنا شروع کیا۔ وہ وہاں تقریباً دس مہینے رہے۔ بعد ازاں حاجج کے ساتھ چڑھا گئے۔ ان کی سوانح حیات میں ان کے متعلق ابن بسام نے لکھا ہے: الغرض یہ اور ان جیسے دوسرے لوگوں نے اصلاحی دعوت کا مقابلہ کیا، انھی لوگوں نے دعوت کو بدنام کیا، جھوٹی باتوں کی تہمت لگائی اور اس کے خلاف غلط اور گمراہ کن پروپیگنڈہ کیا یہاں تک کہ جو دعوت کی حقیقت نہیں جانتا اور اس کے حسنات و برکات سے بے خبر ہے، وہ ان کی وجہ سے دھوکا کھا گیا اور اسے دشمنی کے ایک تیر سے نشانہ بنایا گیا۔ وہ تیر یا تو کینہ اور حسد رکھنے والوں کا تھا یا دھوکا کھائے ہوئے لوگوں کا یاد میں واصلاح کے دشمنوں کا حتیٰ کہ عثمانی لشکروں نے دعوت کے علاقے میں گھس کر اس پر حملہ کر دیا، اس کی رفتار پر پابندی لگادی، اس کے داعیوں کا خاتمہ کیا۔ پہلی سعودی حکومت کے بادشاہوں میں سے دعوت کے ذمے داروں کا صفائی کیا اور شیخ کی اولاد و احفاد میں سے اصحاب علم کو قتل کر کے دعوت کا آجالاً گھپنا دیا۔ یہاں تک کہ جب اللہ تعالیٰ نے اسے دوبارہ زندہ کرنا چاہا تو بہادر امام ترکی بن عبد اللہ کو تیار کیا۔ انہوں نے ترکی لشکروں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور ملک کو ان لوگوں سے پاک کر دیا۔^۸

الحمد للہ! یہ سلفی دعوت ہی کامبارک ثمر ہے کہ یہ بلدة اسلام اب تک پر امن اور ہموار راستے پر گامزن ہے، وسیع پیمانے پر شریعت اسلام یہ نافذ ہے جس کے زیر اثر اس مقدس سر زمین کا ہر علی ضرائح الحبابۃ کا منقطع جس میں انہوں نے علائے دعوت کو نظر انداز کر دیا ہے اور یا فیضین کی دعوت کی تائید کی ہے۔^۹

^۶ دیکھیے علماء نجد حلال ستة قرون: 3/865، نیز دیکھیے ابن حمید کی کتاب السحب الوابلة

علی ضرائح الحبابۃ کا منقطع جس میں انہوں نے علائے دعوت کو نظر انداز کر دیا ہے اور یا فیضین کی دعوت کی تائید کی ہے۔

⁷ دیکھیے علماء نجد حلال ستة قرون: 3/949.

گوشہ امن سے ملاماں ہے۔

مربد بن احمد کے سوانح کے آخر میں ابن بسام نے بتایا ہے کہ یہ حجاز سے اپنے شہر حرمیلہ اور اپس آئے تو اس پر امام محمد بن سعود کا قبضہ ہو چکا تھا، چنانچہ یہ وہاں سے نکل بھاگے اور جب شہر ”رغبہ“ پہنچے تو وہاں کے گورنر علی جریسی نے انھیں پکڑ کر قتل کر دیا۔ یہ 1171ھ کا واقعہ ہے۔^۴

⑧ ایسے ہی کچھ دوسرے علماء بھی ہیں جن کی نسبت یہ تو واضح نہیں کہ انہوں نے دعوت کو چیخنے کیا تھا، البتہ جن ملکوں میں یہ لوگ منتقل ہوئے، وہاں ان کا رجحان و میلان دعوت کے مخالفین ہی کی طرف رہا جس طرح محمد بن علی بن سلوم فرضی ہیں جو اپنے استاذ محمد بن فیروز کی ہمدردی میں سدیر سے عراق کے شہر ”زیر“ منتقل ہو گئے، وہیں ان کا اور ان کے دو صاحزوں عبدالرزاق اور عبداللطیف کا انتقال ہوا جو اپنے وقت کے مرجع الشیوخ اور بصرہ کے کبار علماء میں سے تھے۔

ابراهیم بن یوسف، انہوں نے دمشق میں تعلیم حاصل کی، وہیں سکونت اختیار کی۔ جامع اموی میں ان کا ایک علمی حلقة تھا۔ وہیں پر اسرار حالات میں 1187ھ میں قتل کر دیے گئے۔

اسی طرح راشد بن خنین جو خرج سے نقل مکانی کر کے احساء آئے اور وہیں لاولد انتقال کر گئے۔^۵ اس قبیل میں ان کے علاوہ اور لوگ بھی ہیں جن کا تذکرہ شیخ کے خطوط میں آیا ہے، جیسے: ابن اسماعیل، ابن ربیعہ، ابن مطلق، ابن عبد اللطیف اور صالح بن عبد اللہ وغیرہم۔

شیخ ڈاٹ کے جو خطوط ان کی دعوت حق کی وضاحت اور اس پر لگائی گئی تہتوں اور افترا پردازیوں کی تردید کرتے ہیں، ان کی تعداد 51 ہے جو ایک جلد میں چھپے ہوئے اور 323

۱ دیکھیے علماء نجد حلال ستة قرون: 3/950.

۲ ان سب کے سوانح السحب الوابلة علی ضرائح الحنابلة، وعلماء نجد حلال ستة قرون، وروضة الناظرين عن مأثر علماء نجد وحوادث السنين لمحمد بن عثمان القاضی میں دیکھیے۔

صفحات تک پھیلے ہوئے ہیں۔ جو شخص شیخ اور شیخ کی دعوت کی حقیقت سے آگئی کا آرزو مند ہو، اس کے لیے یہ خطوط بہت مفید ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ جن لوگوں نے دعوت کا مقابلہ کیا، ان میں بہت سے لوگوں پر جب اس دعوتِ عظیمی کی اصل حقیقت آشکار ہوئی تو ان کے سابقہ خیالات و معتقدات کا رخ پھر گیا اور انہوں نے اپنی پہلی رائے سے رجوع کر کے سلفی دعوت کو گلے لگایا کیونکہ حق ہی لاائق اتباع ہے۔



وہابی نام رکھنے کی اصل غرض و غایت

مسعود ندوی بنیان نے اپنی کتاب ”محمد بن عبد الوہاب ایک مظلوم اور بدنام مصلح“، میں لکھا ہے کہ شیخ الاسلام کی دعوت کے خلاف نمایاں الزامات میں سے اس کا نام وہابی رکھنا ہے۔ خواہش پرستوں نے یہ نام رکھ کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ تحریک وہابیت اسلام سے خارج ایک مذہب ہے۔ انگریزوں، ترکوں اور مصریوں نے مل کر دعوت کو ایک الی بھی انک خیالی تصویر بنادیا کہ گزشتہ دو صدیوں میں عالم اسلام میں جب بھی کوئی اسلامی تحریک اٹھی اور یورپ والوں نے اس سے اپنے مفادات کے لیے خطرہ محسوس کیا تو اس کا سرانجدی وہابیت سے جوڑ دیا اگرچہ تحریک اس کے خلاف ہی ہو۔⁴

اسی طرح قطر میں محلہ شرعیہ اولیٰ کے قاضی احمد بن ججر نے بعض پہلے متکلمین حنابلہ کی افزا پروازیوں کو شیخ محمد پر الزام تراشی سے جوڑا ہے کیونکہ مخالفین کا طریق کارہی یہ ہے کہ وہ دوسروں کی حیثیت الزام لگا کرہی گھٹاتے ہیں۔ اسی طرح سامراج بھی اسلامی تحریکوں کے خاتمے کے لیے اس اسلوب سے زیادہ موثر کوئی راستہ نہیں پاتا۔ شیخ احمد نے اپنی کتاب: ”نقض کلام المفترین الحنابلۃ السلفیین“ میں لکھا ہے:

افزا پروازوں نے شیخ اور ان کے تبعین کی طرف یہ بات منسوب کی ہے کہ یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کی کوئی عزت نہیں کرتے بلکہ ان میں سے بعض کہتے ہیں: میری لامبی رسول اللہ ﷺ سے بہتر ہے، علماء اور بزرگوں کا ان کے ہاں کوئی مقام نہیں، خفاقت ویکھیے ان کی کتاب مذکور، ترجمہ عبد العلیم بستوی، مراجعہ و تقدیم ڈاکٹر محمد تقی الدین بلالی، صفحہ: 165۔

رسول اللہ ﷺ کا انکار کرتے ہیں، آپ ﷺ کی اور سارے مؤمنین کی قبروں کی زیارت کو حرام کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھنے کے قائل نہیں، کتبِ ائمہ سے غفلت برتنے ہیں بلکہ انھیں جلا دیتے ہیں، ان کی تقلید جائز نہیں سمجھتے، کئی صد یوں کے پشتی مسلمان جو ان جیسا اعتقاد نہیں رکھتے، ان سب کو کافر کہتے ہیں اور میلاد النبی ﷺ منانے کو حرام ٹھہراتے ہیں۔^۱ وغیر ذلك من العرافات.

اسی طرح کے اور دیگر بے حقیقت دعوے جبکہ ان کی طرف منسوب یہ ساری باتیں یکسر جھوٹی ہیں، ان کا صداقت سے ہرگز کوئی تعلق نہیں۔ ان لوگوں کی کتابیں طبع ہو کر فروخت ہو رہی ہیں، تقسیم کی جا رہی ہیں، جوان دعووں کا سفید جھوٹ جانتا چاہے، وہ ان کی کتابیں پڑھ لے۔^۲

نہیں سے دہابی لقب اور ان کے پانچویں مذهب ہونے کے پروپیگنڈے پر اصرار کا بھید کھل جاتا ہے کہ علمائے مراسک پہلے ہی اس رسمی، خارجی، اباضی وہابیت کی آگ میں جل چکے ہیں جو وہاں انھی اور جس کی بنیاد عبدالوہاب بن عبد الرحمن بن رستم نے دوسری صدی کے آخر اور تیسرا صدی ہجری کے شروع میں رکھی تھی۔ ان علماء کے پاس وہابیت اور اس کے ماننے والوں کے مذهب کے متعلق فتوے موجود ہیں جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں، چنانچہ یہ تو پہلے ہی کا ایک بنا بنایا تیار شدہ لبادہ تھا، دشمنانِ دعوت نے زیادہ زحمت نہیں انھائی، انھیں صرف اتنا کرنا پڑا کہ قدیم وہابیت کے تابوت سے یہ لبادہ نکالا اور اس نئی دعوت پر منتظر دیا تاکہ اس سے لوگوں کو متفرکیا جاسکے۔ یہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ دیوار اسلام میں سامراجیوں کی ٹہل سیوا اور مطلب برداری بدعتی لوگ ہی کرتے ہیں۔

رہے مفاد پرست علماء تو انہوں نے جو بے بنیاد باتیں کہیں، تھیں لگائیں اور انھی پڑھبوطی

^۱ میلاد النبی ﷺ منانا اور میلاد پڑھنا جیسا کہ بعض لوگ بطور عبادت و تقریب کرتے ہیں، صریحاً بدعت ہے۔

ویکھیے شیخ اسماعیل النصاری کی کتاب القول الفصل فی مولد خیر الرسل ﷺ۔

^۲ نقض کلام المفترین الحنابلة السلفيين، ص: 57-101.

سے قائم رہے، ان کی نسبت یہ کہنا ہی کافی ہے کہ اصل حقائق کا بار بار اظہار و اعلان کیا جا چکا ہے۔ سچائی ثابت ہو چکی ہے جو ان کی تہتوں اور الزامات کی نفی کرتی ہے۔ یقیناً ان کی کوئی صحیح اساس نہیں جن سے جھوٹی باتیں منسوب کی گئیں، وہ لوگ ان سے براءت ظاہر کرتے ہیں۔ اصل بات صرف اتنی ہے کہ خواہش نفس انسان کو اندھا اور بہرا بنا دیتی ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ دعوت حق کے دشمنوں نے دجل و فریب سے کام لیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ شروع شروع میں شیخ سلیمان بن عبد الوہاب اپنے برادر مکرم کی دعوت کی حقیقت سے بے خبر تھے۔ اور یہ انھی پر موقوف نہیں، شیخ محمد بن عثیمین کی دعوت سے ابتدائے کار میں نجد اور پیر و نجد بہت سے لوگوں کو بر بناۓ غلط فہمی اچنچا ہوا لیکن جب ان پر دعوت حق کی صداقت واضح ہو گئی تو وہ راہ رشد و ہدایت پر آگئے اور شیخ بن عثیمین کی دعوت کی پر جوش تائید کرنے لگے۔ انھی لوگوں میں شیخ سلیمان بھی شامل ہیں، جو نبی ان کی غلط فہمیاں دور ہوئیں، وہ سلفی دعوت کے پر جوش حامی بن گئے۔ لیکن مخالفین نے ان کے سابقہ دور سے ناجائز فائدہ اٹھایا اور درسالے "الصوات على الإلحادية في الرد على الوهابية" اور "فصل الخطاب في الرد على محمد بن عبد الوهاب" لکھ کر انھیں سلیمان سے منسوب کر دیا جبکہ معاطلہ کی چھان بیں کرنے والے عارفان حقیقت اس اختلاف کا انکار کرتے ہیں۔ معاندین دعوت اپنے باطل دعووں میں زور پیدا کرنے اور لوگوں کو راہ حق سے دور کرنے کی غرض سے شیخ سلیمان کا نام اچھاتے ہیں کہ ویکھو شیخ محمد کے بھائی سلیمان جو لوگوں میں سب سے زیادہ ان کے قریب ہیں، انہوں نے بھی شیخ کی ندمت کی ہے جبکہ حقیقت حال یہ ہے کہ انہوں نے ان کی موافقت کی ہے۔ یوں ان تالیفات کے جھوٹی اور بے بنیاد ہونے اور سلیمان کی طرف ان کی نسبت صحیح نہ ہونے کی دوسری دلیل یہ ہے کہ وہابی لقب رکھنے کی چال ابراہیم پاشا کے زیر قیادت نجد پر ترکی مصری حملوں کے وقت اور شیخ محمد کی وفات کے میں سال سے زیادہ عرصے کے بعد بلکہ

سلیمان کے انتقال کے بعد چلی گئی، اس لیے "سینپر" نے جو شیخ کا یورپیں معاصر ہے، سرے سے وہابیت کی اصطلاح ہی استعمال نہیں کی۔ اس پر علامہ مسعود ندوی نے لکھا ہے: اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہابیت کی اصطلاح اس وقت تک معروف ہی نہیں تھی بلکہ وہ شیخ کی دعوت کا نام "دین جدید" New Religion رکھتا ہے جبکہ وہی آخر میں شیخ محمد بن عبدالوهاب کی نئی تحریک کو "محمدیہ" سے تعبیر کرتا ہے۔ سب سے پہلے دہابی اصطلاح کا تذکرہ "برک ہارت" کے ہاں آیا ہے جو محمد علی کے قبضے کے بعد 1229ھ میں حجاز آیا جیسا کہ جرتو کی تاریخ میں اس کا بیان ہے۔¹⁰ اسی طرح یہ بات سید لیر کے سفر نامے میں بھی آئی ہے جس کا تذکرہ ہو چکا ہے۔

تمیری دلیل یہ ہے کہ اگر سلیمان بن عبد الوہاب بھی اپنے بھائی کی تردید کرنے والوں میں ہوتے اور انہوں نے دعوت کا مقابلہ کیا ہوتا تو ان کا نام جوابات میں بار بار آتا اور جن لوگوں نے دعوت کا اگرچہ تھوڑی دیر ہی مقابلہ کیا، ان کے نام کی طرح ان کا بھی تذکرہ آتا کیونکہ مناظرہ اور بحث و مباحثہ برابر چلتا رہا پس اختلاف مذکور صرف ایک لباس ہے جو سلیمان کا نہ ہوتے ہوئے بھی انھیں پہننا دیا گیا جس طرح دعوت حق کو "وہابیت" جیسی اصطلاح سے موسوم کیا گیا، حالانکہ اس رسمی وہابیت سے دعوت حق کا کوئی دور کا بھی ربط نہیں کیونکہ شیخ محمد کی دعوت اور خارجی رسمی وہابیت کے مابین، اعتقاد، مشتملات و مفہوم، علاقہ، کیفیت اور ولیل شرعی سے طرز استدلال غرضیکہ ہر اعتبار سے یکسر بیگانگی پائی جاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ اختلاف کے سلسلے میں سلیمان کا کوئی تذکرہ ہی نہیں آیا، چنانچہ اختلاف سے ان کی کامل براءت ثابت ہوتی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ رسمی وہابیت اہل سنت والجماعت سے اعتقاد و عمل کے ہر گوشے میں یکسر مختلف ہے جیسا کہ ان کے حالات کا مطالعہ کرنے والوں کو یہ بات اچھی طرح معلوم ہے، ادھر شیخ محمد زادش کا اعلان و اعتقاد یہ ہے کہ وہ متبع ہیں، کسی نئے مذہب کے موجود نہیں۔

¹⁰ دیکھیے محمد بن عبد الوہاب ایک بدنام اور مظلوم مصلح، ص: 167، 168.

مذہب اہل سنت والجماعت کے مطابق چلتے ہیں اور اپنے خیال کو صحیح دلیل اللہ کی کتاب، اس کے رسول مصطفیٰ ﷺ کی سنت اور صدیوں کے فضیلات والے سلف صالحین کے منیج سے مسحکم کرتے ہیں۔ شیخ زکریا کا یہ اعتقاد و اعلان ان کے تمام رسالوں، کتابوں حتیٰ کہ ان کی ساری اولاد اور شاگردوں تک کی کتابوں میں گونج رہا ہے۔

چوچھی دلیل یہ ہے کہ سلیمان بن عبد الوہاب کی اپنے بھائی سے مخالفت شیخ محمد کے ابتدائی دور میں تھی۔ اس وقت سوال جواب کا سلسلہ زبانی گفتگو اور معمولی خط کتابت سے آگئے نہیں بڑھا تھا۔ ابن غنام، جنہوں نے اپنی تاریخ میں یہ احوال لکھے ہیں، ان دونوں کے معاصر ہیں اور ان دونوں کے تھوڑے ہی عرصے بعد ان کا انتقال ہوا، انہوں نے اس طرح کی کسی مخالفت کا کوئی تذکرہ نہیں کیا جبکہ انہوں نے شیخ کے دوسرے مخالفین کا تذکرہ کیا ہے۔

اس معاملے پر اس زاویے سے بھی غور کیجیے کہ لفظ ”وہابیت“ کی نسبت دونوں کے والد کی طرف ہے اور یہ ممکن نہیں کہ سب سے پہلے اس لفظ کا اطلاق سلیمان نے کیا ہو کیونکہ اول تو انہوں نے اپنے والد کی کسی لحاظ سے بھی تردید نہیں کی، دوسرا انہیں معلوم تھا کہ یہ نسبت غلط ہے کیونکہ یہ تو ایک چیز کی نسبت اصل کے بجائے اس سے بالکل مختلف دوسری چیز کی طرف ہے۔ یہ ممکن نہیں کہ آپ کسی کمکی کو کہیں کہ وہ مدنی ہے، کسی مرادشی کو کہیں کہ وہ ہندی ہے۔ اگر بالفرض آپ یہ نسبت دے بھی دیں تو دونوں، یعنی تردید کرنے والا (سلیمان) اور جس کی تردید کی گئی ہے (عبد الوہاب) اس نسبت میں شریک ہوں گے۔ اگر مذکورہ کتابیں واقعی سلیمان بن عبد الوہاب کی ہوتیں اور انہوں نے واقعی تحریکی سطح پر اپنے بھائی کی مخالفت کی ہوتی تو وہ اس حیلے میں ہرگز نہ پڑتے۔

پانچویں دلیل قابل توجہ ہے، وہ یہ ہے کہ دعوت کے معاصر مورخین یورپیں اور غیر یورپیں سبھی اہل قلم سلفی دعوت کو ”منی دعوت“ لکھتے ہیں جیسے ”پیپر“ گزرا ہے۔ وہ دعوت کا معاصر ہے

اور احساء تک پہنچا تھا۔ وہ کبھی دعوت کا نام محمد بن عبد الوہاب کی طرف نسبت کر کے ”محمدیہ“ رکھتا ہے اور کبھی اسے ”تی دعوت“ کے نام سے موسوم کرتا ہے اور یہ دونوں نام عوام کو تنفس کرنے اور بھڑکانے کا مقصد ہرگز پورا نہیں کر سکتے تھے۔ اسی طرح ”برک ہارٹ“ ہے۔ وہ 1229ھ میں حجاز پہنچا، محمد علی سے ملاقات کی۔ اس نے دعوت کے اعتقادی درجے اور ملاوٹوں سے محفوظ ہونے کی تعریف کی۔ اس نے اپنے سفرنامے میں دعوت کے خلافین پر شدید تقدیمی ہے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ اشتغال انگلیزی، لشکر کشی اور اس دعوت کے خلاف جملے کے جواز کو قانونی حیثیت دینے کے لیے یہ لقب ایجاد کیا گیا۔ یقیناً اس لقب کی جڑیں جذبات بھڑکانے اور جوش دلانے پر قادر ہیں۔

اسی لیے اس لقب کو شائع کرنے سے پہلے لوگوں پر طرح طرح کے نیکس لگائے گئے اور بقول جرتی: لوگوں سے ”خوارج“ کے خلاف جنگ کرنے کے لیے چندوں کی اپنیں کی گئیں اور انھیں بتایا گیا کہ اباضی وہابیت جو خوارج کا ایک فرقہ ہے، دوبارہ ظاہر ہو گئی ہے اور اس کا مقابلہ کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ہر شخص تھوڑا بہت چندہ ضرور دے۔

یہی سب سے اہم سبب تھا جس کے لیے تاریخ کے بوسیدہ اور اق سے یہ پرانا لفظ ^{کھنچن} نکالا گیا۔ اس سے ثابت ہو جاتا ہے کہ وہ دونوں کتابیں جو سلیمان بن عبد الوہاب کی طرف گمراہ کن طور پر منسوب کردی گئی ہیں، وہ ان کی وفات کے ایک عرصے بعد لکھی گئی ہیں۔ اسی طرح اس زمانے میں ”ہمفر“ کی ڈائری کے نام سے ایک چیز ایجاد کی گئی۔ اس کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ برطانیہ کا جاسوس تھا اور شیخ محمد بن عبد الوہاب نبیت سے اس کے تعلقات تھے، حالانکہ اس لغوار بے بنیاد دعوے کی کوئی حقیقت نہیں، ناب سے پہلے کبھی ایسے کسی شخص کا نام سنائیا گیا۔ یہ ایسے دعوے ہیں جن کا قطعاً کوئی ثبوت نہیں، نہ کسی دلیل سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ جھوٹ کی تو دیے بھی کوئی حد نہیں ہوتی۔

دشمنان اسلام ہمیشہ اسی طرح کے فتنے اٹھاتے رہتے ہیں تاکہ لوگوں کے افکار منتشر ہوں، فتنوں کو حرکت دی جاسکے اور ہر شخص داعی پر اعتقاد ختم کر دیا جائے۔ موجودہ دور کی صحافت اس حقیقت کی واضح دلیل ہے کہ اس میں آئے دن اسی طرح کے بھڑکانے والے نئے اکاذیب اور فتنے اچھالے جاتے ہیں اور بہت سے ملکوں کو بدنام کیا جاتا ہے، مخفی اس وجہ سے کہ ان کا طریقہ کار دوسروں سے مختلف ہوتا ہے۔

ملاوٹوں سے پاک صاف شفاف دین جب بھی ظاہر ہوتا ہے، وہ لوگوں کے دل و دماغ پر اثر انداز ہو کر انھیں پاکیزہ بنتا ہے، اس لیے لوگ اس سے غیر معمولی طور پر متاثر ہونے لگتے ہیں۔ اور معاشرہ ان غلط اور تباہ کن آمیزوں سے پاک ہوتا ہے جو اسلام میں ملا دی گئی ہیں کیونکہ طرح طرح کی خرافات اور بدعتوں سے پاک دین سے لوگوں کے دل جو نے لگتے ہیں اور وہ ایک دوسرے کے فدائی بن جاتے ہیں، اسی لیے اسلام کے دمین مشتعل ہوتے ہیں اور اپنے ایجنٹوں کو حرکت میں لاتے ہیں تاکہ لوگوں کو اس سے دور کر دیں جیسا کہ آج کل دیکھا جا رہا ہے کہ جو نبی فلسطینیوں نے اتفاقاً شروع کیا اور پھر بر سانے لگے تو یہودی جہاد کی دعوت سے گھبرا اٹھی۔ جب چھوٹے چھوٹے بچے جہاد کا نعرہ لگانے لگے اور اللہ اکبر کی صدائیں بلند ہونے لگیں تو یہودی میڈیا نے یہ مشہور کیا کہ یہ کیمونٹ بغاوت ہے تاکہ اس اسلامی رہجان سے مسلمانوں کی توجہ پھیر دی جائے جس سے یہودی خائف ہیں۔ حاضر کو ما پسی سے کس قدر مشاہدہ ہے!

اس کی مثالیں آپ کو ہر دور اور ہر مقام پر بہت ملیں گی، جیسے وتری ہے۔ یہ شخص 1261ھ میں مدینہ میں پیدا ہوا۔ اس نے ایک رسالہ لکھا ہے جس کا عنوان ہے ”مراکش میں سلفی وہابیت کا مقدمہ“، استاذ احمد عماری، جنہوں نے اس رسالے کی تحقیق کی ہے اور اپنی تحقیق کے بعد چند سوالات قائم کیے ہیں۔ وہ سوال کرتا ہے: کیا اپنے اس مقدمے سے وتری کا مقصد مغرب میں

سلفی وہابیت کا تعاقب کرنا ہے جس طرح اس نے مشرق میں اس کا تعاقب کیا اور ان اشاروں کے مطابق کیا جو اس کے رسالے میں آئے ہیں؟ وہ محمد بن عبد الوہاب کے خلاف سلطان ترکی اور ولی مصر کی بے جا طرف داری کیوں کرتا ہے؟ کیا وہ سلفیت کے مقابلے پر صوفیت کے لیے غیر معمولی تشدد ہے یا اس زیادتی کے درپرده کچھ دوسرے امور کا فرمایا ہے؟ ہم کوشش کریں گے کہ ان سوالات کا جواب ان اسباب کو پیش نظر رکھ کر دیں جن کے باعث وتری نے اپنا رسالہ لکھا۔^۱

وتری جیسے لوگ 1225ھ میں امام سعود بن عبدالعزیز کا خط چھپنے کے بعد اہل مرکاش کی سلفی دعوت سے ڈچپی سے متاثر ہوئے، چنانچہ مولائی سلیمان علوی نے سید حمدون بن الحاج فاسی ادیب کو خط کا جواب دینے کی ذمہ داری سونپی۔ انھوں نے جواب کے ساتھ ابن سعود کی تعریف میں ایک قصیدہ بھی بھیجا۔ ابو عبد اللہ محمد کنسوس نے اس بات کی توثیق کی ہے کہ حمدون بن الحاج نے ابن سعود کو شاہ سلیمان کے حکم سے جواب لکھا اور ان کی تعریف کی۔ پھر محقق نے سعود کی تعریف میں کہئے گئے اس قصیدے کے چند اشعار لائل کیے:

إِنْ قُمَّتَ فِينَا بِأَمْرٍ لَمْ يَقُمْ أَحَدٌ

بِقَطْعٍ أَهْلِ الْحُرُوبِ بِالْجِحَازِ بِأَنْ
يُقْتَلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا بِلَا وَهْمٍ

أَوْ أَنْ تُقْطَعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ

عَنِ الْخِلَافِ أَوْ أَنْ يُنْفَوَا مِنْ أَرْضِهِمْ

^۱ فاس میں کتبیۃ الاداب کے شعبہ تاریخ کے میگرین 1406ھ بہ طابق 1985ء کے خاص شمارے میں محقق ذکور کا صفحہ 4 و تکھیے، یہ تحقیق صفحہ 64 میں ہے، محقق نے مرکاش میں سلفیت کا انساف کے ساتھ دفاع کیا ہے۔

حَتَّى جَرَى الْمَاء فِي بِلَادِ الْحِجَازِ بِأَنْ
 طَلَعَتْ سَعْدُ سُعُودَ غَيْرُ مُلْتَثِّلٍ
 لَا شَيْءٌ يَمْنَعُ مِنْ حَجَّ وَعُمْرَةٍ
 وَزَوْرَةً يُكْمِلُ الْمَأْمُولَ مِنْ حَرَمٍ
 إِذْ عَادَ دَرْبُ الْحِجَازِ الْيَوْمَ سَالِكُهُ
 أَهْنَا وَآمَنْ مِنْ حَمَامَةِ الْحَرَمِ
 مُذْ لَاحَ فِيهِ شُعُودٌ مَاجِيَا بِدَعَا
 قَدْ أَخْدَثَهَا مُلْوُكُ الْعَرَبِ وَالْعَجَمِ

”آپ ہمارے ہاں ایسی مہم لے کر آئے ہیں اور کوئی لے کر نہیں اٹھا۔ آپ کو وہی جزاۓ خیر دی جائے گی جو صاحبِ فضل و کرم کو دی جاتی ہے۔“

”حجاز میں ڈاکہ زندگی اور گارٹ گری کرنے والوں کا قلع قلع کر کے، جن کی سزا یہ ہے کہ وہ بلا ترو دقل کیے جائیں یا سولی پر چڑھائے جائیں یا مختلف سمتوں سے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے جائیں یا وہ جلاوطن کر دیے جائیں۔“

”سعود کا ستارہ روشن ہونے سے بلاد حجاز میں پانی کی نہریں بننے لگیں۔ حج، عمرہ اور زیارت سے کوئی چیز مانع نہیں رہی، حرم سے وابستہ امید پوری ہوئی۔“

”آج حجاز کی گلی میں چلنے والا حرم کی کبوتری سے زیادہ بہامن اور مبارک طور پر واپس آتا ہے کیونکہ وہاں عرب و عجم کے بادشاہوں کی ایجاد کردہ بدعتوں کو مٹانے والے سعود کا ظہور ہوا ہے۔“

* فاس میں کلیٰۃ الاداب، شعبہ تاریخ کے میگزین، شمارہ خاص 1406 ھ بطالب 1985ء کی تحقیق صفحہ 12، بعض اشعار کا وزن درست نہیں ہے۔

نزاں کے بعض نتائج

علاقہ عینہ کا نام شیخ محمد کے نام کے ساتھ جز گیا ہے، یہیں ان کی پہلی صدائے دعوت گوئی۔ یہ ایک علمی قلعہ ہے۔ طالبان علم و مطالشیان معرفت دور دور سے یہاں پہنچتے تھے، مشرقی جانب سے اس کے پڑوس میں ایک چھوٹا سا شہر ”جیبلہ“ واقع ہے۔ اب یہ دونوں علاقوں میں کراں شہر بن چکے ہیں۔⁴

جیبلہ میں ان صحابہ کرام صلوات اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبریں پائی جاتی ہیں جو مرتدین کے خلاف جنگ میں شہید ہوئے تھے۔ یہ جگہ معزکہ یمامہ کے ان سورچوں میں سے ہے جن میں اللہ تعالیٰ نے مسیمہ کذاب کی ہلاکت کے بعد اپنے دین کو معزز مشکلم کیا تھا۔ جہالت، درازی زمانہ اور «عقیدے کی کمزوری کے باعث لوگوں نے صحابہ کرام صلوات اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبروں پر عمارتیں بنائی تھیں، زید بن خطاب اور دیگر صحابہ کی قبروں پر قبے قائم کر دیے تھے، ان کے لیے نذر و نیاز کی جانے لگی تھی، ان کے پاس جانوروں کی قربانیاں دی جانے لگی تھیں اور لوگ اللہ کو چھوڑ کر انہی قبروں کا رخ کرنے لگے تھے۔ قبروں پر مزار بنانے کا آغاز کس نے کیا؟ تاریخ بتاتی ہے کہ اس بدعت کی ابتدا جزیرہ نما عرب میں فرامطہ اور مرکش و مصر میں فاطمیوں کی حکومت نے کی۔

علماء یہ الم انگلیز صورت حال دیکھتے رہے مگر ان کے کان پر جوں تک نہیں رسنگی کیونکہ روح عقیدہ جو اس کی محرک ہے، وہی مردہ ہو گئی تھی بلکہ نوبت یہ آگئی تھی کہ جس علاقے میں ایسے

⁴ یہ شہر یا پش سے 40 کلومیٹر کی دوری پر شمال مغرب میں واقع ہے۔

اولیاء نہیں پائے جاتے جن کی قبروں پر مزارات بنائے گئے ہوں تو لوگ ان کے بجائے کوئی اور چیز، جیسے درخت، پتھر، غار وغیرہ تلاش کرتے اور اسی سے وابستہ ہو جاتے تھے۔ جن علماء کو لوگوں کے عقیدہ و عمل میں خرابیوں اور ان کے شدید نقصان کا اندازہ تھا، وہ..... لکھ دیم و دم نہ کشیدم کے عالم میں تھے اور ان میں صحیح بات کہنے کی جرأت مفقود ہو گئی تھی۔ کوئی عوام سے خوف کھاتا تھا، کوئی حکومت سے ڈرتا تھا لیکن شیخ محمد رضاللہ ایسے دیدہ و رسمتے جنہوں نے طلب علم کے زمانے ہی میں اس ساری صورت حال کی علیینی کا پوری طرح احساس و ادراک کر لیا۔ زمانے اور زندگی کے سلسلے بے اماں سے مقابلے کے لیے وہ دلیری سے تیاری کرتے رہے، اس مقصد کے لیے انہوں نے خود کو چھوٹی سی عمر ہی میں ضبط نفس کا عادی بنا لیا اور اس طرح کے حالات میں جب کبھی کوئی ایسا مسئلہ پیش آتا جس چیز کی وضاحت ضروری ہوتی تو وہ اسے بے لگ طور پر کھل کر بیان کرتے۔

① جب وہ عینہ میں تعلیم پار ہے تھے، ان کے ایک استاذ کا معمول یہ تھا کہ جب درس شروع کرنے کا ارادہ کرتے تو چکپے سے دعا کرتے جس میں وہ زید بن خطاب سے مدد مانگتے، ٹھیک اسی وقت محمد بن عبد الوہاب بھی دھیکی آواز میں، جسے ان کے استاذ کے علاوہ کوئی اور نہ سنتا، اس استعانت کو مسترد کرتے اور انھیں متنبہ کرنے کے لیے کہتے: اللہ زید سے زیادہ قادر ہے۔ تھوڑے ہی عرصے بعد استاذ نے یہ عادت چھوڑ دی۔ انھیں بلا یا اور لوگوں کو دعوت دینے کا جو کام وہ کرنے پڑے تھے، اس میں برباری کے ساتھ نرمی کے برداشت کی نصیحت کی کیونکہ لوگ جس چیز کے عادی ہوتے ہیں، خواہ باطل ہی ہو، اسے بدلنے کے لیے برباری اور شجاعت کے ساتھ علم کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔

جب وہ مکہ میں زیر تعلیم تھے اور ایک شیخ کے حلقے میں بیٹھتے تھے تو وہ انھیں اور ان کی ذہانت کو حیرت و احسان کی نظر سے دیکھتے تھے، یہ شیخ درس ختم ہونے کے بعد جب اپنی کرسی سے

امتحنت تو کچھے کو پکارتے اور کہتے: یا کعبۃ اللہ! "اے اللہ کے گھر!" یہ سن کر شیخ محمد بن عبدالوهاب رضا کے نزدی سے اس اعتقادی غلطی کی طرف شیخ کی توجہ مبذول کرانی چاہی، ایک روز صبح سوریہ طلبہ کے چنپنے سے پہلے ان کے پاس آئے اور کہا: مجھے جو قرآن یاد ہے، اس میں سے کچھ آپ کو پڑھ کر سنانا چاہتا ہوں، شیخ نے اس کا خیر مقدم کیا، چنانچہ انہوں نے سورہ قریش پڑھی، جب آیت: ﴿فَلَيَعْبُدُوا مَا وَرَأَتَ هُنَّا الْبَيِّنَاتُ﴾ "پر چنپنے تو اسے فلَيَعْبُدُوا هُنَّا الْبَيِّنَاتُ پڑھا، شیخ نے تو کا اور غلطی کی نشاندہی کر کے اصلاح کی، لیکن انہوں نے اس آیت کو بدستور پہلے والی غلطی کے ساتھ متواتر تین بار پڑھا۔ شیخ نے انھیں کہا: تم ذہین ہو۔ بار بار غلط پڑھ رہے ہو، یہ درست نہیں، عبادت صرف اللہ کے لیے ہے، کسی گھر کی نہیں، اس پر انہوں نے کہا: شیخ میں معذرت خواہ ہوں، آپ ہی سے متاثر ہو گیا ہوں، شیخ نے تجب سے پوچھا: کیا کہا تم نے؟ اس موقع پر محمد بن عبدالوهاب نے شیخ کو ان کا جملہ یاد دلایا، شیخ نے کہا: یہ غلط ہے۔ میں نے بغیر سوچے سمجھے دوسرے کی تقلید کی ہے، میں اللہ سے معافی چاہتا ہوں اور اس عادت کو ترک کر دیا، پھر ان سے کہا: آئندہ تمحاری ایک شان ہو گی لیکن صبر و تحمل کو لازم پکڑنا۔

② رہا عراق کے شہر "زبیر" کا معاملہ توہاں لوگوں نے انھیں تکلیف دی اور شہر پدر کر دیا کیونکہ انہوں نے لوگوں کو زبیر بن عوام، جن کے نام پر شہر کا نام پڑا تھا، کی قبر کا وسیلہ پکڑنے اور اسے ہاتھ لگانے سے منع کیا۔

شیخ محمد در عیہ میں اپنے شاگردوں کو توحید کا درس دیتے تھے، جب انھیں یقین ہو گیا کہ یہ لوگ اس میں پختہ ہو گئے ہیں تو انہوں نے ان کا امتحان لینا چاہا۔ درس بعد نماز فجر ہوتا تھا شیخ محمد نے شروع درس ہی میں طلبہ سے کہا: میں نے کل رات شہر کے ایک محلے میں بڑا شور اور چیخ پکارنی ہے، کیا ما جرا ہے؟ کیا تمھیں کچھ معلوم ہے؟ طلبہ نے لاعلی کا اظہار کیا اور عرض کیا کہ ہم معلوم کر کے بتائیں گے کہ کیا بات ہوئی ہے۔ طلبہ نے بڑی توجہ سے چھان بیٹی اور معلوم

کرنا چاہا کہ کیا واردات ہوئی ہے؟ ڈاکہ پڑا ہے، چوری ہو گئی ہے یا کسی کی آبروریزی ہوئی ہے؟ سب معلوم کر کر کے تھک گئے۔ کوئی بھید بھاؤ معلوم نہیں ہوا۔ اگلے دن شیخ نے طلبہ سے دریافت فرمایا: سنا و بھئی! کچھ پتہ چلا کیا ہوا ہے؟ طلبہ نے عرض کیا: حضرت! ہمیں تو کچھ پتہ نہیں چلا، بہر حال جس شخص کی وجہ سے محلے کا سکون ختم ہوا اور شور مچا، اسے سخت سزا ملنی چاہیے۔ شیخ نے فرمایا: مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ کیا ماجرا ہے..... اب شیخ نے طلبہ کے دل کی حالت جانے اور ان کا یقین دایمان پر کھٹے کے لیے ایک ہلکی سی بات بنائی، فرمایا: مجھے پتہ چلا ہے کہ ایک عورت نے اپنے بیمار بچے کی نذر مانی تھی کہ یہ تدرست ہو جائے گا تو کالا مرغاذخ کروں گی۔ پچھت یاب ہو گیا۔ اس عورت نے اپنے شوہر کی مدد سے مرغاذخ کرنا چاہا، مرغا پھر پھر ارہتا۔ شوہر کے ہاتھوں سے اچانک نکل بھاگا۔ دونوں میاں بیوی گھروں کی چھتوں پر مرغے کا پچھا کرتے رہے۔ بالآخر انہوں نے مرغے کو دبوچ لیا اور ”بسم اللہ“ پڑھے بغیر ذبح کر دیا۔ ایک جادوگر نے انہیں یہی طریقہ بتایا تھا۔ اسی جادوگر کے نام پر انہوں نے مرغہ ذبح کر دیا۔

یہ بات سن کر طلبہ کا جوش ٹھہردا پڑ گیا۔ شیخ نے ان کی یہ کیفیت دیکھی تو فوراً کہا: تم لوگوں نے تو حید پڑھی ہے مگر تم نے اسے سمجھا ہی نہیں۔ جب مسئلہ ایک ایسے جرم کا تھا جس پر شریعت نے حد مقرر کی ہے تو یہ معاملہ تمہارے نزدیک اہم تھا۔ اس کے لیے تم جوش میں آگئے اور سرگرم تحقیق ہو گئے۔ جب یہ مسئلہ عقیدے کے زمرے میں آیا تو تم ٹھہرے پڑ گئے، حالانکہ پہلا مسئلہ ایک گناہ اور نافرمانی کا ہے جبکہ دوسرے مسئلے کا تعلق شرک سے ہے اور شرک کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرِكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ﴾

”یقیناً اللہ تعالیٰ اس جرم کو نہیں بخشنے گا کہ اس کا شریک ٹھہرایا جائے۔ اور اس کے سوا

جنے چاہے بخش دیتا ہے۔*

لہذا اب ہم دوبارہ از سرنو تو حید کی تعلیم شروع کریں گے..... یہی وہ مرحلہ تھا جب شیخ محمد رضا شاہ کو کتاب التوجید لکھنے اور پھر اسے پڑھانے کا خیال آیا۔ شیخ محمد رضا شاہ کی دعوت کے نتیجے میں چند امور سامنے آئے ہیں، ان میں سے بعض درج ذیل ہیں:

بعض لوگ شیخ کی طرف منسوب بعض باتوں کی وضاحت کے خواہش مند تھے اور کچھ ان شبہات کے ازالے کے لیے شیخ سے براہ راست رجوع کرنا ضروری سمجھتے تھے جو ان کے بارے میں پھیلا دیے گئے تھے۔ ان سب لوگوں نے اصل حقیقت حال معلوم کرنے کے لیے شیخ کو خطوط لکھے۔

شیخ رضا شاہ کے خطوط کا تذکرہ ہم سابقہ صفحات میں کرچکے ہیں۔ ان خطوط میں شیخ کے زمانے کے ان طلبہ کا تذکرہ موجود ہے جنہوں نے شیخ کی دعوت حق کے بارے میں طرح طرح کے شکوک و شبہات پھیلائے۔ ان طلبہ کے ناموں اور احوال سے شیخ کو آگاہ کر دیا گیا۔ شیخ نے اس نوعیت کے تمام امور کی تسلی بخش وضاحت فرمائی جو ان کی داشمندی کی دلیل ہے۔

رہے وہ علماء جو حقیقت تک پہنچنے کے خواہش مند ہیں تو شیخ کے نام ان کے خطوط فکر و نظر کی گہرائی اور بلیغ سوالات سے متصف ہیں، چنانچہ وہ لوگ شیخ پر ان کی کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ علیہ السلام سے متعلق دلیل شرعی یا قابل فہم محسوس دلیل عقلی سے مدلل جواب کی روشنی میں حکم لگاتے ہیں اور جب حق ان پر واضح ہو جاتا ہے تو یہ لوگ اکثر ویژہ تر اس کی پیروی کرتے ہیں اور شیخ کے خطوط ان کے لیے تعلیم اور روشنی تربیت کا ذریعہ بن جاتے ہیں، جیسے: ”ثرماء“^② کے امر بالمعروف و نہی عن الممنکر کے رضا کار محمد بن عید اور یمن^③ کے

* النساء: 48.

^② یہ شیخ کے رسائل میں تیرساں ہے، صفحہ: 24-30، یہ آپ کے خطوط میں دوسری خط ہے، صفحہ: 21-22۔

^③ یہ آپ کے خطوط میں چودھوان خط ہے، صفحہ: 94-98۔

”بکیلی“ کے نام ان کا خط ہے، اسی طرح مجمعہ کے عالم عبداللہ بن حکیم کے نام^① ان کے خطوط ہیں۔

رہے وہ حکام جن کا مقصد اللہ کے دین کا دفاع کرنا اور شیخ کے متعلق جو شکوہ پیدا کئے جاتے ہیں، ان کا سد باب کرنا ہے، وہ حصول مقصد کے لیے مناظرے کا طریقہ اختیار کرتے ہیں۔ مناظرہ اس سے کیا جاتا ہے جس میں حق واضح ہونے کے بعد قبول حق کی استعداد ہو جیسا کہ اس دعوت کے سلسلے میں علمائے مکہ کے ساتھ معاملہ پیش آیا۔ اس کے بعد علمائے مکہ اور علمائے درعیہ کے مابین، جن میں شیخ محمد بن محمر اور شیخ عبدالعزیز حسین نمایاں ہیں، مناظرہ ہوا۔ اس کا نتیجہ یہ تکالا کہ علمائے مکہ سلفی دعوت کے منصب کی سلامتی اور راست روی پر پوری طرح مطمئن ہو گئے۔^② یہی صورت حال مرکاش کے حکام کو بھی پیش آئی۔ شیخ محمد زاد الشان نے اہل مرکاش^③ کو یہی بعد دیگرے دو خطوط لکھے۔ اس سلسلے میں ابوالعباس ناصری نے اپنی تاریخی کتاب ”الاستقصاء لأنباء دول المغرب الأقصى“ میں لکھا ہے: اس عرصے میں جزیرہ نماۓ عرب میں ظاہر ہونے والے، حریم شریفین پر قبضہ کرنے والے اور اپنے مذہب کو جزیرہ نماۓ عرب سے فاس محفوظ میں خط کے ذریعے شائع کرنے والے عبداللہ بن سعود وہاں کا مکتوب^④ بھی پہنچا کیونکہ ابن سعود نے جب حریم پر قبضہ کیا تو یہ وہی ممالک عراق، شام، مصر اور مرکاش وغیرہ کے اکابر کی طرف خطوط بھیجیں اور لوگوں سے اپنے مذہب کی پیروی کرنے اور اصلاحی دعوت اختیار کرنے کی اپیل کی۔..... پھر مؤلف نے شک میں ڈال دیا کہ آیا اصل خط تیوس لکھا گیا، وہاں سے اس کے مفتی نے ایک نسخہ فاس بھیجا یا وہ تصدی اشہ مولائی

^① بطور مثال دیکھیے خط: 11، صفحہ 72-76 اور خط: 20، صفحہ: 130-141۔

^② دیکھیے ”البيان المفيد فيما اتفق عليه علماء مكة ونجد من عقائد التوحيد، طبع اول: 1244ھ۔

^③ یہ آپ کے خطوط میں ستر جواں ہے، صفحہ: 110-115۔

^④ شاید یہ خط سعود بن عبدالعزیز کا تھا۔

سلیمان علوی کو بھیجا گیا، لیکن اس کا ایک نجٹہ علمائے تیونس کے ذریعے تیونس پہنچا۔⁴ بطور وضاحت عرض ہے کہ یہ خط امام سعود بن عبد العزیز نے 1220ھ میں مدینے پر قبضہ کرنے کے بعد بھیجا کیونکہ شیخ محمد بن عبداللہ 1206ھ میں انتقال کر چکے تھے۔ مراکش میں وہابیت کے متعلق جرمی زبان میں ایک مستشرق کے مقامے میں 1935ء میں شائع ہونے والے جریدے (اسلامیکا) کے شمارہ اولی، جلد: 7 میں یہ مکتوب عربی میں شائع ہوا ہے۔ یہ خط متن صفحہ کا ہے۔ اس میں حقیقت توحید اور شیخ محمد بن عبدالوہاب کی دعوتِ حق کے اساسی پہلوؤں کی وضاحت کی گئی ہے۔⁵

ان علوی حکام مراکش کے یہاں اسی خط کی صدائے بازگشت گونج رہی تھی جن کی حکومت نصاریٰ سے نبرد آزمہ ہوئی اور مراکش کو ترقی دینے کے لیے 1041ھ بمقابل 1631ء میں قائم ہوئی۔⁶ ناصری کہتے ہیں: 1226ھ میں شاہ مولائی سلیمان نہش نے اپنے صاحزادے استاذ مولیٰ ابو اسحاق ابراہیم بن سلیمان کو حج کے لیے قافلہ نبوی کے ساتھ جہاز بھیجا۔ یہ قافلہ فاس سے نہایت تذکر و احتشام کے ساتھ نکلا کرتا تھا۔ سلطنتِ مملکت اس پر خاص توجہ دیتے تھے۔ مصر و شام وغیرہ کے قافلوں کی طرح، اس کے لیے بھی علماء، اعیان، تجارت، قاضی اور امیر قافلہ وغیرہ مختلف اقسام کے لوگ منتخب کیے جاتے تھے۔ شاہ نے اپنے صاحزادے نڈکو رو علماۓ مراکش اور جملہ چیدہ حضرات، جیسے: فقیہ علامہ قاضی ابوالفضل عباس بن کیران، فقیہ شریف برکت المولیٰ امین بن جعفر حسنی، معروف فقیہ علامہ ابو عبدالله محمد عربی

⁴ دیکھیے الاستقصاء: 119, 120.

⁵ دیکھیے میگزین مذکور، اس مکتوب کے مطلعے میں مستشرق نے دعوت کی صورت بگاڑتے ہوئے، اس میں جو دلائل اور وضاحتیں پیش کی گئی ہیں، ان کے برخلاف تبرہ کیا ہے۔

⁶ دیکھیے المغرب الكبير: 3/65, 66، مؤلف الاستقصاء کا خیال ہے کہ علوی حکام مراکش کی حکومت کے قیام کا سال 1045ھ ہے، دیکھیے الاستقصاء: 7/15.

سو اعلیٰ وغیرہم فضلاً نے مرکاش کی ایک جماعت کے ساتھ روانہ کیا ④ یہاں تک کہ ناصری نے لکھا ہے: جب ابن سعود مولائی ابراہیم سے ملے تو ان سے معزز اہل بیت جیسی تظمیم کا برتاو کیا اور ان کے ساتھ اپنے ساتھی اور مصاحب کی طرح بیٹھے، ان سے گفتگو کی ذمے داری قاضی فقیہ ابوالحاق ابراہیم زرعی نے انجام دی۔ من جملہ اور یا توں کے ابن سعود نے ان سے کہا: لوگوں کا خیال ہے کہ ہم سنت محمد یہ کی مخالفت کرتے ہیں۔ اب آپ ہی بتائیے کہ آپ نے ہمیں کس سنت کی مخالفت کرتے دیکھا ہے؟ اور ہم سے ملاقات سے پہلے آپ لوگوں نے ہمارے متعلق کیا سنا ہے؟ قاضی نے کہا: ہمیں یہ اطلاع ملی ہے کہ آپ لوگ استوائے ذاتی جو مستوی کی جسمیت کو لازم ہے، کے قائل ہیں، ابن سعود نے کہا: اللہ کی پناہ! ہم تو نمکیک وہی بات کہتے ہیں جو امام مالک رضی اللہ عنہ نے کہی ہے، یعنی استواء معلوم ہے، کیفیت نامعلوم ہے، اس کے متعلق سوال کرنا بدعت ہے اور اس پر ایمان لانا واجب ہے۔ کیا اس میں کوئی مخالفت ہے؟ ان لوگوں نے کہا: نہیں! اسی طرح ہم بھی کہتے ہیں، پھر قاضی نے کہا: ہمیں یہ خبر بھی ملی ہے کہ آپ نبی کریم ﷺ اور دیگر انبیاء ﷺ کی ان کی قبروں میں زندگی کے قائل نہیں۔“ ابن سعود نے نبی ﷺ کا تذکرہ سناتو ان پر کچھی طاری ہو گئی۔ انہوں نے یاواز بلند درود وسلام پڑھا اور کہا: معاذ اللہ! ہم تو قبر میں نبی کریم ﷺ اور دیگر انبیاء کے کرام ﷺ کی شہداء کی زندگی سے بھی بڑھ کر حیات کے قائل ہیں۔ پھر قاضی نے کہا: ہمیں یہ خبر بھی پہنچی ہے کہ آپ قبر نبی ﷺ اور دیگر قبروں کی زیارت سے منع کرتے ہیں جبکہ قبروں کی زیارت ایسی صحیح حدیثوں سے ثابت ہے، جن کا انکار ممکن نہیں۔ ابن سعود نے کہا: معاذ اللہ! جو چیز شریعت میں ثابت ہے، اس کے انکار سے اللہ کی پناہ! ہم لوگوں نے جب دیکھا کہ آپ لوگ زیارت کی کیفیت اور اس کے آداب سے واقف ہیں تو بتائیے کیا آپ کو اس سے روکا؟

④ الاستقصاء لأنباء المغرب الأقصى: 120/8.

ہم تو صرف ان لوگوں کو اس سے روکتے ہیں جو عبادت میں دوسروں کو شریک کرتے ہیں اور اپنی مرادیں مُردوں سے مانگتے ہیں جبکہ ہر طرح کی ضرورتیں اور مرادیں صرف رب ذوالجلال ہی پوری کر سکتا ہے۔

زیارت کا مقصد تو صرف مُردوں کے حالات سے فصحت پکڑنا اور مردہ جس انجام کو پہنچا ہے، اس انجام کو یاد کرنا، پھر مردے کے لیے دعائے مغفرت کرنا اور بارگاہِ الٰہی میں اس سے شفاعت طلب کرنا اور اللہ تعالیٰ سے جودینے اور نہ دینے کا تھا مختار اور مالک ہے سوال کرنا ہے، یہی ہمارے امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ جب عوام اس حقیقت کو سمجھنے سے بیگانے ہو گئے تو ذراائع شرک کے سد باب کے لیے ہم نے انھیں روک دیا۔ بتائیے ہمارے اس طرزِ عمل میں سنت کی مخالفت کہاں ہے؟ پھر فوجی کمانڈر نے کہا: یہ ہے وہ روادو جو شرکائے قافلہ نے سنائی۔ بعض افراد سے ہم نے یہ سرگزشت جماعتی شکل میں سنی، پھر باقی لوگوں سے فرد افردا پوچھا تو سب کی اطلاع ایک جیسی تھی۔^۴

پھر مؤلف نے لکھا ہے کہ میں کہتا ہوں: مولاٰی سلطان سلیمان رضی اللہ عنہ کچھ اسی طرح کے خیالات رکھتے تھے۔ اسی لیے انھوں نے اپنا مشہور رسالہ لکھا، جس میں تقاضائے وقت پر گفتگو کی ہے، سنت کی مخالفت اور بدعت میں غلو آمیزی پر تنبیہ کی ہے، زیارت اولیاء کے آداب

^۴ یقیناً ابن سعود نے اس طرح نہیں کہا ہوگا لیکن خبروں کی مصیبت خبریں نقل کرنے والے ہی ہوتے ہیں۔ اس طرح کی بات کہنا یکسر منوع ہے۔ بارگاہِ الٰہی میں مُردوں سے شفاعت طلب کرنا منع ہے، خواہ اس سے دعا کرنے کی درخواست ہو یا اس کے علاوہ کوئی اور شکل ہو کیونکہ اس کے عمل کا سلسہ منقطع ہو چکا ہے۔ ہاں! تم ایسے اعمال ہیں جن کا ثواب جاری رہتا ہے: ایسا علم جس سے لوگ فائدہ اٹھائیں یا نیک اولاد جو میت کے لیے دعا کرے یا کوئی صدقہ جاریہ جیسا کچھ حدیث میں آیا ہے۔ مزید تحقیق اور وضاحت کے لیے ساختہ الشیخ عبدالعزیز بن باز رضی اللہ عنہ کی کتاب آداب الزیارة کا مطالعہ کیا جائے۔

بیان کیے ہیں، عوام کو غلو پسندی سے ڈرایا ہے اور اس سلسلے میں مسلمانوں کو فتح کرنے میں شدت مبالغہ سے کام لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ انھیں جزاۓ خیر دے۔^①

اصلاح عقائد سے شاہان مرکاش کی وجہ پر کے باعث ہم نے دیکھا کہ ان میں اصلاح عقیدہ کا بڑا اہتمام پیدا ہو گیا۔ حکمت مومن کی متاع گم گشته ہے، جہاں بھی پائے اسے لے لے۔ اسی باعث وہ راستی و سچائی کی تلاش میں رہتے ہیں۔

① یہ سلطان سیدی محمد بن عبداللہ علوی ہیں۔ ان کے بارے میں فرانسیسی مؤرخ ”چارلی جولین“ نے اپنی کتاب ”تاریخ شامی افریقہ“ میں جس کا عربی ترجمہ محمد مزاہی اور بشیر بن سلامہ نے کیا ہے، لکھا ہے: سیدی محمد نہایت متقدی اور پرہیزگار انسان ہیں۔ انھیں حاجیوں کے ذریعے جزیرہ نماۓ عرب میں وہابی تحریک پھیلنے کا علم ہوا اور یہ بھی پڑھ چلا کہ جزیرہ نماۓ عرب کا فرمانروای خاندان آل سعود اس تحریک کی تائید کر رہا ہے۔ وہ تحریک کی ممتازت کے دلدادہ تھے۔ ان کا قول ہے: ”میں مسلمان مالکی اور عقیدۃ وہابی ہوں۔“ ان کی دینی غیرت نے ان سے بڑے اچھے کام لیے۔ ان کا خیال تھا کہ ان کے عهد کی وہ کتابیں جو اشعاری مذہب کو جائز قرار دیتی ہیں، ان سے دینی معاملات میں تسائل پیدا ہوتا ہے، چنانچہ انھوں نے ان کتابوں کو تلف کرنے درگاہ یوجاہ اور اس جیسی دوسری درگاہوں کو مسماਰ کرنے کا حکم جاری کیا۔ وہ 1204ھ میں وفات پا گئے۔^②

② شاہ سلیمان نے جن کے مناظرے کا تذکرہ ہو چکا ہے، اس دعوت کو پسند کیا اور مرکاش کی صورت حال کو صوفیت کے مخفف ”مربوطیہ“^③ فرقے کا مقابلہ کر کے اپنے پیغام عام سے درست کرنے کی کوشش کی۔ ناصری نے ”الاستقصاء“ میں ان کی دینداری، سیرت،

① مرجح سابق: 8/ 123۔

② دیکھیے کتاب مذکور: 2/ 311، ان کی خبر وفات الاستقصاء: 8/ 65 میں دیکھئے۔

③ دیکھیے انتشار دعوة الشیخ محمد: 237، 238۔ ”مربوطیہ“ مرکاش میں صوفیوں کا لقب ہے۔

اور بدعات و انحراف سے برس پیکار رہنے کی تعریف کی ہے اور بتایا ہے کہ وہ 1238ھ میں وفات پا گئے۔^❷

③ شاہ حسن اول، انھوں نے 1300ھ میں صدی کو الوداع کہتے ہوئے مرکشی عوام کے نام ایک پیغام دیا جس میں کتاب و سنت کی طرف رجوع کرنے اور بدعات کا مقابلہ کرنے کی ضرورت پر زور اور حسن عقیدہ کی ترغیب دی جیسا کہ ڈاکٹر عباس جراری نے 1399ھ میں ریاض یونیورسٹی میں ایک پیچرہ دیتے ہوئے بتایا کہ شاہ حسن اول اس صدی کے ابتدائی برسوں میں مرکش کے ایک بہت بڑے عالم اور محدث کے سایہ تربیت میں سلفی دعوت کی تعلیمات و مبادیات کے مطابق زندگی بسر کر چکے ہیں۔ ان کا نام شیخ ابو شعیب دکالی ہے۔ وہ کمے میں دس سال سے زیادہ عرصہ مقیم رہے۔ انھوں نے حرم کمی میں تدریس حدیث کی خدمت انجام دی، پھر مرکش واپس آئے۔ یہاں وہ چوتھائی صدی تک سلفی تحریک کی قیادت کرتے رہے۔ انھوں نے بڑی استقامت سے سلفی فکر کی دعوت دی اور طرح طرح کی بدعتوں اور گمراہیوں کا ڈاٹ کر مقابلہ کرتے رہے۔^❸

مزید برآں ہر جگہ مسلمانوں نے سلفی دعوت کا خیر مقدم کیا۔ طالبان علم نے مقصد کی سچائی کی جتنوں کی۔ جن بدعات و خرافات کو علمائے اسلام نے ہر جگہ مسترد کیا ہے، ان کی بخش کنی کی۔ ہر جگہ لوگ صرف اسی چیز سے مطمئن ہوتے ہیں جو صاف اور مدلل ہو، ان پر یہ حقیقت کھل گئی کہ محمد بن عبد الوہاب دیگر داعیوں اور مصلحین کی طرح تجدید دعوت کے لیے اٹھے ہیں، وہ ادائے امانت کے جذبے سے سرشار ہیں۔ امّت مسلمہ کے بڑے خیر خواہ ہیں، عقیدے کو اس خرابی سے پاک کرتے ہیں جو جہالت کے نتیجے میں اس میں ٹھوٹ دی گئی ہے۔ وہ لوگوں کے

❷ وکھیے الاستقصاء: 164/8 - 166.

❸ ان کا رسالہ مذکور دیکھنا مطلوب ہو تو الترجمانۃ الکبریٰ، ص: 470-466 کی طرف رجوع کیا جائے۔

عقیدہ عمل کو، عہد رسول اللہ ﷺ سے لے کر تیرھویں صدی کے آخر تک کے منبع سلف صالح کا آئینہ دار دیکھنے کے آرزومند ہیں کیونکہ دوسری قوموں کے غلبے کے نتیجے میں، اعتقادات میں دیگر قوموں کے افکار و ثقافتی اثرات اور ادائے امانت میں علماء کی سستی کی وجہ سے ملت اسلامیہ میں بدعین گھس گئی ہیں۔ فاطمی حکومت جس کا پتوحی صدی بھری میں اہل مرکاش نے مقابلہ کیا، اسلامی معاشرے میں بدعتات کا آغاز کرنے والی شمارکی جاتی ہے۔ فاطمی حکام کی بدکرواریوں کو ابن عذاری مرکاشی نے اپنی تاریخ البیان المغرب فی التاریخ الاندلس والمغرب میں واضح کیا ہے، ان کا خیال ہے کہ یہ لوگ فاطمۃ الزهراء ؓ کی نسل سے نہیں ہیں بلکہ ان کا سلسلہ نسب یہودیوں سے ملتا ہے۔ فی الحقيقة یہ لوگ حرام اصل سے ہیں اور دھوپ چھاؤں کی اولاد ہیں۔ ان کا تعلق ابن حلان سے ہے۔ اسی سے انہوں نے اپنا عقیدہ لیا ہے۔⁴



۴ فاطمیوں کا نسب ابن عذاری کی البیان المغرب 1: 158, 159 میں دیکھیے۔

﴿ تحقیق شرط لازم ہے ﴾

فَهَاءُنَّا فَرِمَاتَتْ هِیَنَ کَہ اصل "براءت ذمہ" ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ درحقیقت ہر انسان ذمے سے بری ہے جب تک کہ اللہ تعالیٰ اس پر کوئی ذمے داری نہ ڈالے۔ دور حاضر میں ماہرین قانون کی مقررہ اصطلاح ہے کہ ملزم کا جب تک جرم ثابت نہ ہو جائے، وہ بری مانا جائے گا۔ ان سب باتوں سے بڑھ کر صحیح ترین بات یہ ارشاد ربانی ہے:

﴿فَتَبَيَّنُوا أَنَّ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نِبِيلِينَ﴾
”تم اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو، ایسا نہ ہو کہ نادانی میں کسی قوم کو ایذا پہنچا دو، پھر اپنے کیے پر چھکتاو۔“^۱

ہر طالب علم کا فرض ہے کہ تحقیق و تفتیش کے بغیر کوئی بات باور نہ کرے کیونکہ عالم کی لغزش بہت بڑی مانی جاتی ہے اور اس کے متانج نہایت خطرناک ہوتے ہیں۔ اگر صاحب علم خواہشات کے غلاموں کی پیروی کرنے لگے تو اس کی حیثیت داغ دار ہو جاتی ہے، اس کی عدالت مجرد ہو جاتی ہے، ایک اثر منقول ہے: اگر کوئی ایسا مدعی بھی آئے کہ اس کی ایک آنکھ پھوٹی ہو تو اس کے حق میں فیصلہ نہ دو کیونکہ ممکن ہے کہ اس نے مدعا علیہ کی دونوں آنکھیں پھوڑ دی ہوں۔ یہ اس لیے کہ خیال، اعتقاد یا حقوق میں نزاع فریقین میں مشترک ہوتا ہے، الہذا دوسرا فریق کو چھوڑ کر یکطرفہ فیصلہ کرنا صحیح نہ ہو گا ورنہ فیصلے میں جانبداری ہو جائے گی۔ فیصلہ صادر کرنا گویا انصاف کرنا ہے، اس لیے اس کی حقیقت معلوم کرنا اور اس کے نتیجے پر

غور و فکر کرنا ضروری ہے تاکہ ظلم نہ ہونے پائے۔ درحقیقت اسلام میں ہمارا منیج زبانوں کو لغزشوں اور اعمال کو غلطی سے محفوظ رکھنا ہے۔ اور اس حفاظت کا تنہا طریقہ ہر معاملے کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی روشنی میں جانچنا ہے:

﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ﴾

”اگر کسی امر میں اختلاف رائے واقع ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اور رسول کی طرف لوٹاو۔“⁴ اور امر حق ہی اتباع کے لائق ہے، عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں معاف کرنے میں غلطی کر بیٹھوں تو یہ غلطی سزا دینے میں غلطی کرنے سے بہتر ہے۔ عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے یہ ارشاد اس لیے فرمایا کہ آپ اسلامی معاشرے میں انفرادی و اجتماعی سطح پر الفت و محبت پیدا کرنے کے خواہش مند تھے۔

اصطلاحاً ”وہابی“ نام رکھنا، نسبت و اعتقاد کے لحاظ سے اسی طرح غلط ہے جس طرح شیخ محمد اور ان کے تبعین کی طرف منسوب نظریات غلط تھے اور ان لوگوں نے اس سے براءت ظاہر کی ہے۔ سلفی عقیدے کے متلاشی دین اسلام کے دونوں سرچشمتوں: کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی بدایات کا مقصد زیادہ بہتر سمجھتے ہیں، اس لیے یہ لقب ان لوگوں کے لیے ناگوار خاطر نہیں ہے کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ جس لقب سے انھیں ملقب کیا گیا ہے، وہ محض ایک بہتان ہے جو بحث و مناظرے میں ثابت نہیں رہ سکتا۔ یہ لوگ اس روشن راہ کے راہی ہیں جس پر سیدنا رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کو چھوڑا جس کی رات بھی ون کی طرح ہے، ہلاک ہونے والا ہی اس راہ سے بہکے گا، یہ راہ آپ ﷺ کے قول فعل و فعل اور تقریر سے صحت و سند پر اطمینان کے بعد اختیار کی گئی ہے۔

یہ عمران بن رضوان ہیں، جو بیرون جزیرہ کے مسلمانوں اور اپنے شہر.....لنجو..... کے علماء

میں سے ہیں۔ جب انھیں یہ دعوت پہنچی اور اس کی سچائی پر انھیں یقین ہو گیا تو ایک قصیدے میں اس کی مدح سرایی کی جس میں ذیل کا شعر بھی آیا ہے:

إِنْ كَانَ تَابِعُ أَخْمَدَ مُتَوَهَّبًا

فَأَنَا الْمُقْرِّبُ إِلَيْكَ وَهَابِيٌّ

”اگر احمد مصطفیٰ ﷺ کی پیروی کرنے والا وہابی ہے تو مجھے اپنے وہابی ہونے کا اعتراف ہے۔“

اور یہ شعر انہوں نے صرف اس لیے کہا ہے کہ ”وہابی“ کا لقب بقول عالم عراق محمد بہجت اثری و شمنان اسلام کی خواہش پر رکھا گیا ہے۔ اسلام کے وشنوں کا خیال تھا کہ عالم اسلام ایک بے جان ڈھانچہ ہو گیا ہے، یقیناً سامر ابی طافتیں اس کی سرز میں، خزانوں، کانوں اور دیگر قدرتی وسائل پر قابض ہو جائیں گی، پس اس نئی دعوت کو جس کی گونج و سط جزیرہ نماۓ عرب سے مسلمانوں کی شیرازہ بندی اور انھیں ہلاکتوں سے بچانے کے لیے انھی تھی، ایک فرقۃ کی شکل میں پیش کیا گیا تاکہ فرقوں کی تعداد میں ایک اور اضافہ ہو جائے۔ اسی لیے اسے ”وہابیت“ کا لقب دیا گیا اور شہرت یافتہ ذرائع ابلاغ نے اس لقب کی اشاعت کی جس سے یہ لقب لوگوں میں زبان زد عالم ہو گیا۔ حکومت عثمانیہ کو بھی یہ لقب بھلا لگا، چنانچہ اس نے اسے درویشوں اور شاہی خاندان کی درگاہوں اور خانقاہوں کے دسترخوان پر پلنے والوں کی زبان پر چالو کر دیا اور اس پر شبہات ڈالنے اور اس کی صورت مسخ کرنے میں بڑھ چڑھ کر کام کیا، بالخصوص اس وقت جب اس کی اہمیت بڑھ گئی اور اس کی بنیاد پر جزیرہ نماۓ عرب میں مضبوط عربی اسلامی حکومت قائم ہو گئی۔^۴

^۴ موصوف ایران میں شہر ”تبجہ“ کے علماء و معززین میں سے تھے۔

^۵ ویکھیے محمد بن عبد الوہاب داعیۃ التوحید والتجدید فی العصر الحدیث ”عصر حاضر میں توحید و تجدید کے داعی محمد بن عبد الوہاب“، جلد ۱، ص: 16، 17.

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب کے آخر میں دو خطوط کا تذکرہ کروں:
 ایک شیخ محمد بن عبدالوہاب کا اہل قصیم کے نام خط اور دوسرا وہ خط جو شیخ سلیمان بن عبدالوہاب
 نے علمائے مجمعہ میں سے تین کے نام بھیجا تھا، مگر یہاں بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا
 ہے کہ ان دونوں خطوط کی تاریخ واضح نہیں ہے۔

اس خط میں شیخ محمد سلفی دعوت کے سلسلے میں اپنا منیج واضح کرتے ہیں۔ جب میں شعبان
 1407ھ میں موریتانيا گیا تو وہاں کے بعض علماء نے افادہ عام کے لیے ان دونوں خطوط کا
 اضافہ کرنے کی درخواست کی تاکہ پڑھنے والے خود اپنی بصیرت کی روشنی میں حقیقت حال جان
 لیں اور صحیح نتیجے تک پہنچ سکیں۔

چنانچہ ان دونوں خطوط کو میں نے اس کتاب کا ضمیمہ بنادیا ہے۔ میرا مقصد صرف اصلاح
 ہے۔ اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔ میں اسی سے توفیق کا طالب ہوں۔



شیخ محمد رضا شیرازی کے خطوط کے مطالعے سے پہلے یہاں شیخ کے ایک خط کی وضاحت ضروری ہے تاکہ قارئین کرام پر اصل حقیقت روشن ہو جائے۔ یہ خط اہل قصیم کے نام ہے۔ ان لوگوں نے شیخ محمد سے ان کا عقیدہ دریافت کیا تھا تو اس استفسار کے جواب میں شیخ نے یہ مکتوب ارسال کیا۔ اسے اہل قصیم نے مقامی علمائے کرام کی خدمت میں ان کی رائے جانے کے لیے پیش کر دیا۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ مقامی علمائے کرام شیخ محمد کی دعوت کی تائید کر دیں گے تو وہ اسے قبول کر لیں گے، بصورت دیگر کنارہ کش رہیں گے۔

چنانچہ علمائے کرام نے شیخ کے خط کا بڑی احتیاط اور باریک بینی سے مطالعہ کیا اور شیخ محمد کی نسبت اعلان کر دیا کہ وہ راہِ صواب پر ہیں۔ اس جانشی پر کھو اور تحقیق و تفییش کے بعد اہل قصیم نے شیخ کی دعوت حق قبول کر لی۔ راہِ حق کے مسافروں کا یہی طریقہ ہونا چاہیے۔ یہی شان اور ذمہ داری علمائے کرام کی بھی ہے کہ وہ معااملے کو علم و بصیرت اور دلیل و برہان کی روشنی میں دیکھیں اور ملامت گر کی ملامت سے بے خوف ہو کر صحائی کا اعلان کر دیں۔

اب شیخ کے مکتوب گرامی کا مطالعہ فرمائیے۔ شیخ کے دوسرے خطوط بھی اسی طرح کے ہیں جو استفسار کرنے والوں کے جواب میں لکھے گئے۔ جس نے جب کبھی اپنے شنک و شہے کا اظہار کیا اور شیخ سے سوال کر کے راہِ حق جانی چاہی تو شیخ نے فوراً جواب باصواب مرحمت فرمایا جس کے نتیجے میں لوگوں پر حقیقت حال محل گئی اور انہوں نے شیخ کی دعوت قبول کر لی۔ انہوں نے شیخ کے ہاں کوئی ایسی چیز نہیں پائی جو اللہ کی شریعت کے خلاف ہو یا ان معتبر مآخذ کے منافی ہو جن پر امت اسلامیہ کی بڑی شخصیات اعتقاد رکھتی ہیں۔

شیخ حافظ کا اہل قصیم کے نام خط

جب اہل قصیم نے شیخ سے ان کے عقیدے کے بارے میں دریافت کیا تو تحریر فرمایا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

میں اللہ کو، میرے پاس جو فرشتے حاضر ہیں انھیں اور آپ لوگوں کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں وہی اعتقاد رکھتا ہوں جو فرقہ ناجیہ اہل سنت والجماعت عقیدہ رکھتا ہے، یعنی اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر اٹھنے پر اور اچھی یا بری تقدیر پر ایمان رکھتا ہوں اور ایمان باللہ ہی میں سے ان تمام صفات پر بغیر حک و اضافہ، ایمان لانا ہے جن سے اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو اپنی کتاب میں یا اپنے رسول ﷺ کی زبان پر متصف کیا ہے۔ میرا عقیدہ ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ جیسی کوئی چیز نہیں۔ وہ سننے اور دیکھنے والا ہے۔ جن صفات سے اس نے اپنے آپ کو متصف کیا، ان میں سے کسی کا انکار نہیں کرتا، نہ اس کے کلمات کو ان کی ٹھیک جگہ سے تبدیل کرتا ہوں۔ اس کے ناموں اور آیات میں کج روی نہیں کرتا۔ اس کی کیفیت بیان کرتا ہوں نہ اس کی صفات مخلوق کی صفات جیسی قرار دیتا ہوں کیونکہ وہ بلند و بالا ہے۔ اس کا کوئی ہم نام ہے، نہ کوئی ہمسر ہے اور نہ کوئی اس کا شریک ہے۔ مخلوق پر اسے قیاس نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ

* یہ خط شیخ محمد بن عبدالوہاب کے شخصی مخطوط کی خصوصی قسم میں شائع کیا گیا ہے، جو ذاکر محمد بلماجی، ذاکر سید حجاب اور شیخ عبدالعزیز روی کی تالیف ہے۔ اور یہ پہلا خط ہے جو الدرر السنیۃ: 31-28 میں مقول ہے۔

خود اپنے آپ کو غیر سے زیادہ جانتا ہے۔ اپنی بات میں سب سے زیادہ سچا ہے اور اس کی بات سب سے زیادہ بہتر ہے، اس کی ذات عالی ان تمام صفات سے پاکیزہ ہے جن سے کیفیت بیان کرنے والے اور تشبیہ دینے والے مخالفین اسے متصف کرتے ہیں، اس نے ان صفات سے بھی خود کو منزہ قرار دیا ہے جن کا رد و بدل اور حکم و اضافہ کرنے والے منکرین انکار کرتے ہیں، اس کا ارشاد ہے:

﴿سُبْحَنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعَزَّةِ عَمَّا يَصْفُونَ ۝ وَسَلَّمَ عَلَى الْمُرْسَلِينَ ۝﴾

”پاک ہے آپ کارب، جو بہت بڑی عزت والا ہے، ہر اس چیز سے (جو مشرک) بیان کرتے ہیں اور پیغمبروں پر سلامتی ہے۔“^٤

اور فرقہ ناجیہ ”نجات پانے والا گروہ“ اللہ تعالیٰ کے افعال کے بارے میں قدریہ اور جبریہ کے مابین معتدل ہے۔ اور اللہ کی وعید کے بارے میں وہ لوگ فرقہ مرجہد اور وعیدیہ کے درمیان ہیں۔ اور ایمان و اسلام کے بارے میں حرسیہ و معتزلہ، اور مرجہد و جہیہ کے مابین معتدل ہیں۔ اور اصحاب رسول اللہ ﷺ کے بارے میں شیعہ اور خوارج کے مابین معتدل ہیں۔ میں اعتقاد رکھتا ہوں کہ قرآن اللہ کا نازل کردہ کلام ہے، مخلوق نہیں ہے۔ اسی سے اس کی ابتداء ہوئی اور اسی کی طرف وہ لوث جائے گا، اللہ تعالیٰ نے حقیقتاً اس کے ذریعے سے کلام کیا اور اپنے بندے، اپنے رسول، اس کی وحی کے امین، اس کے اور اس کے بندوں کے درمیان اپنے سفیر، ہمارے نبی محمد ﷺ پر اسے نازل فرمایا۔ اور اس بات پر ایمان رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ جو چاہے اسے کر گزرنے والا ہے۔ اس کے چاہے بغیر کوئی چیز نہیں ہو سکتی اور کوئی چیز اس کی مشیت سے خارج نہیں ہو سکتی۔ دنیا میں کوئی چیز اس کی تقدیری سے باہر نہیں ہے، نہ اس کی تدبیر کے بغیر پیدا ہوتی ہے۔ کسی کو متعین تقدیری سے مفر نہیں۔ لوح مکتوب میں جو کچھ لکھا ہے، اس سے

آگے کوئی نہیں بڑھ سکتا۔ اور موت کے بعد پیش آنے والی ہر اس چیز پر یقین رکھتا ہوں جس کی خبر نبی ﷺ نے دی ہے۔ قبر کی آزمائش اور اس کی نعمتوں پر، اجسام میں روحیں لوٹانے پر ایمان رکھتا ہوں اور لوگ رب العالمین کے سامنے ننگے پاؤں، ننگے بدن، بغیر ختنہ کھڑے ہوں گے۔ آفتاب ان سے قریب ہو گا ترازو و قائم کی جائے گی۔ اور اس سے بندوں کے اعمال کا وزن کیا جائے گا جن کے ترازو کا پلڑا بھاری ہو گا وہ تو نجات پانے والے ہوں گے اور جن کے ترازو کا پلڑا ہمکا ہو گیا، یہی ہیں وہ جنہوں نے اپنا نقصان آپ کر لیا اور ہمیشہ کے لیے واصل جہنم ہوئے۔ دفاتر پھیلادیے جائیں گے، کوئی اپنا نامہ اعمال اپنے داہنے ہاتھ میں لے گا اور کوئی اپنے بائیکیں ہاتھ میں لے گا، ان سب بالتوں پر میرا ایمان ہے۔

میدانِ محشر میں ہمارے نبی ﷺ کے حوض پر میرا یقین ہے جس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید، شہد سے زیادہ میٹھا ہو گا۔ اس کے ساتھ آسمان کے ستاروں کی تعداد میں ہوں گے، جو اس حوض سے ایک بار پانی پی لے گا اس کے بعد کبھی پیاس نہیں محسوس کرے گا، میرا اس بات پر ایمان ہے کہ پل صراطِ جہنم کے کنارے پر رکھا جا چکا ہے، لوگ اس سے اپنے اپنے اعمال کی حیثیت کے مطابق گزریں گے۔ میں نبی ﷺ کی شفاعت پر ایمان رکھتا ہوں اور اس بات پر بھی کہ آپ سب سے پہلے شفاعت کرنے والے ہوں گے اور سب سے پہلے آپ ﷺ ہی کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ صرف اہل بدعت اور گمراہ لوگ نبی ﷺ کی شفاعت کے مکر ہیں لیکن شفاعت اللہ کی اجازت اور رضا مندی کے بعد ہی ہو گی جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَا يَشْفَعُونَ لِلَّذِينَ أَرْتَضَى﴾

”وَكُسْتِي كَبِيْسْ سَفَارِشْ نَهِيْسْ كَرِيْسْ گَيْ بِجَزَآنْ كَهْ جَنْ سَهْ اللَّهُ خُوشْ ہوْ“^۴

اور ارشاد ہے:

﴿مَنْ ذَا الَّذِي يُشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ﴾

”کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کے سامنے شفاعت کر سکے۔“^۱

نیز ارشاد فرمایا:

﴿وَكُمْ مِنْ مَلِكٍ فِي السَّمَاوَاتِ لَا تُغْنِي شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا إِلَّا مِنْ بَعْدِ آنِ يَأْذَنَ اللَّهُ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَرْضِي﴾^۲

”اور کتنے ہی فرشتے آسمانوں میں ہیں جن کی سفارش ذرا بھی کام آنے والی نہیں، مگر یہ اور بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی خوشی اور اپنی چاہت سے جس کے لیے چاہے اجازت عطا کر دے۔“^۳

اللہ تعالیٰ توحید ہی سے راضی ہو گا اور اہل توحید ہی کو اہل توحید کی سفارش کرنے کی اجازت دے گا۔ رہے مشرکین تو شفاعت میں ان کا کوئی حصہ نہیں جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿فَمَا تَنْقَعِدُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّفِيعِينَ﴾

”انھیں سفارش کرنے والوں کی سفارش کوئی نفع نہ دے گی۔“^۴

میرا اس بات پر ایمان ہے کہ جنت اور جہنم مخلوق ہیں۔ دونوں اس وقت موجود ہیں اور دونوں فنا نہیں ہوں گے۔ اہل ایمان قیامت کے دن اپنے پروردگار کو اُسی طرح اپنی نگاہوں سے دیکھیں گے جس طرح چودھویں رات کا چاند دیکھتے ہیں، اس کی دید سے کوئی ضرر نہیں پہنچے گا۔

میں ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی محمد ﷺ سارے نبیوں اور پیغمبروں پر مہر ہیں۔ کسی بندے کا ایمان، جب تک وہ آپ ﷺ کی رسالت پر ایمان نہ لائے اور آپ ﷺ کی نبوت

¹ البقرة: 255. ² النجم: 53. ³ المدثر: 48.

کی گواہی نہ دے، صحیح نہ ہوگا۔ آپ ﷺ کی امت میں سب سے افضل ابو بکر صدیق، پھر عمر فاروق، پھر عثمان ذوالنورین، پھر علی مرتضیٰ، پھر باقی عشرہ مبشرہ، پھر اہل پدر، پھر درخت والے اصحاب بیعت رضوان، پھر باقی صحابہ ﷺ ہیں۔

میں اصحاب رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوں، ان کی خوبیاں دل میں یاد کرتا ہوں اور زبان سے چرچا کرتا ہوں، انھیں راضی کرتا ہوں اور ﷺ کہتا ہوں اور ان کے لیے دعائے مغفرت کرتا ہوں، ان کی برائی کرنے سے باز رہتا ہوں، ان کے مابین جوززادع ہوا، اس پر خاموشی اختیار کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَالَّذِينَ جَاءُوكُمْ مِّنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَغْفِرْ لَنَا وَلَا خَوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُوكُمْ بِالإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلَّا لِلَّذِينَ أَمْنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ﴾

”اور جوان کے بعد آئے، وہ دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں اور ہمارے دلوں میں اہل ایمان کے لیے کینہ پیدا ہونے دے، اے ہمارے رب! اے شک تو نہایت شفیق اور مہربان ہے۔“

اس ارشاد باری پر عمل کرتے ہوئے میں صحابہ کرام ﷺ کی فضیلت کو مانتا ہوں۔ ہر برائی سے پاک امہات المؤمنین کے حق میں ”..... ﷺ کہتا ہوں، اولیاء کی کرامات و کشف کا معرف ہوں لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے کسی حق کے مستحق نہیں ہیں۔ جس چیز پر صرف اللہ تعالیٰ قادر ہے، وہ ان سے نہیں مانگی جائے گی، بجز اس کے جس کے لیے رسول اللہ ﷺ نے گواہی دی ہے۔ میں مسلمانوں میں سے کسی اور کے لیے جنت و جہنم کی گواہی نہیں دیتا لیکن نیکو کار کے لیے رحمت کا امیدوار ہوں اور گناہ گار پر عذاب سے خائف ہوں۔ میں مسلمانوں میں سے کسی

گناہ کے مرتكب کو کافرنیں کہتا، نہ اسے دائرہ اسلام سے خارج مانتا ہوں، ہر نیک و بد امام کے ساتھ چہاد کو جاری سمجھتا ہوں، ان کے پیچھے نماز باجماعت مباح جانتا ہوں اور جہاد محمد ﷺ کی بعثت سے لے کر اس امت کے آخری فرد کی دجال سے جنگ کرنے تک باقی ہے۔ کسی ظالم کا ظلم اسے منسوخ کرے گا نہ کسی انصاف پرست کا انصاف۔ نیک و بد ائمہ مسلمین کی اطاعت واجب سمجھتا ہوں جب تک وہ اللہ کی معصیت کا حکم نہ دیں۔ اور جسے خلیفہ مقرر کر دیا گیا اور لوگ اس سے متفق اور راضی ہو گئے یا بزرور طاقت ان پر غالب ہو کر خلیفہ بن گیا، اس کی اطاعت واجب ہے، اس کے خلاف بغاوت کرنا حرام ہے۔ اہل بدعت سے قطع تعلقی اور جدائی مناسب سمجھتا ہوں یہاں تک کہ وہ توبہ کر لیں، انھیں مسلمان مانتا ہوں اور ان کا باطن اللہ کے حوالے کرتا ہوں۔ میں اسلام میں ہر ٹی ایجاد کردہ چیز کو بدعت مانتا ہوں۔ اس بات پر یقین رکھتا ہوں کہ ایمان زبان کے قول، اعضاء و جوارح کے عمل اور دل کی تصدیق کو کہتے ہیں۔ ایمان اطاعت و فرمان برداری سے بڑھتا ہے اور نافرمانی سے گھشتا ہے۔ اس کے ستر سے کچھ زیادہ شبیہ ہیں۔ سب سے بلند شعبہ "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ" کی گواہی دینا ہے اور سب سے نچلا راستے سے تکلیف دہ چیز کا ہٹا دینا ہے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی فرضیت کا شریعت محمد یہ کے تقاضے کے مطابق قائل ہوں۔

یہی میرا مختصر عقیدہ ہے جسے پریشان حالی میں تحریر کر دیا ہے تاکہ آپ لوگوں کو میرے خیالات سے آگاہی ہو جائے اور جو کچھ میں کہتا ہوں، اس پر اللہ میرا کار ساز ہے۔

آپ لوگوں سے یہ بات پوشیدہ نہیں ہونی چاہیے کہ مجھے یہ خبر ملی ہے کہ آپ لوگوں کو سلیمان بن حکیم کا خط پہنچا ہے اور آپ کے ہاں بعض کم علم اشخاص نے اسے درست سمجھ لیا ہے اور اس کی تصدیق کی ہے جبکہ اللہ جانتا ہے کہ اس شخص نے مجھ پر ایسی باتوں کا الزام لگایا ہے جو میری زبان تو کجا میرے وہم و گمان سے بھی نہیں گزریں، جیسے: ان کا یہ کہنا کہ

میں مذاہب اربعہ کی کتابوں کو منسون خ قرار دیتا ہوں اور کہتا ہوں کہ لوگ چھ سو سال سے کسی مذہب پر نہیں ہیں اور اجتہاد کا دعویٰ کرتا ہوں، تقلید کی مجھے ضرورت نہیں۔ اور کہتا ہوں کہ علماء کا اختلاف مصیبت ہے اور جو بزرگوں کا وسیلہ پڑے، اسے کافر کہتا ہوں، بوصیری کو اس کے ”یا أَكْرَمُ الْخَلْقِ!“ کہنے کی وجہ سے کافر گردانتا ہوں، میں کہتا ہوں کہ اگر رسول اللہ ﷺ کا قبۃ ڈھانا میرے بس میں ہوتا تو میں اسے ڈھاد دیتا، اگر کعبہ میرے قبضے میں ہوتا تو اس کا پر نالہ نکال کر اس کی جگہ لکڑی کا پر نالہ لگا دیتا۔ اور میں قبر نبی ﷺ کی زیارت کو حرام کہتا ہوں اور والدین وغیرہ کی قبر کی زیارت کا منکر ہوں۔ جو غیر اللہ کی قسم کھائے اسے کافر کہتا ہوں، ابن فارض اور ابن عربی کو کافر گردانتا ہوں۔ ”لائل الخیرات“ اور ”روض الریاحین“ جیسی کتابیں جلا دیتا ہوں اور آخر الذکر کتاب کو ”روض الشیاطین“ کے عنوان سے موسوم کرتا ہوں۔ ان تمام مسائل کے بارے میں میرا جواب یہ ہے کہ میں کہتا ہوں: سبحانک هذا بهتان عظیم ”یا اللہ! تو پاک ہے، یہ تو بہت بڑا بہتان ہے۔“ ان سے پہلے لوگوں نے محمد ﷺ پر بہتان لگایا تھا کہ آپ ﷺ عیسیٰ ابن مریم ﷺ اور بزرگوں کو گالی دیتے ہیں، ان لوگوں کے اور ان لوگوں کے دل الزام لگانے اور جھوٹ بولنے میں یکساں ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّمَا يَفْتَرِي الْكُفَّارُ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِأَيَّتِ اللَّهِ﴾

”جوھوٹ تو وہی لوگ گھڑتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کی آئیوں پر ایمان نہیں ہوتا۔“ *

یہی لوگ جھوٹے ہیں۔ کذابوں نے رسالت آب ﷺ پر بہتان لگایا کہ آپ کہتے ہیں:

فرشته، عیسیٰ اور عزیز جہنم میں ہیں، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد نازل فرمایا:

﴿إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُمْ قِتَالُ الْحُسْنَىٰ أُولَئِكَ عَنْهَا مُبَعَّدُونَ﴾

”بے شک جن کے لیے ہماری طرف سے پہلے ہی نیکی اور بھلائی مقدار ہو چکی ہے، وہ سب جہنم سے دور رکھے جائیں گے۔“⁴

رہ گئے دوسرے مسائل تو بے شک میں یہ ضرور کہتا ہوں: انسان جب تک "لا الہ الا اللہ" کے معنی سمجھنے لے کامل طور پر مسلمان نہیں ہو سکتا جو میرے پاس آئے گا، میں اسے اس کے معنی سمجھا دوں گا۔ جب نذر سے غیر اللہ کے تقرب کی نیت ہو تو نذر مانے والے اور نذر انہے قبول کرنے والے دونوں کو کافر کہتا ہوں۔ اور یہ کہ غیر اللہ کے لیے ذبح کرنا کفر ہے اور وہ ذبح حرام ہے۔ یہ مسائل یقیناً برحق ہیں۔ میں ان کا قاتل ہوں اور میرے پاس ان پر کلام اللہ اور کلام رسول ﷺ اور جن علماء کی اتباع کی جاتی ہے، جیسے ائمۃ اربعہ، ان کے اقوال سے دلائل موجود ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ آسانی فرمائے گا، ان شاء اللہ ان سب کا تفصیلی جواب ایک مستقل رسالے کی شکل میں لکھوں گا۔ آب اللہ تعالیٰ کے ارشاد کو سمجھیں اور غور کرس:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَارِسٌ قَاتِلٌ فَتَبَيَّنُوا أَنْ لَعْنَتُهُمْ كَوْمًا
﴿بِعَهْدِهِ لَهُ﴾

”اے مسلمانو! اگر تمھیں کوئی فاسق خبر دے تو تم اس کی اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو،
ایسا نہ ہو کہ نادانی میں کسی قوم کو ایذا پہنچا دو۔“

مصباح الظلام کے مصنف نے سلیمان بن عبد الوہاب کی طرف منسوب اپنے بھائی کے رد پر اعتراض کے بعد کہا: اللہ کا احسان ہے کہ اس کتاب کا مسودہ تیار کرتے ہوئے سلیمان کے ایک ایسے خط کا پتہ چلا جس میں انہوں نے اپنے پہلے مذہب سے توبہ کرنے کی خوشخبری دی ہے اور اعتراف کیا ہے کہ حقیقت توحید و ایمان ان پر ظاہر ہو گئی اور جو گمراہی و سرکشی پہلے سرزد ہو چکی ہے، اس پر وہ نادم ہیں۔

اس خط کا مضمون یہ ہے:

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سلیمان بن عبد الوہاب کا برادران محمد بن محمد تو بجزیری اور احمد و محمد اولاد عثمان بن شبانہ کے

نام خط۔⁴

السلام علیکم ورحمة الله وبرکات و بعد اس اللہ کی حمد بیان کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبد و برق
نہیں۔ ہم پر اور تم پر اللہ نے اپنے دین اور رسول اللہ ﷺ کے ذریعے بھیجی ہوئی شریعت کی
معرفت کا جواہر ان کیا اور اس کے ذریعے انہیں پن سے نکال کر بصیرت عطا فرمائی اور گمراہی
سے نجات دلائی، یہ ساری باتیں تحسیں یاد دلاتا ہوں۔ ہمارے پاس درعیہ آجائے کے بعد
تمہاری معرفت حق، اس پر تمہاری صرفت اور اللہ رب العزت کی حمد و شنا جس نے تحسیں
بچایا، یہ امور بھی تحسیں یاد دلاتا ہوں، الحمد للہ! جو بھی ہمارے ہاں آتا ہے، تمہاری تعریف
کرتا ہے، اس پر اللہ کا شکر ہے۔ تحسیں دو خط بطور یاد دہانی لکھ چکا ہوں۔ میرے بھائیو! حق
کی مخالفت، شیطان کے راستے کی پیروی اور راہ ہدایت کی اتباع سے روکنے کی جو کوشش ہم
سے سرزد ہوئی تھی، وہ تحسیں معلوم ہے۔ اب یاد رکھو! ہماری زندگی کا تحوزہ احصہ باقی ہے،
گنتی کے گئے پنے دن ہیں، سانس گئے جارہے ہیں۔ گمراہی کے لیے جو کچھ ہم نے کیا تھا،
ضروری ہے کہ اب اس سے تریا عہد ہدایت کے لیے کام کریں، وہ بھی صرف اللہ وحدہ لا شریک
کی رخصی کے لیے، نہ کہ اس کے مساوا کے لیے، شاید اللہ تعالیٰ ہمارے اگلے پچھلے گناہ مٹا دیں۔
جهاد فی سبیل اللہ کی عظمت جو ہاتھ زبان، دل اور مال سے ہوتا ہے، اس سے گناہوں کا جو کفارہ
ہوتا ہے، وہ تم سے مجھی نہیں اور جس کے ذریعے بھی اللہ تعالیٰ ایک آدمی کو ہدایت دے دے اس
کا اجر تم جانتے ہو، اس وقت جتنا کار خیر تم کرتے ہو، اس سے زیادہ کرنا اور اللہ کے لیے

⁴ دیکھیے شیخ عبداللطیف بن عبد الرحمن کی مصباح الظلام، ص: 104-108.

سچائی کے ساتھ کھڑے ہونا، حق کو بطور حق لوگوں سے بیان کرنا اور پہلے تم جس خلافت و گمراہی پر تھے، اسے صراحت سے بیان کرنا مطلوب ہے۔

اے میرے بھائیو! اللہ سے ڈرو، اللہ کا خوف کرو، اگر ہم ویراںوں میں نکل جائیں، اللہ کے آگے گز گڑائیں، اس کے سامنے دست دعا بلند کریں اور لوگ ہمیں پاگل تھہرائیں تو یہ بھی ہمارے لیے کم ہے کیونکہ ہمارا گناہ اس سے کہیں زیادہ بڑا ہے۔

تم اپنی جگہ پر دین و دنیا کے سردار ہو، شیوخ قبل سے زیادہ باعزت ہو اور سارے عوام تمھارے پیروکار ہیں، اس پر اللہ کا شکردا کرو۔ ممنوعاتِ شریعت میں سے کسی چیز کا رتکاب نہ کرو۔ تم جانتے ہو کہ فریضہ امر بالمعروف و نہی عن المکردا کرنے والوں کو ناپسندیدہ امور ضرور پیش آتے ہیں۔ میں اس پر تحسیں صبر کی تھیجت کرتا ہوں جس طرح اللہ کے نیک بندے لفمان نے اپنے بیٹے کو وصیت کی، اللہ ہی کے لیے محبت کرنے اور اللہ ہی کے لیے بعض رکھنے سے بڑھ کر کوئی حق نہیں، اللہ کے لیے دوستی کرو اور اللہ ہی کے لیے دشمنی کرو۔

اس راہ میں تحسیں کچھ شیطانی خیالات پیش آئیں گے، مثلاً: یہ کہ بعض لوگ خود کو اس دین کی طرف منسوب کریں اور شیطان آپ کے دل میں ڈالے کہ یہ سچا نہیں ہے بلکہ دنیا کا خواہش مند ہے، حالانکہ یہ ایسی بات ہے جس سے صرف اللہ تعالیٰ امداد ہے، لہذا جب کسی کا ظاہر اچھا ہوتا سے تسلیم کرو اور اس سے دوستی رکھو۔ جب کسی کا ظاہر برآ ہو اور وہ دین سے پیش پکھیر رہا ہو تو اس سے دشمنی رکھو اور اس سے نفرت کرو، اگرچہ وہ تمھارا بڑا محبوب ہی ہو۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بلا شرکت غیرے صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا۔ اپنی رحمت سے ہمارے لیے ایک رسول ﷺ بھیجا جس نے ہمیں ہمارے اصل مقصد سے روشناس کرایا اور ہمیں اللہ تعالیٰ کا راستہ بتایا۔ سب سے بڑی بات جس سے اس نے ہمیں منع کیا، وہ اللہ کے ساتھ شرک کرنا اور اللہ والوں سے دشمنی کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں حق

بیان کرنے اور باطل ظاہر کرنے کا حکم دیا۔ جو شخص رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی چیز کو لازم پکڑے، وہ تمہارا بھائی ہے، اگرچہ وہ بہت بڑا شمن ہی ہوا اور جو صراط مستقیم سے پیشہ پھیرے، وہ تمہارا شمن ہے، چاہے وہ تمہارا بیٹا یا بھائی ہو۔

الحمد للہ! مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ جو کچھ میں نہ تم لوگوں سے کہا ہے، اسے تم جانتے ہو، پھر بھی یہ بات تحسیں از سرنویاد دلائی ہے، اس لیے اب اسے مکمل طور پر بیان کرنے سے جس میں کوئی التباس نہ ہو، تمہارے پاس کوئی عذر نہیں۔ وہاں تمہاری مجلسوں میں ہم نے اور تم نے پہلے جو کچھ کہا، اسے برابر یاد رکھنا، باطل کا ساتھ نہ دینا اور حق کا بھرپور ساتھ دینے سے زیادہ کوئی برحق کام نہیں، نہ اس سے تحسیں کوئی عذر منع ہے کیونکہ آج دین و دنیا دونوں الحمد للہ..... اس سے متفق ہیں۔ ذرا یاد کرو، پہلے تم دنیاوی معاملات میں کس قدر خوف زدہ تھے۔ طرح طرح کی تکلیفوں میں بتلا تھے، ظالموں اور فاسقوں کی زیادتیاں سہہ رہے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے دین کے ذریعے یہ ساری مصیبت دور فرمائی اور تحسیں سیادت و قیادت کا رتبہ عطا فرمایا۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے دین کا احسان اور عالمی قدر شیخ الاسلام کی دعوت حق کا اثر ہے۔ ایک مسئلے پر غور کرو جس سے ہم ناواقف ہیں کہ اس اسلامی دعوت کے پھیلنے سے قبل فاسد عقائد والے بدؤوں پر اسلامی احکام کا اطلاق کیا جاتا تھا جبکہ ہمیں معلوم ہے کہ صحابے نے مرتد ہو جانے والے بدؤوں سے جنگ کی، حالانکہ ان میں اکثر اسلام کے نام لیواتھے بلکہ بعض اسلام کے ارکان بھی بجالاتے تھے۔ یہ بھی معلوم ہے کہ جو قرآن کے ایک حرف کو بھی جھٹائے گا، اسے کافر کہا جائے گا، اگرچہ وہ عابد و پارسا ہی ہو۔ اور جو دین یا دین کی کسی کی چیز کا مذاق اڑائے، وہ کافر ہے۔ اور جو کسی متفق علیہ حکم کا انکار کرے، وہ کافر ہے۔ اس کے علاوہ اسلام سے خارج کرنے والے دیگر احکام جو سب بدؤوں میں اکٹھے موجود تھے، اس کے باوجود ہم ان پر اپنے سے پہلے لوگوں کی تقسید کرتے ہوئے بلا دلیل اسلام کا حکم لگاتے تھے۔

میرے بھائیو! غور کرو اور اس اصل کو یاد رکھو تو تمہیں اس سے کہیں زیادہ رہبری کی روشنی ملے گی۔ میں نے بات بھی کر دی کیونکہ مجھے یقین ہے کہ جن باتوں کی تنبیہ کی ہے، اس میں سے کسی پر بھی تم فکر نہیں کرو گے۔ میری اس سلسلے میں اپنے لیے اور تمہارے لیے خصوصی نصیحت یہ ہے کہ رات دن اللہ کے سامنے گزر گڑانے کو اپنی عادت بنا لو کہ وہ تمہیں نفس کی برائیوں اور اعمال کی خرابیوں سے بچائے۔ صراطِ مستقیم کی ہدایت دے جس پر اس کے انبواء، پیغمبر اور نیک بندے گامزن تھے اور گمراہ کن فتنوں سے تمہیں محفوظ رکھے۔ حق واضح اور روشن ہے۔ اور حق کے بعد گمراہی کے سوا کچھ نہیں۔ اللہ سے ڈرو، اسے یاد رکھو، جو لوگ تمہارے علاقے میں ہیں وہ خیر و شر میں تمہارے تابع ہیں، جو کچھ میں نے تم سے تب میں نے اگر اسے کرتے رہے تو تمہیں کوئی برائیوں کہہ سکے گا اور تم بڑے لوگوں کی طرح پریشان حال لوگوں کے لیے مشعل راہ بن جاؤ گے، اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں سب کو راہ راست پر چلائے۔

شیخ، ان کی آل و اولاد اور ہمارے اہل خانہ سب..... الحمد للہ..... اچھے ہیں اور تمہیں سلام عرض کر رہے ہیں۔ اپنے عزیزوں کو ہمارا سلام پہنچا دو۔ والسلام وصلی اللہ علی محمد وآلہ وصحبہ۔

اے اللہ! خط لکھنے والے، اس کے والدین، اس کی ذریت، خط پڑھ کر کاتب کے لیے مغفرت کی دعا کرنے والے اور جملہ مسلمان مردوں اور عورتوں کو بخش دے۔

پھر مؤلف مصباح الظلام نے بیان کیا ہے کہ شیخ سلیمان بن عبدالوہاب نے جنہیں خط لکھا، انہوں نے موصوف کو بڑا اچھا جواب دیا۔ مناسب ہے کہ اس کا تذکرہ کیا جائے، پھر اس کے بعد جواب کی تجھیں کی جائے۔

اس موضوع کے لیے ایک اور خط کا حوالہ بھی مفید ہو گا جو شیخ محمد بن عبدالوہاب راشد نے اپنی وفات سے پہلے اہل مراث کے نام لکھا تھا۔ اس میں شیخ راشد نے اللہ تعالیٰ کے لیے

اخلاص عبادت اور توحید خالص کی توضیح و تشریع کی ہے جس کی وہ زندگی بھر دعوت دیتے رہے۔۔۔۔۔ اس سے ان بنیادوں کا پتہ چلتا ہے جنہوں نے امام سعود اور مولائی ابراہیم کے مابین اس مناظرے کے بعد انشراح صدر کے ساتھ اتفاق کی راہ ہموار کی جو مولائی ابراہیم کی ریاست میں علمائے مرکش اور امام سعود بن عبد العزیز کی ریاست میں علمائے نجد کے درمیان 1226ھ میں مکہ میں ہوا اور دعوت کی سلامتی اور شیخ کی جانب سے ان شبہات کی تردید پر یقین نصیب ہوا جن سے شیخ اور علماء نے کئے میں براءت ظاہر کی۔ خط کا مضمون درج ذیل ہے:

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ تَعَالَى مُحَمَّدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنَتُوبُ إِلَيْهِ، وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ
شُرُورِ أَنفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِي اللَّهُ فَلَا مُضِلٌّ لَهُ، وَمَنْ
يُضْلِلُ فَلَا هَادِي لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ،
وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، مَنْ يُطِيعُ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ
يُعْصِي اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ غَوَى، وَلَنْ يُضْرِبَ إِلَّا نَفْسَهُ وَلَنْ يَضُرَّ اللَّهُ شَيْئاً،
وَصَلَّى اللَّهُ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَاحِبِهِ وَسَلَّمَ تَسْلِيماً كَثِيرًا。 أَمَّا بَعْدُ !

”سب تعریف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے، ہم اس کی حمد بیان کرتے ہیں، اُسی سے مدد چاہتے ہیں، اُسی سے مغفرت کے خواست گار ہیں اور اس سے توبہ کرتے ہیں، نفس کی براپیوں اور اعمال کی خرابیوں سے ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں جسے اللہ ہدایت دے، اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جسے گمراہ کروے، اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ وحده لا شریک کے سوا کوئی معبد برحق نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے، وہ راہ یا ب ہوا اور جو اللہ اور اس کے رسول کی تافرمانی کرے وہ گمراہ ہوا، وہ اپنے ہی

نفس کو نقصان پہنچائے گا، اللہ کو ہرگز کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ محمد ﷺ پر، آپ کی آل اور اصحاب پر اللہ تعالیٰ کثرت سے درود وسلام نازل فرمائے۔“ اما بعد: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿قُلْ هُنَّا سَبِيلُنَا أَدْعُوا إِلَى اللَّهِ الَّذِي عَلَى بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبعَنِي طَوَّسْبُحَنَ اللَّهُ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشَرِّكِينَ﴾

”آپ کہہ دیجیے میری راہ بھی ہے، میں اور میرے تبعین اللہ کی طرف بلا رہے ہیں پورے یقین اور اعتماد کے ساتھ اور اللہ پاک ہے اور میں مشرکوں میں سے نہیں۔“ اور ارشاد فرمایا:

﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُجْهَنُونَ اللَّهُ فَأَتَيْمُونِي يُعْبِدُوكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرِ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ﴾
”کہہ دیجیے! اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری اطاعت کرو، خود اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمھارے گناہ معاف فرمادے گا۔“

نیز اس کا ارشاد ہے:

﴿وَمَا أَنْتُمْ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا أَنْهَكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾
”اور تمھیں جو کچھ رسول دے، لے لو اور جس سے روکے، روک جاؤ۔“ اور فرمایا:

﴿الْيَوْمَ أَكَلَمْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَنْتُمْ عَلَيْكُمْ نَعْمَلُ وَرَضِيَتُ لَكُمُ الْإِسْلَامُ دِينًا﴾

”آج میں نے تمھارے لیے تمھارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنا انعام بھر پور کر دیا اور تمھارے لیے اسلام کو دین کے طور پر پسند کر لیا۔“

اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ اس نے دین کو مکمل کر دیا ہے۔ اپنے رسول ﷺ کی زبانی اسے پورا کر دیا ہے اور ہمیں اپنی بارگاہ سے نازل کردہ شریعت کو لازم پکڑنے اور بدعاں و اختلافات کو ترک کرنے کا حکم دیا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿إِتَّبِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ طَّقْلِيًّا
مَا تَذَكَّرُونَ﴾

”لوگو! جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے، اس کی پیروی کرو اور اپنے رب کو چھوڑ کر دوسرا سر پرستوں کی پیروی نہ کرو، تم نصیحت کم ہی مانتے ہو۔“⁴

اور ارشاد فرمایا:

﴿وَأَنَّ هَذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَنْتَبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ
سَبِيلِهِ ذَلِكُمْ وَضْلَكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾

”اور یہ (دین) میرا سیدھا راستہ ہے، لہذا تم اسی راہ پر چلوا و تم دوسرا گذشتہ یوں پر مت چلو ورنہ وہ تمسیح اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گی، اللہ تعالیٰ نے تمسیح اس کی تاکید کی ہے تاکہ تم پر ہیزگاری اختیار کرو۔“⁵

اور رسول اللہ ﷺ نے خبر دی ہے کہ امت مسلمہ ہو ہو گز شہزادوں کے طور طریقے اختیار کرے گی۔ صحیحین میں رسالت مآب ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا:

﴿الشَّيْعَنَ سَنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ حَذَوَ الْقَدْدَةَ بِالْقَدْدَةِ حَتَّىٰ لَوْ
دَخَلُوا جُحْرَ ضَبٍّ لَّدَخَلُتُمُوهُ﴾

”تم پہلی امتوں کے راستوں کی پیروی میں ان سے ایسے مشابہ ہو جاؤ گے جس طرح

⁴ الأعراف: 3. ⁵ الأنعام: 153.

ایک تیر و سرے تیر سے مشابہ ہوتا ہے یہاں تک کہ اگر وہ گوہ کے بل میں گھسے تھے تو تم بھی گھس جاؤ گے۔ ”صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا ہم مسلمان یہود و نصاریٰ کی پیروی کریں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اور کون ہو سکتا ہے۔”^۱

دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے خبر دی کہ امّت مسلمہ 73 فرقوں میں بٹ جائے گی اور ایک فرقہ کے علاوہ سارے فرقے جہنم میں جائیں گے۔ صحابہ ؓ نے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ! وہ کون سافرقہ ہے؟ آپ نے فرمایا:

«مَنْ كَانَ عَلَىٰ مِثْلِ مَا أَنَا عَلَيْهِ الْيَوْمَ وَأَصْحَابِي»

”جو آج میرے اور میرے صحابہ ؓ کے ہم مثل راستے پر ہو۔”^۲

جب یہ معلوم ہو گیا تو بدعاۃ کی جو مصیبتوں عالم ہو گئی ہیں، وہ بھی معلوم ہو گئی ہوں گی جن میں سب سے بڑی مصیبۃ اللہ کے ساتھ شرک کرنے، مُردوں کا رخ کرنے، ان سے دشمنوں کے خلاف مدد طلب کرنے، حاجات پوری کرنے اور ان پر بیشائیوں کے دور کرنے کی درخواست ہے جنہیں دور کرنا پروردگار عالم کے سوا کسی اور کے بس کی بات نہیں۔ اسی طرح ان سے تقرب کے لیے نذر آنے اور قربانیاں پیش کرنا، مصیبتوں کے ازالے اور فوائد کے حصول کے لیے ان سے مدد چاہنا۔ اس کے علاوہ دیگر قسم کی عبادتیں مُردوں کے لیے کرنا جو صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے درست ہے اور اقسام عبادت میں سے کوئی بھی عبادت غیر اللہ کے لیے کرنا ایسا ہی ہے جیسے ساری عبادات غیر اللہ کے لیے کرنا کیونکہ اللہ تعالیٰ سارے شرکاء میں شرک سے سب سے زیادہ بے نیاز ہے اور صرف وہی عبادت قبول فرماتا ہے جو خالصتاً اُسی کی

^۱ صحيح البخاري، الاعتصام بالكتاب والسنّة، باب قول النبي ﷺ: [لتبعن سنن من كان قبلكم]، حدیث: 7320، وصحیح مسلم، العلم، باب اتباع سنن اليهود والنصارى، حدیث: 2669.

^۲ جامع الترمذی، الإيمان، باب ماجاء في افراق هذه الأمة، حدیث: 2641.

ذات کے لیے ہوجیسا کہ ارشاد فرمایا:

﴿فَاعْبُدُ اللَّهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّينُ ۝ أَلَا إِنَّ اللَّهَ الْغَالِصُ وَالَّذِينَ أَخْذُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلَيَاءَ مَا لَعَنَهُمْ إِلَّا لِيُقْرَبُونَا إِلَى اللَّهِ رُزْنَفِي طِ إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِي مَا هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۝ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ كُلُّ ذُنْبٍ كُفَّارٌ﴾

”آپ اللہ کے لیے بندگی کو خالص کرتے ہوئے عبادت کریں۔ خبردار! خالص بندگی اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے اور جن لوگوں نے اس کے سوا اولیاء بنا رکھے ہیں (اور کہتے ہیں) کہ ہم ان کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ یہ (بزرگ) ہمیں اللہ سے قریب تر کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درمیان اس بات کا فیصلہ کرے گا جس کے بارے میں یہ لوگ اختلاف کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جھوٹے اور ناشکرے لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔“

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے پوری وضاحت سے بتلا دیا کہ وہ صرف اسی عبادت سے راضی ہوتا ہے جو خالص اس کی ذات کے لیے ہو اور یہ بھی بتایا کہ مشرکین فرشتوں، انبیاء اور بزرگوں کی عبادت اس لیے کرتے ہیں تاکہ وہ انھیں اللہ کے قریب کر دیں اور اللہ کے ہاں ان کی شفاعت کر دیں۔ اور یہ بھی بتا دیا کہ اللہ تعالیٰ جھوٹے اور ناشکرے کو ہدایت نہیں دیتا، پس اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے دعوائے تقرب کو تھلایا، انھیں ناشکراً قرار دیا اور ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ كُلُّ ذُنْبٍ كُفَّارٌ﴾

”اللہ تعالیٰ جھوٹے اور ناشکرے (لوگوں) کو راہ نہیں دکھاتا۔“

اور ارشاد فرمایا:

﴿وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضِرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ آهُلَاءَ

شَفَعَاً وَنَا عِنْدَ اللَّهِ قُلْ أَتَنْبَئُونَ اللَّهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ طَسْبُحْنَاهُ وَتَعْلَى عَنَّا يُشْرِكُونَ ۝

”یہ لوگ اللہ کے سوا ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو انھیں نقصان پہنچا سکیں نہ نفع۔ اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں، آپ کہہ دیجیے کہ کیا تم اللہ کو ایسی چیز کی خبر دیتے ہو جو اللہ تعالیٰ کو معلوم نہیں، نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں؟ وہ ان لوگوں کے شرک سے پاک اور ارفع ہے۔“^①

یعنی اللہ تعالیٰ نے صاف صاف بتلا دیا کہ جو اللہ کے اور اپنے درمیان واسطے بنائے اور ان سے شفاعت کا سوال کرے تو گویا اس نے انھی کی عبادت کی اور اللہ کے ساتھ انھیں شریک تھہرایا کیونکہ شفاعت تو ساری اللہ ہی کے اختیار میں ہے جیسا کہ اس نے ارشاد فرمایا:

﴿قُلْ يَلِلُهُ الشَّفَاعَةُ جَمِيعًا﴾

”کہہ دیجیے! کہ سفارش کا تمام تر مختار اللہ ہی ہے۔“^②

اس کی اجازت کے بغیر کوئی سفارش نہیں کرے گا جیسا کہ ارشاد فرمایا:

﴿مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا يَأْذِنُهُ﴾

”کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کے حضور کسی کی سفارش کر سکے۔“^③

اور فرمایا:

﴿يَوْمَئِذٍ لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذْنَ لَهُ الرَّحْمَنُ وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا ۝

”اس دن سفارش کام نہیں آئے گی مگر جسے رحمٰن حکم دے اور اس کی بات پسند فرمائے۔“^④

اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ صرف تو حید خالص ہی پسند فرمائے گا جیسا کہ ارشاد فرمایا:

① یونس 10:18. ② الزمر 44:39. ③ البقرة 2:255. ④ طہ 20:109.

﴿وَلَا يَشْفَعُونَ لِإِلَّا لِمَنْ أَرَتُهُمْ﴾

”وہ کسی کی سفارش نہیں کرتے، بجز ان کے جن سے اللہ خوش ہو۔“^۱

نیز ارشاد فرمایا:

﴿قُلْ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ قِنْ دُونَ اللَّهِ لَا يُبْلِكُونَ وَثُقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيهَا مِنْ شُرُكٍ وَمَا لَهُمْ مِنْ ظَهِيرٍ وَلَا يَنْتَفِعُونَ بِالشَّفَاعَةِ عِنْدَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ﴾

”کہہ دیجیے! انھیں بلا و جھیں تم نے اللہ کے سوا معبود گمان کر رکھا ہے، نہ ان میں سے کسی کو آسانوں میں ذرہ برابر کوئی اختیار ہے نہ زمین میں میں اور نہ ان کا ان دونوں میں کوئی حصہ ہے، نہ ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار ہے۔ اس کے ہاں صرف اس شخص کی سفارش نفع دے گی جسے اللہ اجازت دے گا۔“^۲

شفاعت برحق ہے لیکن دنیا میں صرف اللہ تعالیٰ ہی سے طلب کی جائے گی جیسا کہ اس نے ارشاد فرمایا:

﴿وَأَنَّ الْمَسْجِدَ بِلِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا﴾

”اور یہ کہ مسجد یہ صرف اللہ ہی کے لیے خاص ہیں، پس اللہ کے ساتھ کسی اور کوئے پکارو۔“^۳

نیز ارشاد فرمایا:

﴿وَلَا تَدْعُ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَإِنْ فَعَدْتَ فِي أَنَّكَ إِذَا قِنْ الظَّالِمِينَ﴾

”اور اللہ کو چھوڑ کر ان چیزوں کو نہ پکارو جو نہ تمھیں کوئی نفع دے سکتی ہیں، نہ کوئی

¹ الأنبياء: 28. ² سباء: 3, 22: 23. ³ الحج: 72: 18.

ضرر پہنچا سکتی ہیں، پھر اگر تم نے ایسا کیا تو اس حالت میں تم بھی ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔^{۱۰}

جب رسول اللہ ﷺ بھی جو سفارش کرنے والوں کے سردار ہیں، مقام محمود کے مالک ہیں، آدم (علیہ السلام) اور ان کے بعد کے انبیاء جن کے جہنم کے نیچے ہوں گے، اللہ کی اجازت کے بغیر سفارش نہیں کریں گے۔ اور خلوق کی ممتاز ترین شخصیت ہوتے ہوئے بھی محمد ﷺ سفارش کا آغاز نہیں کریں گے بلکہ آپ آئیں گے، سجدے میں گرجائیں گے اور اللہ تعالیٰ کی ایسی تعریف کریں گے جو اللہ آپ ﷺ کو سمجھائے گا، پھر آپ ﷺ سے کہا جائے گا: سر اٹھائیں، سوال سمجھیے، آپ کو مرحمت کیا جائے گا، سفارش سمجھیے، سفارش قبول کی جائے گی، پھر آپ کے لیے لوگوں کی تعداد متعین کی جائے گی جنہیں آپ جنت میں داخل کرائیں گے۔

جب محمد ﷺ کا یہ حال ہے تو دیگر انبیاء اور اولیاء کا کیا عالم ہوگا؟ ہم نے جو یہ بات کہی ہے، علمائے اسلام میں سے کوئی اس کا مخالف نہیں ہے بلکہ سلف صالحین، صحابہ، تابعین، ائمہ اور بعد اور ان کے علاوہ جوان کی روشن اختیار کر کے ان کے منج پر چلے، سب اس پر متفق ہیں۔ رہا انبیاء اور اولیاء سے شفاعت کا سوال کرنا، ان کی قبروں پر قبے بنانا، چراغاں کرنا، قبروں کے پاس نماز پڑھنا، ان پر میلہ لگانا، ان کے لیے خدام مقرر کر کے نذرانے پیش کرنا، ان کی قبروں کی تعظیم کرنا تو یہ سب ان بدعاویت میں سے ہے جن کے وقوع پذیر ہونے کی نبی ﷺ نے خبر دی ہے اور ان سے بچنے کی تاکید کی ہے جیسا کہ حدیث میں آپ ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

«لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّىٰ يَلْحَقَ حَيٌّ مِّنْ أُمَّتِي بِالْمُسْرِكِينَ وَحَتَّىٰ تَعْبُدَ فِتَامٌ مِّنْ أُمَّتِي الْأَوْثَانَ»

”قیامت اس وقت تک برپا نہیں ہوگی جب تک میری امت کا ایک قبیلہ مشرکوں سے

نہ جائے اور جب تک امت محمدیہ کی کچھ جماعتیں بتوں کی پرستش نہ کر لیں۔“^۱

رسالت آب صلی اللہ علیہ وسلم نے عقیدہ توحید کی بڑی حفاظت فرمائی، شرک کے جتنے بھی راستے تھے سب بند کر دیے۔ قبر چونا گچ کرنے اور اس پر مزار بنانے سے منع فرمایا جیسا کہ صحیح مسلم میں جابر رض کی حدیث سے ثابت ہے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی بن ابوطالب رض کو یہ حکم دے کر بھیجا کہ کسی اوپھی قبر کو برادر کیے بغیر اور کسی مجسے کو منائے بغیر نہ چھوڑیں۔^۲

اکثر علماء نے قبروں پر بننے قبوں کو منہدم کرنا واجب قرار دیا ہے کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرتے ہوئے بنائے گئے ہیں۔ اسیہی وہ چیز ہے جس نے ہمارے اور لوگوں کے درمیان اختلاف پیدا کیا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ ان لوگوں نے ہمیں کافر تھے ہمیں اور ہم سے جنگ کی۔ ہماری جان و مال کو حلال قرار دیا یہاں تک کہ اللہ ہی نے ہماری مدد فرمائی اور ہم ان پر کامیاب ہوئے۔ یہی وہ چیز ہے جس کی ہم لوگوں کو دعوت دیتے ہیں اور جس کے لیے کتاب اللہ، سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اجماع ائمہ سلف صالحین سے ان پر جلت قائم کرنے کے بعد جیسے: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةً وَيَكُونَ الَّذِينُ كُلُّهُمُ اللَّهُ﴾

”اور تم ان سے اس حد تک لڑو کہ ان میں فساد عقیدہ نہ رہے اور دین پورے کا پورا اللہ ہی کے لیے ہو جائے۔“^۳

^۱ سنن أبي داود، الفتن والعلاحم، باب ما ذكر الفتن ودلائلها، حدیث: 4252، وجامع الترمذی، الفتن، باب ماجاء لا تقوم الساعة حتى يخرج كذابون، حدیث: 2219.

^۲ صحیح مسلم، الجنائز، باب الأمر بتسویة القبر، حدیث: 969.

^۳ الأنفال: 89.

اس ارشادِ بانی کی تعلیم کرتے ہوئے ہم ان سے جنگ کرتے ہیں، اس لیے جس نے دعوت دلیل و جھٹ سے قبول نہیں کی، ہم نے اس سے توار اور نیزے سے جنگ کی جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْبِيِّنَانَ لِيَقُولُوا إِنَّا مِنْ أَنْذِلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ پَارِشَ شَدِيدٌ وَمَنَافِعٌ لِلْبَشَرِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ وَرُسُلُهُ بِالْغَيْبِ طَإِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ﴾

”یقیناً ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلی دلیلیں دے کر بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان (ترازو) نازل فرمائی تاکہ لوگ عدل پر قائم رہیں اور ہم نے لوہا پیدا کیا جس میں بڑی قوت ہے اور لوگوں کے لیے اور بھی (بہت سے) فائدے ہیں تاکہ اللہ جان لے کہ اس کی اور اس کے رسولوں کی مدد و نیکی کون کرتا ہے، بے شک اللہ قوت والا اور زبردست ہے۔“

اور ہم لوگوں کو جماعت کے ساتھ مشروع طریقے سے نماز کی پابندی، زکاۃ ادا کرنے، ماہ رمضان کے روزے رکھنے اور بیت اللہ کا حجج کرنے کی دعوت دیتے ہوئے بھلے کام کا حکم دیتے ہیں اور برعے کام سے روکتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿الَّذِينَ إِنْ مَكِنُتُهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَنْوَلُوا الزَّكُوَةَ وَأَمْرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَا عَنِ الْمُنْكَرِ طَوَّلُهُ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ﴾

”یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم زمین میں ان کے پاؤں جمادیں تو یہ پوری پابندی سے نماز قائم کریں اور زکاۃ دیں اور اچھے کاموں کا حکم کریں اور برعے کاموں سے منع

کریں، تمام کاموں کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔^①
 بس یہی چیز ہے جس کا ہم عقیدہ رکھتے ہیں اور اللہ کے اسی دین کے ہم پابند ہیں جو اس پر عمل کرے، وہ ہمارا مسلمان بھائی ہے۔ اس کے وہی حقوق ہیں جو ہمارے ہیں اور اس پر وہی واجبات ہیں جو ہم پر لاٹو ہیں۔ ہم یہ بھی اعتقاد رکھتے ہیں کہ تبع سنت امت محمد یہ ﷺ گمراہی پر اکٹھی نہیں ہو سکتی، آپ کی امت کی ایک جماعت ہمیشہ حق کی پابند رہے گی۔ انھیں رسوأ کرنے والا اور ان کی مخالفت کرنے والا انھیں ہرگز کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ قیامت تک وہ اسی حال پر رہیں گے۔ وَصَلَى اللَّهُ عَلَى مُحَمَّدٍ.^②

شاہ عبدالعزیز کا اصلاحی کردار

سقوط خلافت اسلامیہ عثمانیہ کے بعد 1343ھ میں شاہ عبدالعزیز مکہ میں داخل ہوئے۔ جب مدینہ اور جده کے علاقے ان کی قیادت میں تھی حکومت کے حدود میں آگئے تو ان کے خلاف کسی غیر ملکی آوازیں انھیں اور انہوں نے ان پر کتنی باتوں کی تہمت لگائی جن سے وہ بربی ہیں۔ کسی نے کہا کہ وہ وہابی مذہب کے ماننے والے ہیں جو پانچواں مذہب ہے۔ انہوں نے حریم شریفین کا تقدس پامال کیا، مسجد نبوی پر بم بر سائے اور عزمیں لوٹیں۔ وہ نبی ﷺ سے محبت نہیں رکھتے، آپ ﷺ پر درود نہیں سمجھتے۔ اس کے علاوہ دیگر کذب بیانیاں بھی کیں جو پہلے دہرانی جا چکی ہیں۔ اسی دوران علمائے اہل حدیث کا ایک گروپ آیا جس نے حج کیا، مسجد نبوی کی زیارت کی اور ان ایامات کو یکسر غلط پایا جوان پر لگائے جا رہے تھے اور ان کے خلاف جھوٹا پروپیگنڈہ کیا جا رہا تھا۔ یہ لوگ اپنے اطمینان کے بعد ہندوستان واپس آگئے تاکہ اتهامات کی تردید کریں اور آنکھوں دیکھی حقیقت حال بیان کریں۔ انہوں نے لکھنؤ اور

❶ الحج 41:22.

❷ شیخ محمد بن عبدالوهاب: مجموع (کارروائی): 8/ 110-115، پرائیویٹ خطوط، نیز دیکھیے الدرر السنیۃ.

دی کافرنس کی تردید کے لیے دو کافر نیں منعقد کیں۔ اخباروں نے، جن میں اخبار اہل حدیث، اخبار محمدی اور روزنامہ زمیندار پیش کیے تھے، شاہ عبدالعزیز کی حقیقی کارگزاری بیان کی۔ انہوں نے حریم شریفین میں جو اصلاحات کیں اور حجاج کے آرام و راحت اور امن و سکون کے لیے جو اقدامات کیے، ان کی تفصیلات شائع کیں۔ مزید برآں ان کے عقیدے کی سلامتی اور اللہ کے دین کے لیے ان کی غیرت و محیت کے جذبات کا حال لکھا۔ شاہ عبدالعزیز جس عقیدے پر مضمبوطی سے قائم تھے، اس کی وضاحت کے لیے انہوں نے خطوط بھی لکھے اور ہر سال حجاج کے وفاد کے رو برو اپنے فکر و عمل کے احوال بھی بیان کرتے رہے۔ اس دوران انہوں نے کم ذی الحجه 1347ھ بہ طابق: 11 مئی 1929ء کو مکہ کے شاہی محل میں ”یہ ہمارا عقیدہ ہے“ کے زیر عنوان ایک جامع تقریر کی۔ اس میں انہوں نے وضاحت سے کہا: لوگ ہمارا نام ”وہابی“ رکھتے ہیں اور ہمارے مذہب کو پانچواں مذہب بھہرا کر ”وہابی“ کہتے ہیں، حالانکہ یہ ایک فاش غلطی ہے جو جھوٹ پروپیگنڈے سے پیدا ہوئی ہے۔ اس کی اشاعت خود غرض لوگ کیا کرتے تھے۔ ہم کسی نئے مذہب یا نئے عقیدہ کے ماننے والے نہیں۔ اور محمد بن عبدالوہاب کوئی نیا مذہب لے کر نہیں آئے، بلکہ ہمارا عقیدہ سلف صالحین ہی کا عقیدہ ہے، ثہیک وہی عقیدہ ہے جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ میں آیا ہے اور جس پر سلف صالحین کا رہنمہ تھے۔

ہم ائمہ اربعہ کا احترام کرتے ہیں، امام مالک، شافعی، احمد اور ابو حیفہ رضی اللہ عنہم کوئی تفریق نہیں کرتے، یہ سب ہماری نظر میں محترم و معظم ہیں۔ ہم فتنہ میں مذہب علی کو اختیار کرتے ہیں۔

یہ وہ عقیدہ ہے جس کی دعوت دینے کے لیے شیخ محمد بن عبدالوہاب ائمہ اور یہی ہمارا بھی عقیدہ ہے۔ یہ عقیدہ اللہ عزوجل کی توحید پر مبنی ہے۔ ہر قسم کی آمیزش سے پاک ہے، ہر بدعت سے منزہ ہے۔ یہی وہ عقیدہ توحید ہے جس کی ہم دعوت دیتے ہیں اور یہی عقیدہ ہمیں آزمائش

و مصائب سے نجات دے گا۔

رہی وہ تجدید جس کی بعض لوگ وکالت کرتے ہیں اور مسلمانوں کو فریب دیتے ہیں کہ اس تجدید میں ہمارے دکھوں کا علاج موجود ہے، میں واضح طور پر کہتا ہوں کہ اس سے کوئی مقصد حاصل نہیں ہوگا۔ یہ تجدید دنیاوی اور آخری دلوں لحاظ سے ہر سعادت سے خالی ہے۔

یقیناً مسلمان جب تک کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی پابندی کرتے رہیں گے بھلائی میں رہیں گے۔ خالص کلمہ توحید کے بغیر ہم سعادت دارین حاصل نہیں کر سکتے۔ ہمیں وہ تجدید ہرگز نہیں چاہیے جو ہمارا عقیدہ اور دین ضائع کر دے۔ ہمیں اللہ عزوجل کی رضا چاہیے اور جو اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے عمل کرے گا، اللہ اس کے لیے کافی ہے۔ وہ اس کا مددگار ہوگا۔ مسلمانوں کو ماڈرن بننے کی ضرورت نہیں۔ انھیں صرف سلف صالحین کے مناج کی طرف واپسی کی ضرورت ہے۔ جو چیز کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ میں آئی، اس پر مسلمانوں نے عمل نہیں کیا تو وہ گناہوں کی کچھ میں غرق ہو گئے۔ اللہ جل شانہ نے انھیں ذیلیل و خوار کیا۔ وہ ذلت و رسوانی کی اس حد کو پہنچ گئے جس پر آج آپ انھیں دیکھ رہے ہیں، اگر وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کو مضبوطی سے تھامے رکھتے تو جن آزمائشوں اور گناہوں میں آج بتلا ہیں، وہ انھیں لاحق نہ ہوتے، نہ وہ اپنی عزت و سر بلندی کو ضائع کر پاتے۔

میرے پاس بے سرو سامانی کے سوا کچھ نہ تھا۔ میں اسی حالت میں تکلا، میرے پاس افرادی قوت بھی نہیں تھی۔ دشمن میرے خلاف اکٹھے ہو گئے تھے لیکن اللہ کے فضل اور اس کی قوت سے مجھے غالب حاصل ہوا اور یہ سارا ملک فتح ہو گیا۔

کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے آج مسلمان مختلف مذاہب میں بٹ گئے ہیں۔ یہ خیال غلط ہے کہ غیر مسلم پر دیسی ہماری مصیبت کا سبب ہیں۔ سب کچھ

ہمارا کیا دھرا ہے۔ اپنی مصیبتوں کا سبب ہم خود ہیں، غور فرمائیے! ایک غیر مسلم پر دیسی کسی ایسے ملک میں جاتا ہے جہاں کروزوں مسلمان موجود ہوتے ہیں اور وہ تہبا اپنے کام میں لگا رہتا ہے تو کیا ایسا تن تہبا شخص لاکھوں کروزوں افراد پر اثر انداز ہو سکتا ہے جب تک کہ مقامی لوگوں میں سے کچھ لوگ اپنے افکار و کردار سے اس سے تعاون نہ کریں؟

نہیں، ہرگز نہیں، غوروں کے یہی معاونین ہماری مصیبتوں اور آزمائشوں کا سبب ہیں۔ ایسے مددگار ہی دراصل اللہ کے اور خود اپنے نفس کے دشمن ہیں، لہذا قبل ملامت وہ کروزوں مسلمان ہیں، نہ کہ غیر مسلم پر دیسی۔ کوئی تحریک کارا یک مضبوط و محکم عمارت میں تحریک کاری کی جتنی چاہے کوشش کر لے جب تک عمارت میں شگاف نہ پڑے اور کہاں گھسنے کی راہ ہموار نہ ہو، وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ یہی حال مسلمانوں کا ہے۔ اگر وہ متفق و متحداً اور یک جان رہیں تو کسی کی مجال نہیں کہ ان کی صفوں میں سوراخ کر دے اور ان کا کلہ منتشر کر دے۔

اس ملک میں کچھ ایسے لوگ موجود ہیں جو اسلامی جزیرہ نماۓ عرب کو نقصان پہنچانے، اندر ہی اندر اس پر ضرب لگانے اور ہمیں تکلیف دینے کے لیے غیر مسلم تارکین وطن کی مدد کرتے ہیں، لیکن ان شاء اللہ جب تک ہماری بیض چل رہی ہے، ان کی یہ نہ موم خواہش پوری نہیں ہوگی۔

مسلمان متفق ہو جائیں، کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ پر عمل کریں، اس طرح وہ یقیناً کامیاب اور بعافیت رہیں گے۔ پس مسلمانوں کو چاہیے کہ آگے بڑھیں، اللہ کی کتاب اور اس کے نبی محمد ﷺ کی سنت میں جو کچھ آیا ہے، اس پر عمل کرنے اور توحید خالص کی دعوت دینے کے لیے آپس میں متحد ہو جائیں تو میں بھی ان کی طرف قدم بڑھاؤں گا اور جو کام وہ کریں گے اور جو تحریک لے کر وہ انجیں گے، میں ان کے دوش بدؤش رہ کر ان کا ساتھ دوں گا۔

اللہ کی قسم! مجھے حکومت پنڈ نہیں۔ یہ اچاک میرے ہاتھ آگئی ہے۔ میں صرف رضاۓ الہی

کا آرزو مند ہوں اور تو حیدر کی دعوت دینا چاہتا ہوں۔ مسلمان اسے مضبوطی سے پکڑنے کا عہد کریں اور متحد ہو جائیں۔ یوں میں ایک بادشاہ، ایک لیڈر یا ایک امیر کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک خادم کی حیثیت سے ان کے شانہ پر شانہ چلوں گا۔^۱

23 محرم 1348ھ بمطابق یکم جولائی 1929ء کو ایک تقریر میں انہوں نے فرمایا:

آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ بعض لوگ راہ ہدایت سے الگ ہو گئے ہیں، صراط مستقیم سے ہٹ گئے ہیں۔ اور ان چالوں کی وجہ سے جو بعض مدعاں اسلام چلتے ہیں اور اسلامی غیرت کا اعلان اور اظہار کرتے ہیں، شیطان کے پھندے میں پڑ گئے ہیں۔ اللہ گواہ ہے کہ دین ان سے اور ان کی کارستائیوں سے بری ہے۔

میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں اور برابر کہتا رہوں گا کہ جتنا خطرہ مجھے بعض مسلمانوں سے لاحق ہے، اتنا غیر مسلم تارکین وطن سے نہیں کیونکہ ان کا معاملہ عیاں ہے، ان سے پچنا ممکن ہے، ان کے حملوں کو روکنے، ان کی چال بازیوں کو ناکام بنانے کے لیے تیاری ممکن ہے، یہ لوگ اسلام کے نام پر ہم سے جنگ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے، رہے بعض مسلمان تو یہ لوگ اب تک نجد اور اہل نجد کے خلاف اسلام اور مسلمانوں کے نام پر چالیں چلتے ہیں اور اسلام کا نام لے کر اپنے مسلمان بھائیوں سے جنگ کرتے ہیں۔

حکومت عثمانیہ بحیثیت اسلامی حکومت لوگوں سے زیادہ قریب تھی۔ اس نے ہم سے اسلام اور مسلمانوں کے نام پر کئی شدید جنگیں کیں۔ ہر طرف سے ہمارا محاصرہ کر لیا۔ مدت پاشانے قطیف اور احساء کی جانب سے ہم سے جنگ کی، حجاز اور یمن کی طرف سے لشکر جرار کی چڑھائی کرادی، شمالی جانب سے عثمانی لشکر چڑھ آیا، یہ میں نیست و نابود کرنے اور اندر خانہ مارنے کے لیے ہر جانب سے محاصرہ کر لیا گیا۔ کیسی کیسی جھوٹی باتیں گھڑی گئیں، غلط باتوں کی کیسی دھوک

^۱ دیکھیے المصطف والسيف جمع محدثين القابسي، ص: 55, 56.

اڑائی گئی۔ دعوت حق کو تحریک وہابیت کا نام دیا گیا۔ اسے نیا مذهب بتایا گیا۔ امام محمد بن عبد الوہاب رض پر تہمت لگائی گئی کہ وہ تحریک وہابیت کی ایک نئی بدعت لے کر آئے ہیں اور وہابیوں سے جنگ کرنا فرض ہے، پھر خوبصورت الفاظ سے کافنوں کو دھوکے دیے گئے۔ ہم سے جنگ کی گئی۔ بھولے بھالے اور کم عقل عوام کو ہمارے خلاف بہکایا گیا۔ وہ دھوکا کھا گئے اور حکومت کی باتوں میں آ کر ہم سے دشمنی کرنے لگے۔ لیکن ان تمام باتوں کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ہمیں فتح و نصرت عطا فرمائی۔ اس دور میں اوروں نے بھی ہمارے ساتھ یہی سلوک کیا، ہمیں چاروں طرف سے گھیر لیا اور دین ہی کے نام پر ہمیں ختم کرنا چاہا لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان پر کامیابی عطا فرمائی اور اپنے کلمے کو بلند و بالا رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے قوتِ توحید سے جو دلوں میں ہے اور طاقت ایمان سے جو سینوں میں ہے، ہماری مدد فرمائی۔

دلتائے قلوب اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ توحید نے صرف ہماری ہڈیوں اور جسموں ہی پر قبضہ نہیں کیا بلکہ ہمارے دلوں اور اعضاء و جوارح پر بھی اس کا قبضہ اور غالبہ ہو گیا ہے۔ ہم نے تو حید کو شخصی مقاصد پورا کرنے اور مال غنیمت کے حصول کا آلہ کار نہیں بنایا بلکہ ہم اسے مضبوط عقیدے اور قوی ایمان کے ساتھ تھامے ہوئے ہیں تاکہ اللہ ہی کا کلمہ بلند رکھا جائے۔^{۱۰}

یہ ہماری حقیری کوشش ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے اتنا ہے کہ وہ اس عمل کو اپنی ذات کریم کے لئے خالص بنائے اور اس کے ذریعے طالبان علم و معرفت کو ہمیشہ نفع پہنچائے۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَصَلَّى اللّٰهُ وَسَلَّمَ عَلٰی سَيِّدِنَا وَرَبِّنَا مُحَمَّدٍ
وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ أَجْمَعِینَ.

¹⁰ دیکھیے المصحف والسيف، ص: 59,58.

پس نوشت

احمد کامران (ریسرچ فیلڈ ارالسلام لاہور)

اب تک جو معروضات کی گئی ہیں، ان کے مطالعے کے بعد درج ذیل حلقہ پر پھر توجہ فرمائیے اور اس پورے معاملے پر حصی نظر ڈالیے۔

زندگی رب ذوالجلال کی بہت بڑی نعمت ہے اور نہایت عظیم الشان مقاصد کے لیے دی گئی ہے۔ جن لوگوں نے اس زندگی کو خود غرضی، ہیرا پھیری، الزام و دشام، عیش و عشرت اور جسم و جنس کے مطالبوں پر ضائع کیا، وہ تاریخ کے کبائر خانے میں پھینک دیے گئے..... اس کے عکس وہ لوگ جو زندگی کو اللہ رب العزت کی امانت سمجھتے تھے، وہ ہر عیش سے منہ موڑ کر اور ہر صعوبت برداشت کر کے آخر دم تک مقاصدِ حسن کے لیے کام کرتے رہے اور تاریخ کے ایوان میں شہیدوں کی طرح سرخ رو ہو کر لازوال ہو گئے۔ شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رضی اللہ عنہ ایسی منفرد انسانوں میں سے تھے۔ وہ احیائے دین ہی کے لیے جیے۔ اسی اور رسی مسلمانوں کو سچا اور کھرا مسلمان بنانے کے لیے دن رات جدوجہد کرتے رہے۔ طرح طرح کی مصیبیں جھیلتے رہے۔ اور اسی مقدس جدوجہد میں اللہ کو پیارے ہو گئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمة واسعة

شیخ موصوف بارہویں صدی ہجری میں منظر عام پر آئے۔ اس وقت امت مسلمہ کے فکر و عمل کا کیا حال تھا؟ یہ ایک دل دوز داستان ہے۔ مسلمانوں کی اکثریت نے رب العزت کی بندگی فراموش کر دی تھی۔ عقولوں پر نیند طاری تھی، ظنون و اوهام کی پیروی کی جا رہی تھی، ذلت و مسکنت چھائی ہوئی تھی۔ ہندوستان کے بے شمار مسلمانوں کی پیشانیاں قبروں اور آستانوں پر جھکی ہوئی تھیں۔ مصر میں بدوسی و رفاقتی، عراق میں سیدنا علی المتفقی، حضرت حسین بن علیؑ،

امام ابوحنیفہ اور شیخ عبد القادر جیلانی، یمن میں ابن علوان، مکہ مکرمہ اور طائف میں ابن عباس رض سے مرادیں مانگی جاتی تھیں۔ خاص طور پر اہل نجد اخلاقی انجھاط کا شکار تھے۔ لوگوں کا بہت بڑا طبقہ صدیوں سے مشرکانہ عقیدوں کی زندگی بر کرتا چلا آ رہا تھا۔ جیلیہ میں حضرت زید بن خطاب رض کی قبر اور وادی غیرہ میں حضرت ضرار بن ازور رض کا قبہ شرک و بدعت کے اعمال کا گڑھ بن گیا تھا۔ علاقہ بلیدۃ الفداء میں ایک پرانا درخت تھا، اس کے بارے میں یہ عقیدہ عام تھا کہ یہ لوگوں کو اولاد دعطا کرتا ہے۔ اس فاسد عقیدے کی وجہ سے بے شمار عورتیں آتی تھیں اور اس درخت سے چٹی رہتی تھیں۔ درعیہ میں بعض صحابہ کرام رض سے منسوب قبروں پر جاہلناہ عقیدت کے مظاہر عام تھے۔ اسی علاقے کے قریب ایک غار تھا، یہاں لوگ شرمناک افعال انجام دیتے تھے۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ جیسے مقدس شہر بھی شرک و بدعت کے افعال سے محفوظ نہیں تھے۔ مسجد نبوی میں عین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرقد کے قریب مشرکانہ صدائیں بلند کی جاتی تھیں اور غیر اللہ کے ویلیوں سے مرادیں مانگی جاتی تھیں۔ ایک موقع پر شیخ محمد رض مسجد نبوی میں موجود تھے۔ لوگ استغاشہ واستعانت کی صدائیں میں گم تھے اور عجیب و غریب حرکتیں کر رہے تھے۔ اسی لمحے مدرسی حدیث کے جلیل القدر معلم محمد حیات سندی رض جو شیخ محمد کے اتالیق بھی تھے، وہاں آگئے۔ شیخ نے جاہلناہ حرکتیں کرنے والوں کی طرف اُنگشت نمائی کی اور پوچھا: ان لوگوں کی نسبت آپ کی کیا رائے ہے؟ موصوف نے معا سورہ اعراف کی یہ آیت پڑھی:

﴿إِنَّهُؤَلَاءُ مُتَّبِرُّ مَا هُمْ فِيهِ وَبَطْلٌ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾

”یہ لوگ جس کام میں لگے ہوئے ہیں، وہ باطل ہے اور نیست و نابود ہو کر رہے گا۔“^①
مذہبی حالت کے علاوہ عرب کی سیاسی اور سماجی حالت بھی خراب تھی۔ عثمانی ترکوں کی

حکمرانی کا سکرہ چل رہا تھا، نجد چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں پٹا ہوا تھا۔ خانہ جنگی عام تھی۔ فقر و فاقہ مسلط تھا۔ ترکوں کے زیر اہتمام مصر سے رقوم آتی تھیں اور مزاروں کے مجاوروں اور متولیوں میں بانٹی جاتی تھیں۔ لوگوں کی گزربسر مزاروں، قبروں اور آستانوں کی مجاوری، گداگری اور لوٹ کھسوٹ پر موقوف تھی۔ یہ حالات دیکھ کر شیخ کا حساس دل تڑپ اٹھا اور وہ لا إله إلا الله محمد رسول الله کی دعوت کا پرچم لے کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ ان کی دعوت کا خلاصہ یہ ہے: ① عقیدہ و عمل کی بنیاد صرف قرآن و سنت کی تعلیمات پر رکھی جائے۔ ② نماز، روزہ، حج اور ادائے زکاۃ کا التزام کیا جائے۔ ③ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات صرف اسی کی ذاتِ عالیٰ سے وابستہ ہیں، ان میں کسی کو شریک نہ تھہرا�ا جائے۔ ④ ہر چیز اللہ تعالیٰ ہی کے قبضے میں ہے، پس اللہ کے سوا کسی سے کچھ نہ مانگا جائے۔ ⑤ پختہ قبریں اور مقبرے نہ بنائے جائیں۔ ⑥ شراب، تمباکو، ججو، جادو، ریشم اور سونا نہایت تختی سے منوع ہے۔

شیخ صلی اللہ علیہ وسالم کا جذبہ حق پرستی بڑا پر جوش تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ ان کی دعوت ہر مسلمان کے رُگ و ریشے میں نفوذ کر جائے اور برگ و بارلائے۔ انہوں نے دعوت کا آغاز اپنے گھر سے کیا۔ ان کے والد جناب عبدالوہاب صلی اللہ علیہ وسالم اپنے نور نظر کی حق پرستی اور علمی وجاہتوں سے اتنے خوش ہوئے کہ انہوں نے خود نماز پڑھانی موقوف کر دی اور اپنے داعی الی اللہ بیٹی کو آگے بڑھا کر امامت کے مصلی پر کھڑا کر دیا۔ شیخ صلی اللہ علیہ وسالم نے اپنے اہل خانہ، عزیز واقارب اور عینہ کے رہنے والوں کے علاوہ دور و نزدیک کے تمام اکابر و اصحاب کو اصل دین کی طرف رجوع کی دعوت دی۔ موصوف کا خیال تھا کہ با اثر حکام کی مدد حاصل کیے بغیر دعوت کا کام آگے نہیں بڑھے گا، چنانچہ انہوں نے امیر عینہ عثمان بن معمر کو بقول حق کی دعوت دی تو اس نے خوشی سے قبول کر لی لیکن ملال کی بات یہ ہے کہ وہ اس عظیم دعوت پر استقامت نہ دکھا سکا۔ شیخ نے عثمان بن معمر کو اپنی رفاقت میں رکھ کر نماز باجماعت کا اہتمام کیا جو پہلے اس علاقے میں مفقود تھا۔

نماز نہ پڑھنے والوں اور جماعت کا اترام نہ کرنے والوں کے لیے سزا میں تجویز کیں۔ شرک و بدعت کے اذوں کا صفائی کر دیا۔ جن درختوں کی پوچا کی جاتی تھی وہ کٹوادیے اور جن قبروں اور قبوں کو بجاو ماذی سمجھا جاتا تھا، انھیں ڈھا دیا۔ یہ کوئی انوکھا اقدام نہیں تھا۔ حضرت عمر بن علیؓ نے بھی بہت سے دینی مصالح کی بناء پر وہ درخت کٹوادیا تھا جس کی چھاؤں میں جناب رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک پر بیعتِ رضوان ہوئی تھی۔ کچی قبروں اور قبوں کو مسماਰ کرنے کے بارے میں علامہ ابن حجر الشیعی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب الزواجر عن اقتراف الكبائر میں فرماتے ہیں: و تحب المبادرة لهدمها و هدم القباب التي على القبور إذ هي أضر من مسجد الضرار يعني قبروں اور ان پر بننے ہوئے قبوں کو فوراً مسمار کر دینا چاہیے، اس لیے کہ یہ ”مسجد ضرار“ سے بھی زیادہ خطرناک ہیں۔ واضح رہے کہ شیخ محمد بن عبد الوہاب زیارت قبور کے خلاف نہیں تھے۔ وہ ان مشرکانہ رسوم اور خرافات کے خلاف تھے جو قبروں اور آستانوں پر روکشی جاتی تھیں۔ اسی موقع پر آپ نے تبلیغی رسالے لکھنے کا سلسلہ شروع کیا جو مرتبہ دم تک جاری رہا۔

عینہ میں اصلاح عقیدہ و عمل کا کام آہستہ آہستہ پھیلتا جا رہا تھا کہ ایک دن ایک عجیب والقد پیش آیا۔ ہوا یوں کہ ایک لڑکی کسی کمزور لمحے میں جوانی کی بھول کا ہکار ہو گئی۔ یہ لڑکی شادی شدہ تھی۔ اپنے گناہ پر بہت نادم ہوئی۔ شیخ کی خدمت میں پہنچی۔ سارا ماجرا ستایا اور سنبھلیں نجات کی خواہش ظاہر کی۔ شیخ اس لڑکی کی روادوں کرناٹے میں آگئے۔ انھوں نے اس ایسے کے تمام پہلوؤں کی چھان پھٹک کی اور اس بدقسمت لڑکی پر بار بار جرج کرتے رہے۔ وہ ہٹ کی پکی تھی، ملنی نہیں۔ رہ رہ کر افراہ گناہ کرتی رہی، چنانچہ شیخ نے سنگاری کا فیصلہ نہادیا اور عثمان بن معمر نے مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ اس لڑکی کو سنگسار کر دیا۔

لڑکی کے سنگسار ہو جانے کی خبر سارے نجد میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ اس زمانے

میں یہ اپنی نوعیت کا انوکھا واقعہ تھا۔ جس نے سادم بخود رہ گیا۔ خاص طور پر وہ مالدار لوگ بہت گھبرائے جو زر خرید عیاشیوں سے رنج گھے کرتے تھے۔ اللہ اللہ! اللہ رب العزت کے احکام کی تعیل میں کس قدر برکتیں اور خیر کثیر چھپی ہوئی ہے، جب تک اللہ تعالیٰ کے حکموں پر عمل نہیں کیا جاتا، اس وقت تک ان حکموں میں چھپی ہوئی زبردست حکمتیں اور فیوض و برکات بھی عیاش نہیں ہوتے۔ اس کا اندازہ اسی سنگاری کے واقعے سے لگائیے کہ جو نبی یہ واقعہ رونما ہوا سابقہ حالت یکسر بدل گئی اور شیخ محمد بن عبد الوہاب کی دعوت گھر گھر پھیل گئی۔ پہلے کوئی شیخ کی بات پر توجہ نہیں دیتا تھا، اب سمجھی شیخ کی طرف متوجہ ہو گئے اور ہر جگہ انہی کی تحریک کا چرچا ہونے لگا۔ ہوتے ہوتے یہ خبر حکام بالا کو پہنچی۔ احساء و تقطیف کا حاکم اعلیٰ سلیمان بن محمد عزیز حمیدی بدمعاش اور عیاش آدمی تھا۔ اسے یہ خبر سن کر بڑا غصہ آیا۔ اس نے امیر عینہ عثمان بن معمر کو فوراً لکھا: مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمہارے ہاں ایک مطوع شرمنی فیصلے لاگو کر رہا ہے۔ اسے فوراً قتل کر دوورہ ہم تھیں جو سالانہ بارہ سو دینار اور دیگر امداد تھیتھے ہیں، وہ بند کر دی جائے گی۔ عثمان بن معمر یہ حکم نامہ پا کر سرا سیمہ ہو گیا۔ اسے اپنے منصب اور درہم دینار چھن جانے کا خطرہ لاقن ہوا تو اس نے شیخ محمد کو عینہ سے باہر نکل جانے کا حکم دے دیا۔

جو لوگ اللہ رب العزت کو اپنا دل دے دیتے ہیں، ان کے لیے اپنے وطن کے مالوقات بھی کوئی کشش نہیں رکھتے۔ وہ جہاں جاتے ہیں، نیکی کے شیج بوتے ہیں اور اعمال صالحی کی فصلیں تیار کرنے لگتے ہیں۔ شیخ نے جلاوطنی کا حکم صبر اور سکون سے سنا۔ وہ بڑی بے بُی اور تھی دامنی کی حالت میں عینہ سے نکلے۔ در عینہ کا قصد کیا۔ بے آب و گیاہ صحرائی و سعتیں تھیں، شدید گرمی تھی، کڑی دھوپ پڑ رہی تھی اور شیخ بڑا تن بے قدر یہ پیدل چلے جا رہے تھے۔

لیے جاتی ہے کہیں ایک توقع غالب

جادہ رہ کشش کافِ کرم ہے ہم کو

پیچھے پیچھے عثمان بن معمر کا فرستادہ سپاہی فرید انظری گھوڑے پر سوار چلا آتا تھا۔ اس نے دیرانے میں شیخ کو قتل کرنے کے لیے ہاتھ اٹھانا چاہا مگر اللہ کی ایسی زبردست نصرت آئی کہ وہ اس نہ موم ارادے سے خود ہی ڈر گیا اور ائلے پاؤں عینہ بھاگ گیا۔

شیخ محمد بن عبد الوہاب در عیہ پہنچے۔ امیر در عیہ محمد بن سعود اور ان کے بھائیوں نے شیخ کا پرتاک خیر مقدم کیا۔ موصوف نے محمد بن سعود کو بھی دعوت حق کی ترغیب دی جو اس نیک بخت انسان نے قبول کر لی۔ یوں شیخ محمد بن عبد الوہاب اور خاندانِ سعود میں باطل عقائد کے خاتمے اور اللہ کے دین کے نفاذ کے لیے **وَتَعَاوُنًا عَلَى الْبَرَّ وَالتَّقْوَىٰ** کامعاہدہ طے پا گیا۔ اس کی برکت سے وہ عظیم الشان انقلاب ظہور میں آیا کہ خاندان سعود کو اللہ تعالیٰ نے پورے ملک کی فرمانروائی عطا کر دی۔ اور سارے جزیرہ نماۓ عرب سے شرک و بدعت اور مکروہات و خرافات کا خاتمہ ہو گیا۔ آج وہاں توحید کے زبردست حنات و برکات کا کھلے عام مشاہدہ ہو رہا ہے۔ الحمد للہ! دنیا بھر میں کہیں اتنا امن و استحکام اور عدل و انصاف موجود نہیں جتنا سعودی عرب میں ہے۔ یہ سب کچھ شرک و بدعت کے خاتمے اور دین قیم کے نفاذ کا فیضان ہے۔

کسی دعوے یا دعوت کی سچائی پر کھنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ اس کے داعی کا عمل دیکھا جائے اور یہ جانچا جائے کہ وہ دنیاوی شان و شوکت، مال و زر، اوپنچے عہدے اور نفسانی مظلوبات و مرغوبات کا دل دادہ تو نہیں ہے؟ اگر وہ ان چیزوں سے دور ہے تو یقیناً سچا ہے۔ اس کسوٹی پر شیخ محمد کو پرکھا جائے تو وہ کامل معنوں میں پچ، کھرے، مخلص، بے لوث اور مثالی مسلمان نظر آتے ہیں۔ بے داغ صداقت کی وجہ سے تمام اہل نجد شیخ محمد کے فدائی بن گئے تھے اور شیخ کے کیریکٹر کی بلندی اور دعوت کی سچائی کی بدولت سارا نجد شیخ کی زندگی ہی میں خاندانِ سعود کے زینگیں آ گیا تھا۔ امیر محمد بن سعود اور ان کے جانشین امیر عبدالعزیز شیخ کی

راہوں میں آنکھیں بچھاتے تھے اور ان سے مشورہ کیے بغیر کوئی کام نہیں کرتے تھے۔ مگر شیخ نے اپنے اس عالی رتبے سے کبھی کسی قسم کا کوئی فائدہ نہیں اٹھایا۔ وہ دعوت الی اللہ ہی کے فروع کی دھن میں سرگرم عمل رہے۔ کسی اونچے منصب، عیش و راحت یا دنیاوی مال و دولت کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ انہوں نے اپنی اولاد کو بھی اعلیٰ درجے کی دینی تعلیم و تربیت دی اور دنیاوی جاہ و حشم اور مال و زر کی طمع سے دور رکھا۔ اللہ کا کتنا بڑا کرم ہے کہ آج بھی ان کی اولاد و احفاد سعودی عرب میں عظیم دینی خدمات انجام دے رہی ہے۔ اور کسی دنیاوی منصب یا منفعت سے کوئی تعلق نہیں رکھتی۔ شیخ کی اولاد سعودی عرب میں ”آل شیخ“ کے نام سے معروف ہے اور انہی کی عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے۔

تاریخ شاہد ہے کہ دنیا میں جب بھی دعوت حق کا ظہور ہوا ہے، اس کا واسطہ تین طرح کے لوگوں سے پڑا ہے: ① وہ لوگ جنہوں نے دعوت قبول کر لی۔ ② وہ لوگ جنہوں نے قبول نہیں کی اور چُپ چاپ اپنی ڈگر پر چلتے رہے۔ ③ اور تیسرا قسم ان لوگوں کی ہے جنہوں نے نہ صرف دعوت قبول نہیں کی بلکہ وہ دائی اور دعوت کے دشمن بن گئے اور آخر دم تک دعوت حق کا چراغ بچانے کی مدد و مولہ کوشش کرتے رہے۔ ہر دائی حق کی طرح شیخ محمد بن عبدالوہاب پر بھی یہی ماجرا گزرا۔ انہوں نے کوئی نئی چیز پیش نہیں کی۔ ان کی ساری دعوت، تمنا اور ترپ صرف یہ تھی کہ مسلمان فضول باتیں ترک کر دیں۔ قرآن و سنت کی طرف پلٹ آئیں اور چے عملی مسلمان بن جائیں۔ بنابریں بارہویں صدی ہجری کی اتنی پیچی، اتنی پاکیزہ اور اس قدر دل ربا انقلابی دعوت کو دوسرا صدی ہجری کی خارجی وہابیت سے مفسوب کرنا حق و صداقت کی آخری توہین اور عہد جدید کا سب سے بڑا فرماڈا ہے۔

فرنگی سامراج، ترکی اور مصری مدتلوں شیخ الاسلام پر ریکھ حملے کرتے رہے۔ ان کی مک پر مامور یا مجبور علماء، مزاروں کی آمدی سے مالا مال پیر فقیر، ان کے مرید اور متولیین بھی کم و بیش

ڈھائی سو سال سے الزام و دشام کے تیر بر ساتے آرہے ہیں۔ اگر ایک انسان کا قاتل پوری انسانیت کا قاتل ہے تو شیخ محمد کی دعوت حق پر جھوٹے الزامات لگانے اور سچائی کا خون کرنے والوں کو کیا کہا جائے گا؟

خدا تجھے کسی طوفان سے آشنا کر دے
کہ تیرے بحر کی موجودی میں اندراب نہیں



پچھے فاضل مؤلف کے بارے میں

اس کتاب کے مؤلف ڈاکٹر محمد بن سعد الشویر، شقراء میں پیدا ہوئے۔ وہیں ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ معہد علی، ریاض، پھر کلیہ اللہیہ العربیہ سے فراغت حاصل کی۔ 1967ء میں بیروت میں یونسکو کے ریاستی مرکز سے ڈپلوما تربیہ کیا۔ 1973ء میں، قاہرہ یونیورسٹی سے ڈپلوما احصائیات کیا۔ سربراہان اعلیٰ لیبرفورس انسٹی ٹیوٹ سے تین آفیشل ٹریننگ کورس کیے۔ 1973ء میں ازہر یونیورسٹی، قاہرہ سے ایم، اے کیا۔ 1977ء میں ازہر یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کی (محدث) ڈگری حاصل کی۔ شعبہ تعلیم میں وزارت معارف، پھر صدر دفتر برائے تعلیم نواد میں کام کیا۔ آجکل مشیر دفتر سماحت مفتی عام مملکہ عربیہ اور اسلامک ریسرچ میگزین کے چیف ایڈٹر ہیں۔ ان دروں اور بیرون ملک کا نفر نہیں، سینیٹاروں اور جوبلیوں میں شریک ہوتے ہیں۔

ان کی بیس کتابیں زیور طباعت سے آراستہ ہو چکی ہیں جن میں تاریخ شقراء، تاریخ حائل نجد، 50 سال قبل، حمایۃ الإسلام للمرأة، المرأة بین نور الإسلام و ظلام الحاھلیۃ، مکانات حسن الخلق اور عقوبة الجرمیۃ فی الإسلام، قابل ذکر ہیں۔ ریاضی میں اصلاحی کلب اور جمعیت وغیرہ میں ثقافتی کمیٹی کے ممبر ہیں۔

مُؤْلِفُ كے جواہر پارے

اولیٰ: إسلاميات

- ① حماية الإسلام للمرأة
- ② المرأة بين نور الإسلام وظلم الجاهلية
- ③ عقوبة الجريمة في الإسلام
- ④ حسن الخلق ومكانته وحقيقة
- ⑤ بين الثالث واليدين
- ⑥ الأمان والأمان في القرآن الكريم
- ⑦ الغيبة والنمسنة
- ⑧ وقفات مع أبي ريه في كتاب دين واحد

ثانیاً: آداب

- ⑨ الحصریان
- ⑩ الحصری القیرانی والنقر في زهر الآداب
- ⑪ أبو المستقمق ستاعر الفقر والسخرية
- ⑫ عبدالله بن رواحة رائد الستعر الجهادي في الإسلام

تالیف: تاریخ

(۱۳) فصول من تاریخ شقراء

(۱۴) فصول من تاریخ حائل نجد قبل 250 عاماً

(۱۵) صحیح مفہوم تاریخي حول وعرة الشیخ محمد بن عبدالوهاب



/ مصادر و مراجع /

اسم المصنف	اسم الكتاب	
محمد كمال جمعه	انتشار دعوة الشيخ محمد بن عبدالوهاب خارج الجزيرة العربية	1
أحمد الناصري	الأحاديث القدسية	2
زركلي	الاستقصاء لأخبار دول المغرب الأقصى	3
عباس بن إبراهيم	الأعلام	4
عبد الله بن سعد بن رويد	الإمام محمد بن عبد الوهاب	5
شيخ عبدالعزيز بن باز	الإمام محمد بن عبد الوهاب، دعوته و سيرته	6
ابن عذاري المراكشي	بيان المغرب في أخبار الأندلس و المغرب	7
الشيخ فوازن السابق	بيان المفيد فيما اتفق عليه علماء مكة و نجد من عقائد التوحيد. الطبعة الأولى	8
شارلي أندربي تعریب محمد مزالی و البشير بن سلامة	بيان والإشمار	9
ابن حجر الطبری	تاريخ أفریقيا الشمالية	10
	تاریخ الطبری	11

شیخ حسن بن غنام، تحقیق عبدالعزیز آل الشیخ و الدکتور محمد اسد	تاریخ نجد	12
ابن الأثیر	الترجمانة الكبرى	13
جامع الأصول في أحاديث الرسول ﷺ	جامع الأصول في أحاديث الرسول ﷺ	14
جامع الترمذی	جامع الترمذی	15
جريدة "عکاظ" جدة السعودية	جريدة "عکاظ" جدة السعودية	16
الحلل السنديّة	الحلل السنديّة	17
الدر السنديّة في فتاوى النجاشية	الدر السنديّة في فتاوى النجاشية	18
الدولة السعودية	الدولة السعودية	19
رحلة بورک هارت بلاد العرب	رحلة بورک هارت بلاد العرب	20
رحلة عبر الجزرية العربية	رحلة عبر الجزرية العربية	21
روضة الناظرين من مؤثر علماء نجد و حوادث السنين	روضة الناظرين من مؤثر علماء نجد و حوادث السنين	22
سنن أبي داود	سنن أبي داود	23
السحب الرابلة على ضرائح الحنابلة	السحب الرابلة على ضرائح الحنابلة	24
صحیح البخاری	صحیح البخاری	25
صحیح مسلم	صحیح مسلم	26
صحیفة (Islamika) الألمانية	صحیفة (Islamika) الألمانية	27
عجائیب الآثار في التراثم والأخبار	عجائیب الآثار في التراثم والأخبار	28
عقیدة محمد بن عبدالوهاب السلفیة	عقیدة محمد بن عبدالوهاب السلفیة	29

شیخ عبدالله بن عبدالرحمن البسام	30 علماء نجد خلال ستة قرون
ابن بشير	31 عنوان المسجد في تاريخ نجد
سید قطب	32 في ظلال القرآن
الفردبل، ترجمة: عبدالله بدوي	33 الفرق الإسلامية في شمال أفريقيا
ابن حزم	34 الفصل في الملل والأهواء والنحل
الشيخ إسماعيل الأنصاري	35 قرآن كريم
ابن الأثير	36 القول الفصل في مولد خير الرسل
جمع و نشر جامعة الإمام محمد بن سعود، الرياض	37 الكامل
أحمد بن حجر آل طامي	38 مؤلفات و رسائل الشيخ محمد بن عبد الوهاب
محمد بن عبد الوهاب ايك مظلوم او ربنا مسعود عالم ندوی	39 محمد بن عبد الوهاب
محمد بهجت الأثري	40 محمد بن عبد الوهاب مصلح
شماره: 60، سنة 1421هـ	41 محمد بن عبد الوهاب، داعية التوحيد والتجدد في العصر الحديث
شماره: 4,3، 1419هـ	42 مجلة كلية الآداب بفاس (شعبة التاريخ)
شماره شوال: 1419هـ	43 مجلة "البحوث الإسلامية" الرياض
عبدالرحمن آل الشيخ	44 مجلة "الدرعية" الرياض
شیخ عبداللطيف بن عبدالرحمن بن حسن	45 مجلة "الفيصل" الرياض
	46 مشاهير علماء نجد
	47 مصباح الظلام

48	من أدب الدعوة في جنوب الجزيرة	
49	المصحف والسيف	
50	المعيار المعربي في فتاوى أهل المغرب	
51	المغرب الكبير	
52	السلل والنحل	
53	الوثائق العثمانية، ج: 2	
54	الوهابيون والمحاجز	



خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کی دعوت توحید نے ایک دوسرے کے دشمن عرب قبائل کو متحد کر کے ساری دنیا کا امام بنادیا تھا۔ پھر صدیوں کی گردشوں کے بعد ایسا زوال اور زلزلے آئے کہ مسلمان دنیا طلب اور راحت کو شکننے لگے۔ قرآن و سنت کی صراطِ مستقیم سے دور جا پڑے۔ تاریخ کے جبر کا شکار ہو گئے۔ شرک و بدعت کی خندق میں گر گئے۔ ان کی طلبی وحدت پارہ پارہ ہو گئی اور وہ وحدہ لا شریک کی بجائے قبروں اور آستانوں کو پوچھنے لگے۔ رحمت پر درگار پھر جوش میں آئی۔ بارہ ہوئیں صدی بھری میں مرزیں عرب تھیں میں رسول اللہ ﷺ کا ایک ایسا فدائی پیدا ہوا۔ جس نے اپنے ایمان و یقین، سوز باطن اور عملِ پیغمبر سے قبروں اور آستانوں پر جھکی ہوئی پیشاوروں کو اخفاہ اور توحید ربانی کا درس دے کر ان کی مردگانہ رگوں میں زندگی کی نئی روح پھونک دی۔ توحید کے اس فدائی، رسول اللہ ﷺ کے شیدائی اور دینِ قلم کے اس سپاہی کو دنیا امام محمد بن عبد الوہاب کے نام نامی سے جانتی ہے۔ یہ کتاب اسی حلیل القدرست کے سوز باطن، فکر و نظر اور دعوت و تبلیغ کی سرگزشت ہے۔ امام موصوف کی دعوت توحید کو قبول عامہ نصیب ہوا تو سما راجح طاقتیں اور ان کے پیشواعلائے سوچ راغ پا ہو گئے اور انہوں نے اس دعوت حق

کو بدنام کرنے کے لیے اے
”تحریک وہابیت“ کہنا شروع کر
دیا۔ فاضل مصنف نے مستند تاریخی
حوالوں اور حکم دلائل و برائیں سے
اس تہمت کا پول کھول دیا ہے اور یہ
حقیقت اب اگر کرو ہی ہے کہ امام محمد
بن عبد الوہاب کی تحریک کا مقصد
اس کے سوا کچھ نہیں کہ امت مسلم
شرک و بدعت سے کٹ کر اور ہر طرف
سے ہٹ کر صرف قرآن و سنت کی
طرف پلاٹ آئے۔ یہ کتاب توجہ سے
پڑھیے۔ آپ کو یوں محسوس ہو گا جیسے
تاریخ آپ کے روپ و رسانی لے
رتی ہے۔



ISBN: 9960-9930-5-1



9 7 8 9 9 6 0 9 9 3 0 5 8

Book No. 70

دارالسلام

کتاب و نسخت کی اشاعت کا عالی ادارہ

ریاض • جده • شاریعہ • لاہور • کراچی
سلسلہ تعلیم • تذہب • ہدیوں • یہودیوں

